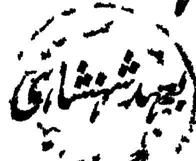
تاریخ

CHECKED

عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند



حضرت علیا ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصر ہند بالقابہا

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء منشی ذکاء اللہ صاحب فیلو الہ آباد یونیورسٹی

اس حصہ میں لارڈ آکلینڈ۔ لارڈ ایلن برا و لارڈ ہارڈنگ کے
عہد حکومت کا بیان ۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۸ء تک لکھا ہے

سنہ ۱۹۰۴ء

مطبع شمس المطابع دہلی میں منشی محمد سلطان علی کے اہتمام سے طبع ہوئی

(کل جلدون کی قیمت مع محصولڈاک گیارہ روپیہ)

الف

ہندوستان مین مسلمانون کے عہد سلطنت کی تاریخ

پانچ جلدون سے کم کسی خریدار کو کمیشن نہین دیا جائیگا مگر جو پانچ جلدین یا اس سے زیادہ کا خریدار ہو وہ خط وکتابت کے ذریعہ سے کمیشن ٹھیرا لے ۔ جو شخص کل تاریخ خریدیگا اس سے قیمت مع محصول گیا [illegible] یے جائینگے قیمت مع محصول گیارہ روپیہ مقرر ہے ✣

محمد عطاء اللہ دہلی چیلوا[illegible]

جلد اول

قیمت عہ محصول ۲؍ صفحہ ۵۱۰

اس جلد مین تمہید لکھی ہے کہ مصنف نے کسطرح اس کتاب کو تصنیف کیا ہے مقدمہ ہے جسمین تاریخ کی حقیقت بتائی ہے اہل عرب کے زمانہ جاہلیت کا بیان اور مسلمانون کے ۱۱۸ فرمانروا خاندانون کا حال ۔ ملک سندھ کی فتح و خاندان غزنی کی تاریخ اور خاندان غوری کی تاریخ ✣

جلد دوم

قیمت عہ محصول ۱؍ صفحہ ۴۰۶

سلاطین خلجیہ سلاطین تغلق اور سیدون لودیون کے بادشاہون کا حال اس جلد مین بسط کے ساتھ لکھا ہے ✣

جلد سوم

قیمت عہ محصول ۲؍ صفحہ ۵۳۰

بابرنامہ ۔ شنگرف نامہ ہمایون ۔ رزم نامہ شیر شاہی ✣

جلد چہارم

قیمت [illegible] محصول [illegible] صفحہ ۷۹۶

(۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلا[illegible] تاریخ سلاطین جونپور ۔ دوسرے حصہ مین (۱) دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجا[illegible] نظام شاہیہ احمد نگر (۴) تاریخ سلاطین قطب[illegible] تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۶) تاریخ ملک بیدر (۷) ضمیمہ تاریخ دکن (۸) ریویو[illegible]

جلد پنجم

قیمت [illegible] محصول ۵؍ اقبالنامہ اکبری

جلد ششم

قیمت ۱۴؍ محصول ا؍ کارنامہ جہانگیری

جلد ہفتم

قیمت عہ محصول ۲؍ ظفرنامہ شاہجہان

جلد ہشتم

قیمت عہ محصول ۲؍ بادشاہنامہ عالمگ[illegible]

قیمت عہ محصول ا؍ جلد نہم و دہم [illegible]

حصہ دوم

باب اول

لارڈ آکلینڈ

جب ملکہ معظمہ تخت نشین ہوئی ہیں تو ہندوستان میں لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل تھے - ۴ مارچ ۱۸۳۶ء کو انہوں نے ہندوستان کے گورنر جنرل ہونے کا حلف اُٹھایا تھا - جب لنڈن میں اُن کی وداع کا جلسہ ہوا تو انہوں نے اپنی سپیچ میں فرمایا کہ میں ہندوستان میں جانے کی خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا - وہاں میری یہ قوی امیدیں بر آئینگی - کہ لاکھوں آدمیوں کو جن کے ساتھ میں شرکت نوعی رکھتا ہوں عمدہ نظم و نسق کی میمنت و سعادت سے مستفید و مستفیض کرونگا - اور اُن کی تعلیم و ترتیب تہذیب و شایستگی و بہبودی و آسودگی و آسایش و آرایش و انبساط و نشاط میں دل سے کوشش کرونگا - حقیقت میں اُنکی طبیعت اُن کاموں کے لئے موزون و موضوع تھی وہ بڑے رحم دل غریب پرور محنت شعار وحید و مستعد تھے - جن سوالوں پر اول اُنکو توجہ کرنی پڑی اُن میں سے ایک یہ سوال تھا کہ ایسی پولیسی اختیار کیجائے کہ جس کے سبب سے یوروپین کے مقدمات دیوانی کو مفصلات میں ہندوستانی جج نہ فیصل کیا کریں - ہمیشہ سے انگریزوں کو یہ امر ناگوار خاطر تھا کہ اُن کے ہمسایہ میں جو کالی کھال کے ہندوستانی رہتے ہیں وہ اُن کے ساتھ قانوناً مساوات پیدا کریں - جب کوئی اس مساوات کی تقریب صورت پذیر ہوتی تو وہ بڑے پریشان خاطر ہو کر واویلا مچاتے - وہ اسکو اپنی بڑی کسر شان سمجھتے تھے کہ ہندوستانی ججوں کے روبرو اُن کے مقدمات دیوانی فیصل ہونیکے لئے پیش ہوں - اُنکی تمنائے دلی یہ تھی کہ اُنکے مقدمات دیوانی صرف اُن کی اپنی پریسیڈنسی کی سپریم کورٹ میں فیصل ہوا کریں - اب اس سوال کے دو پہلو تھے - اُن میں سے **لارڈ آکلینڈ** کی کونسل نے وہ پہلو اختیار کیا جو کل جماعتوں کے لئے عدل و انصاف تھا - مئی ۱۸۳۶ء میں ایک ایکٹ پاس کیا کہ یوروپین کے دیوانی مقدمات کو ہندوستانی جج اپنی

عدالتوں میں فیصل کیا کریں۔جس سے انگریزوں کو خوف پیدا ہوا اور اُنہوں نے اس قانون کا نام بلیک ایکٹ (اندھیر کا قانون) رکھا اور اسکے منسوخ ہونے کیلئے ولایت میں اپیل دائر کیا۔مگر وہاں **لارڈ میل بورن** کی وزارت زبردست تھی۔ڈائی رکٹروں کے آگے کچھ چلی نہیں ایکٹ بدستور جاری رہا ✤

کھانڈیا کھونڈ کے انسان کی قربانی کا موقوف ہونا

صوبہ اڑیسہ کے مہاندی کے جنوبی جانب میں پہاڑوں کے درمیان شمالی سرکاروں کے پاس جو ملک ہے اسمیں قوم کھونڈ رہتی ہے ۱۸۳۵ء میں راجہ گمسور نے سرکار انگریزی سے بغاوت کی جس کے سبب سے سرکار انگریزی نے اُس کا ملک ضبط کیا تو سرکار انگریزی پر یہ حال کھلا کہ یہاں قوم کھونڈ پرتھوی کی پوجا کرتی ہے اور اُس پر انسان کا بلدان چڑھاتی ہے۔پہاڑوں کے نیچے کے آدمیوں کو پکڑ کر لیجاتی ہے اور اُنکو قربان کرکے اپنے دیوتا پر چڑھاتی ہے۔یہاں کے انگریزی افسروں میں سے میجر میکفرسن صاحب نے بڑی کوشش اس رسم کے دور کرنے میں کی۔بعض کھونڈ کے سرداروں نے مسلح ہو کر اُن کا مقابلہ کیا جن کو سپاہ کے زور دبانا پڑا۔آخر کو یہ رسم بد انسان کے بلدان کرنے کی موقوف ہوئی۔اسکا مفصل حال آیندہ لکھا جائیگا ✤

لکھنؤ میں محمد علی شاہ کی جانشینی

۱۸۳۷ء میں نصیر الدین حیدر لکھنؤ کا بادشاہ بیمار ہوا اور محل سے باہر کئی ہفتہ تک نہیں آیا گو اسکی علالت خطرناک نہیں معلوم ہوتی تھی مگر وہ ۷ جولائی ۱۸۳۷ء کو آدھی رات کو دفعتہ مرگیا۔لوگوں نے حسب دستور مشہور کیا کہ اُسکو کسی رشتہ دار نے زہر دے کر مار ڈالا۔اُسوقت لکھنؤ میں بڑے آزمودہ کار عاقل جوانمرد لو صاحب رزیڈنٹ تھے اُنھوں نے اپنی جان پر کھیل کر یہ بڑا دانشمندانہ کام کیا۔کہ جب اُن کو ساتویں آٹھویں تاریخوں کے درمیان کی رات کو خبر ہوئی کہ پادشاہ بیگم شاہ مرحوم کی والدہ مسلح سپاہیوں کے لئے منا جان کو تخت سلطنت پر بٹھانے کیلئے محل میں جاتی ہے تو گومتی ندی کے پار چھاونی میں حکم بھیجدیا کہ سپاہ امداد کے لئے آئے۔منا جان کو پادشاہ اپنا بیٹا مانتا تھا مگر وہ درصل اسکا بیٹا نہ تھا۔سلطنت کا وارث شرعی پادشاہ کا چچا محمد علی شاہ تھا جو مخالفوں کی قید میں تھا۔منا جان نے پادشاہ بیگم کی حمایت سے لال بارہ دری پر قبضہ کر لیا تھا اور تخت سلطنت پر ہو بیٹھا تھا۔تین بجے لو صاحب محمد علی شاہ کو ہمراہ لئے ہوئے آئے تو اُنپر عرض داشت ہوئی کہ پادشاہ کے روبرو مجرا و کورنش بجالائیں محل اور اسکے گرد مکانات مسلح آدمیوں سے بھرے ہوئے تھے تلواریں نیزے اپنی چمک دمک دکھا رہے تھے بندوقیں اپنے فیر سناتی تھیں گلیوں میں توپیں اپنی دھواں دھوں کا شور مچاتی تھیں طائفوں کے ناچ ہو رہے تھے باجے بج رہے تھے مشعلوں کے دھوؤں کے بادل اُٹھ رہے تھے۔اس تمام ہنگامہ میں لو صاحب نے بیگم صاحبہ سے کہا کہ آپ اپنی بیفائدہ

وبیہودہ حرکت سے باز رہیں تو ایک گستاخ بے ادب امیر نے اُن کو میاں کا ڈھکا دیا کہ آپ تخت کے آگو منا جان
کے روبرو کورنش و مجرانہ بجا لائینگے تو یہاں سے نکال دیئے جائینگے۔ پھر لو صاحب پر کچھ دہکا پیل بھی ہونے لگی۔
تو اس طوفان بے تمیزی سے اُن کا ایک دوست اُنکو باہر نکال لایا۔ اسوقت دن نکلنے کو تھا کہ اس کی
مبارک روشنی میں سینتیس پلٹن کی پانچ کمپنیاں بریگیڈیئر کے زیر حکم نظر آئیں تو لو صاحب نے حکم دیا کہ اگر پوتھائی
گھنٹے میں بارہ دری خالی نہو تو سپاہ اس پر اپنے ہتھیار چلائے۔ ناقص العقل بیگم نے اُن کے حکم کی تعمیل
نہیں کی تو بمجبوری محل پر آگ برسانی پڑی دروازہ توپ سے اُڑایا گیا سپاہ نے بارہ دری پر حملہ کیا بیگم اور اُسکے
کل ہمراہی بھاگ گئے پچاس آدمیوں کو مقتول و مجروح کر کے چھوڑ گئے۔

۸۔ جولائی ۱۸۳۷ء کو دس بجے دن کے لو صاحب نے محمد علی شاہ کو تخت پر بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے اُسکے
سر پر تاج رکھا توپوں کی شاہی سلامی سر ہوئی بیگم اور منا جان گرفتار ہوئے اور بنارس میں بھیجے گئے
گورنمنٹ نے لو صاحب کی اس کارگذاری کو پسند کیا کہ لکھنؤ کو اپنی تدبیر سے آپس کی لڑائی جھگڑوں
سے بچا دیا۔ گورنمنٹ ہند نے حکم دیا کہ بادشاہ کے اختیارات کم کئے جائیں۔ ۱۰ نومبر ۱۸۳۷ء
ایک نیا عہدنامہ مرتب ہوا۔ بادشاہ نے اُسپر دستخط کر دئے اسمیں یہ دو بڑی شرائط لکھی گئیں۔ اول
اودھ میں دو رجمنٹیں سواروں کی اور پانچ پلٹنیں پیدلوں کی اور دو کمپنیاں گولہ اندازوں کی بڑھائی جائیں
اور اس کا خرچ سوا لاکھ روپے سالانہ خزانہ شاہی اودھ سے لیا جائے۔ دوم جن اضلاع پر ظلم وستم بڑا
ہوا ہے۔ وہاں کے انتظام اور بندوبست کے لئے انگریزی حکام مقرر ہوں جو ہندوستانی اصول
وقوانین کے موافق حکمرانی کریں اور خرچ کے بعد جو آمدنی ملک میں سے روپیہ بچے۔ اُسے خزانہ شاہی
اودھ میں داخل کریں مگر کورٹ ڈائرکٹرز نے اس نئے عہدنامے ۱۸۳۷ء کو اس وجہ سے نامنظور کیا۔ کہ اسکو
یہ شبہ تھا کہ اودھ کی بدنظمیاں مبالغہ سے بیان کی جاتی ہیں اور خود انگریزوں کی غلطیوں سے اس کی
آمدنی میں خرابیاں آتی ہیں۔ اس لئے ۱۸۰۱ء کا عہدنامہ بدستور برقرار رہا۔ اس نئے بادشاہ نے اودھ
میں پانچ سال تک اچھی طرح سلطنت کی۔ سرکار انگریزی کا ممنون منت اور خیر خواہ رہا اور یہی سمجھتا رہا کہ مجھ
انگریزوں ہی کی عنایت سے بادشاہی حاصل ہوئی ہے۔ اس نے ان سب لائق آراکین سلطنت کو بحال
کیا۔ جن کو بھتیجے نے نکال دیا تھا۔ جب اُن میں سے کوئی مرتا تو اس کی جگہ کوئی لائق آدمی مقرر کرتا جو بدنظمیاں
پہلے سے پھیلی ہوئی تھیں اُن کو روکتا آراضی کی مالگذاری کے بندوبست کو درست کرتا خزانہ کو بڑھاتا

سے پر کرتا اپنی حکمرانی میں بعض انگریزی صول کو بھی دخل کرتا اپنے محل کو نقالوں اور قوالوں و گویوں و مسخروں بھانڈوں کا اندر کا اکھاڑہ نہیں بننے دیتا ۱۸۴۲ء میں بہت بڑی عمر میں دنیا سے سفر کیا اور امجد علی شاہ اس کا بیٹا جانشین ہوا تو پھر سلطنت کے کارخانوں میں خرابیاں آنی شروع ہوئیں۔

اس ملک میں کہ سالانہ بارش کے چند انچوں پر فصل کی پیدا وار کا مدار تھا بار قحط سالی ہی ہی یا اور کوئی اور آفت ایسا حال نہیں ہوتی تھی ۱۸۳۶ء سے کال پڑ رہا تھا ۱۸۳۷ء کے آخر میں لارڈ آک لینڈ کلکتہ سے اودھ اور دہلی میں گئے ہر جگہ قحط کے سخت مصائب کو معائنہ کیا ان ہی کے تجربہ کا یہ نتیجہ تھا کہ ملک میں پیمائشوں کی ابتدا ہوئی جس کا خاتمہ گنگا کے نہر کلان پر ہوا جو لارڈ ہارڈنگ اور لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں بن بنا کر تیار ہوئی ہے

قحط سالی

باب دوم

جنگ افغانستان کا حال

افغانستان

جس ملک کو اب ہم افغانستان کہتے ہیں وہ ایک کوہستانی وسیع ملک ہے جسکا رقبہ جزائر برطانیہ اعظم کے رقبے سے وسعت میں دو چند ہے وہ ایران کے اضلاع خراسان اور ہندوستان کے اضلاع پنجاب کے درمیان واقع ہے اس کی مصنوعی سرحد جنوبی بلوچستان ہے اور شمالی سرحد ممالک ازبکیہ جو روس کے تابع ہیں وہ تین حصوں میں منقسم ہے جن میں سے ہر ایک حصہ اپنی جُدا جدا تاریخ رکھتا ہے ایک حصہ کابل مع اضلاع مضافات ہے جو ہندوستان کے مغلوں کی سلطنت میں داخل تھا۔ دوسرا حصہ ہرات اور وادی ہری رود ہے جو ایران سے متعلق تھا۔ تیسرا وہ حصہ ہے جس میں دریائے ہیلمند بہتا ہے اور اسمیں قندھار ہے اس حصہ پر سلطنتوں کے لڑائی جھگڑے رہتے تھے کوئی اس میں مستقل سلطنت جمنے نہیں پاتی تھی۔ فرمان روائی اس کی بدلتی رہتی ہے

ہندوستان اور افغانستان کے حد فاصل اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور ان پہاڑوں کے درمیان بڑے بڑے دشوار گذار اور دہشت ناک درے ہیں جن کے اندر سے ہو کر پنجاب اور کابل کے درمیان

آمد و رفت ہوتی ہے۔ ہندوستان پر وسط ایشیا کے سب حملہ آور ان ہی دروں سے آئے ہیں اب بھی اگر کوئی حملہ آور خشکی کے راہ سے ہندوستان پر حملہ کرنا چاہے تو وہ صرف اسی جانب سے دروں میں سے گذر کر حملہ کر سکتا ہے اور کسی اور جانب سے نہیں کر سکتا۔ سوائے اس طرف کے ہندوستان کی اور سب جانبوں میں سمندر ہے جس کو انگریزوں نے اپنی بحری قوت سے بےخوف و خطر بنا رکھا ہے بس یہی افغانستان کا ملک ہے جس کی طرف سے برٹش گورنمنٹ کو اندیشہ حملہ ہونے کا رہتا ہے۔ انگریزوں کی عقل دنگ ہوتی ہے جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ روس اُن کی طرف جلد جلد بڑھا چلا آتا ہے اور پچاس سال کے اندر اس نے اس طرف بہت اپنے قدم بڑھائے ہیں روسیوں نے اس نصف صدی میں یوروپ میں فن لینڈ کو فتح کر لیا ہے ترکوں کی سلطنت کے عمدہ عمدہ صوبے لے لئے ہیں اور اُس کو بڑا ضعیف کر دیا ہے پولینڈ کو حصّوں میں تقسیم کر لیا ہے غرض یوروپ کی غنیمت میں روس شیر کا سا حصّہ اپنا لیتا ہے اب ایشیا میں **سائبیریا** کے جنوب کی طرف بہت سا ملک لے لیا ہے **جگزارٹس** پر اپنے قلعے بنا لئے ہیں۔ اور اوکسس کی طرف دانت لگا رکھا ہے خیوا اور بخارا اور قوقند کے خانات کو اپنا تابع بنا لیا ہے اور سب سے زیادہ خطرناک یہ معاملہ ہے کہ اُس نے ایران کے شمالی اضلاع لے لئے ہیں۔ اور کل سلطنت کو اپنے ہاتھ کی کٹ پتلی بنا لیا ہے۔ شاہ ایران سے انگریزوں کے بہت دفعہ عہدنامے ہوئے مگر وہ قایم نہ رہے اور اُن دونوں میں آپس میں اتحاد و داد نہ قایم ہوا۔

ہرات جو ہمیشہ سے کلید ہند مشہور ہے اس پر روسیوں کی پیش قدمی کا ہونا مدبران انگلش کو متردد کرتا ہے وہ ایک ملک ہے جو روسیوں اور انگریزی سلطنتوں کے درمیان حد فاصل ہے۔ اب افغانستان جو ہندوستان اور ایران کے درمیان واقع ہے۔ اسی کو برٹش گورنمنٹ اپنی سپر اور روسیوں کی پیش قدمی کی سد راہ بنانا چاہتی ہے۔ یہ ملک اجاڑ اور کوہستان ہے اور اس میں بہت سے اضلاع ایسے ہیں کہ وہاں رسائی مشکل ہے اور باشندے جری اور مفلس ہیں اور جیسا اُن کا ملک وحشی ہے ایسے ہی اسکے باشندے وحشی ہیں وہ بہت سے خیلوں اور فرقوں و جرگوں میں منقسم ہیں اور وہ اپنی آزادی پر جان دیتے ہیں۔ اور اُن کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کے گلا کاٹنے کو بھی اپنا حق سمجھتے ہیں اُن میں نصف قومی حمیت اور عزت اور نصف جوش مذہبی ایسے ہیں کہ جب کوئی اُن کو لایق پیشوا مل جاتا ہے تو وہ اُن کی ان دونوں باتوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ خواہ آپس میں کیسی ہی وہ معاندت رکھتے ہوں مگر

صرف دو چیزیں اُن میں سب کو آپس میں متفق کر دیتے ہیں۔ ایک غیر قوموں سے نفرت دوم غیر قوموں کے حملے کا خوف۔ ایک بوڑھے افغان امیر نے لفنسٹن صاحب سے کہا تھا کہ ہم آپس کی نا اتفاقی پر راضی ہیں۔ ہم آپس کی خونریزی سے خوش ہیں مگر ہم کسی کو اپنے آقا بنانے سے راضی نہیں ہیں ٭

اسباب جنگ افغانستان اور اس کی تمہیدات

اب گورنر جنرل اور اسکے مصاحبین کے روبرو ایک واقعہ عظیم جنگ افغانستان پیش آیا۔ بارہ برس سے امن امان چلا آتا تھا۔ اس بارہ برس کی صلح کے وضع حل سے جنگ افغانستان کا بچہ احمق اور ناحق فتنہ انگیز پیدا ہوا جس نے ہند کو بڑے قرض کا زیر بار کیا اور سرکار انگریزی کی نیک نامی کو ایسا داغ لگایا جسکو فتوح عظیمہ بھی نہ دھو سکیں۔ گو جنگ اول پر ایک اوپر ساٹھ برس کا عرصہ گزر گیا ہے مگر پھر اسکا از سر نو ہونا کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے اُسکا حال سمجھانے اور سبب بتلانے کے لئے چند تمہیدات لکھتے ہیں ٭

احمد شاہ درانی نے افغانستان کے تینوں حصّوں کو جن کا اُوپر ذکر ہوا ہے ملا کر اپنی ایک سلطنت زیر فرمان بنائی سنہ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان مرہٹوں کو وہ شکست فاش دی کہ ہندوستان اس کے نام سے لرزنے لگا اور شمالی مغرب کی طرف سے حملہ آوری کی دہشت سے وارن ہسٹنگز کے زمانہ سے لارڈ منٹو کے عہد تک سرکار کمپنی کی پولیسی کا رنگ بدلا رہا ۔ سنہ ۱۷۹۹ء میں شاہ زمان افغانستان کے تخت پر بیٹھا وہ ملک کی شاہی قوم سدوزئی کا شہزادہ تھا اس لئے یہ اسکا ------ باپ تیمور شاہ مرگیا تھا۔ اسلئے یہ اس کا بڑا بیٹا دادا کا جانشین ہوا۔ یہ فوقیت اُس کو اپنے بھائیوں پر پایندہ خاں بارک زئی کی بدولت حاصل ہوئی تھی۔ کہ وہ پادشاہ ہوا تھا۔ یہ پائندہ خاں امیر دوست محمد خان کا باپ تھا۔ امیر دوست محمد خاں بڑا نامور تھا۔ وسط ایشیا میں نادر شاہ کے بعد کوئی آدمی اُس کے برابر لائق نہیں پیدا ہوا۔ باری باری سے کبھی وہ انگریزوں کا مردود دوست تھا اور کبھی زبردستی سے دشمن اُن کا بنایا گیا تھا۔ کبھی اُن کا معزز قیدی تھا اور کبھی اپنی حفاظت و حمایت کے لئے انگریزوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن حقیقت میں وہ ہندوستان کے انگریزوں کا خیر خواہ وفادار یک رنگ دوست تھا۔ انگریزوں میں اسکی نسبت غلط بیانیاں بہت ہوتی رہیں۔ زمان شاہ اپنی زندگی کا بڑا مقصد یہ سمجھتا تھا کہ برٹش انڈیا پر حملہ کرے اور برٹش گورنمنٹ کا یہ خیال تھا کہ اُس کو اس حرکت سے باز رکھتے۔

رنجیت سنگھ جس کا عروج پنجاب میں ہو رہا تھا وہ زمان شاہ کی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور اسی کے نام سے پنجاب میں حکومت کرتا تھا اور نپولین بوناپارٹ جو ساری دنیا میں انگلینڈ کی مضرت رسانی کے درپے رہتا تھا وہ زمان شاہ کو اپنے لیئے بڑے کام کا اوزار جانتا تھا ۔

اس طوفان سے بچنے کے لئے آیندہ سال میں بڑے لایق و قابل افسر کپتان مالکم سفیر بنا کر طہران اس طلب کے لئے بھیجا گیا کہ ہندوستان میں انگریزی عملداری میں خلل اندازی کے لئے فرانسیسی جو سازشیں ایرانیوں کے ساتھ کر رہے ہیں اُن کو شاہ ایران رفع دفع کرے۔ اور افغانوں کی اولوالعزمی کو بڑھنے نہ دے اور ان کے روکنے کے واسطے ایک استوار سد راہ بنے۔ ٹھیک وقت پر یہ سفیر عہدنامہ لایا جس میں شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی قلمرو سے فرانسیسیوں کو نکال دیگا اور اپنے نئے دوستوں (انگریزوں) کی مدد اس طرح کرے گا کہ ہندوستان پر باہر کی طرف سے شمال مغرب سے حملہ آوروں کو روکے رکھے گا غرض اس طرح سے سنہ ۱۸۰۱ء میں ایران کے ساتھ فرانس اور افغانستان کے بخلاف عہدنامہ ہو گیا۔ دوسرے ہی سال میں زمان شاہ نابینا کیا گیا اور قید خانے میں ڈالا گیا۔ اس امر کا واقع ہونا کوئی بڑی بات ہی نہ تھی زمان شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی سب سے اول یہ کام کیا کہ پاینده خان کو جس کی بدولت سلطنت کی دولت ہاتھ آئی تھی اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ پاینده خان نے پادشاہ کے برخلاف سازش کی وہ کھل گئی اور وہ گرفتار ہوا اور وحشیانہ طور پر مارا گیا مگر اپنے اکیس بیٹے انتقام لینے کے لئے چھوڑ گیا جنہوں نے دکھا دیا کہ افغانوں کے سپوت ایسے ہوتے ہیں کہ باپ کے انتقام میں سلطنت کے تخت کو الٹ دیتے ہیں فتح خان جوان سب بھائیوں سے بڑا تھا اور اپنے باپ کی طرح نامور تھا اُس نے پادشاہ کے سوتیلے بھائی شہزادہ محمود شاہ کو اپنی امداد اور جرات سے پادشاہ بنا دیا اور زمان شاہ کی آنکھیں نکلوا کے قید خانے میں ڈلوا دیا ۔

اس جانشینی پر زمان شاہ کے سگے بھائی شجاع الملک اور اُسکے سوتیلے بھائی محمود میں لڑائیاں شروع ہوئیں۔ کبھی ایک بھائی فتح پا کر کابل میں پادشاہ ہوتا کبھی دوسرا بھائی۔ شجاع الملک نے بھی وہی فاش غلطی کی جو اس کے بھائی زمان شاہ نے کی تھی کہ شاہ گر قوم بارک زئی کی امداد سے دست کشی کی۔ محمود کی نالایقی کو فتح خان دیکھ کر شجاع الملک کا حامی ہونا چاہتا تھا مگر اسکے اوضاع و اطوار سے وہ متنفر ہوا دونوں بھائیوں میں سال بسال جنگ ہوتی رہی ۔

جب شجاع الملک کابل میں بادشاہ تھا تو برٹش گورنمنٹ نے اپنے بڑے لائق قابل۔ مدبر۔ عالم میجر مونٹ سٹورٹ الفنسٹن کو پشاور میں سفیر بنا کے اُس پاس بھیجا تھا۔ شجاع الملک نے سرکار انگریزی کے ساتھ بڑی پکی دوستی کا وعدہ کیا اور اس کے معاوضہ میں درخواست کی کہ روپیہ اسکو دیا جائے جس سے وہ اپنے بھائی محمود کا سر کچلے اور ہندوستان کا دروازہ جو کابل ہے اُس کو کل حملہ آوروں کے لئے مسدود کر دے۔ الفنسٹن صاحب نے بھی اس درخواست کی تائید کی مگر لارڈ منٹو اور اُس کی کونسل نے اس درخواست کے سننے میں کان بہرے کر لئے۔ شاہ شجاع نے یہ عہد و پیمان کر لیا کہ اگر سرکار کمپنی خرچ کے لئے روپیہ دے گی تو میں افغانستان کی راہ سے فرانسیسوں یا کسی اور قوم کے حملہ آور ہونے کا مانع و مزاحم ہونگا۔ ۱۸۱۰ء میں لارڈ منٹو ولایت روانہ ہوئے۔ یہ عہد نامہ تصدیق ہو کر اُن کے ہاتھ تلے سے باہر نکلا ہی تھا کہ شاہ شجاع افغانستان میں برائے نام بادشاہ رہگیا۔ الفنسٹن صاحب ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور اس ملک کی اور اس ملک کے آدمیوں کے حالات کی معلومات کا مصالح اسقدر ساتھ لائے کہ ایک جلد سفرنامہ کی بڑی دلچسپ لکھ ڈالی۔ آخر کار ۱۸۱۰ء میں سندھ کے پادشاہ محمود نے شاہ شجاع کو مار دھاڑ کر سندھ اتار دیا۔ رنجیت سنگھ نے اسکو مقید کیا اور دھوکہ دیکر دنیا کا مشہور الماس کوہ نور اُس سے چھین لیا۔ اب یہ ہیرا انگلینڈ کے تاج شاہی میں اپنا نور دکھا رہا ہے۔ پھر وہ بہت سی مصیبتیں اُٹھا کر اور آفتیں جھیل کر ۱۸۱۶ء میں لدھیانہ میں انگریزوں کے سایہ عاطفت میں آیا۔ اس کا بھائی زمان شاہ بھی اس جلاوطنی میں شریک ہوا اس سرزمین میں اندھا قیدی بنا جسکو وہ مدت تک اپنے حملوں سے دھمکیاں دیتا تھا۔ فتح خان بارک زئی نام کو وزیر تھا مگر درحقیقت افغانستان کا بادشاہ جب تک رہا کہ اسکے سب سے چھوٹے بھائی دوست محمد خاں نے سدوزئی شہزادی کو بے حرمت کیا۔ اس پر ولیعہد کامران کو ایسی غیرت آئی کہ اس نے وزیر کو قید کر لیا اور خنجر سے اس کی آنکھیں نکال لیں اور اُسکی کھوپری کا چمڑا اُتار لیا۔ اور جب اُس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ دغا کرنے سے انکار کیا تو اس پادشاہ کے حکم سے جو اُسکے ہاتھ کی کٹ پتلی تھا اُسکا ایک ایک عضو کاٹ کاٹ کر بادشاہ کے روبرو پھینکا گیا۔ اس خونریزی و محسن کشی کے کام نے اس خاندان کی قسمت کو سربمہر کر دیا وزیر کے بھائی جو زندہ تھے اُنہوں نے سارے ملک کو حصوں میں تقسیم کر کے اپنا اپنا قبضہ کر لیا۔ بس اس طرح سے کابل میں سدوزئی کا ادبار آیا اور بارک زئی کا اقبال چمکا اس انقلاب کو اہل کابل ایسا پسند کرتے تھے کہ اُسکے

ایران کا حال

الٹ پلٹ کرنے کی قابلیت انگریز بھی نہیں رکھتے تھے آخرکار ۱۸۲۶ء میں دوست محمد خان مظفر و منصور ہوکر کابل میں فرمانفرما ہوگیا۔ یہ بہادر مدبر اپنی اخیر عمر تک کابل میں حکمران رہا صرف تین برس بیچ میں کابل میں انگریزی عملداری کے ہونیسے حکمرانی سے محروم رہا اور ۱۸۶۲ء میں وفات پائی۔ اب اسی زمانہ کا حال ایران کا سنو سنہ ۱۸۰۰ء میں روس کے شہنشاہ پال نے جارجیا کو ایرانیوں سے لیکر روس کی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اہل ایران نے انگریزوں سے مدد کی درخواست کی پہلے فرانسیسیوں کی مخالفت کیلئے اُن کی مصالحت انگریزوں سے ہوچکی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ انگریزوں نے اس کی درخواست پر کان نہیں لگایا اہل ایران نے انگریزوں کی اس عہد شکنی سے مایوس ہوکر فرانس کی طرف ۱۸۰۵ء میں رجوع کی۔ نپولین نے فوراً اپنا سفیر بھیجا اور بآسانی شرائط عہدنامہ طے ہوگئیں کہ اہل فرانس نے اپنے ذمے یہ کام لیا کہ وہ روسیوں کو ہٹائیں گے اور اہل ایران نے یہ وعدہ کیا کہ وہ فرانسیسیوں کے ساتھ ہندوستان پر حملہ کرنے میں شریک ہونگے۔ طہران میں جو فرانسیسی افسر تھے اُنہوں نے ہندوستان پر فوج کشی کی کل تدابیر لکھ کر فرانس میں نپولین کی منظوری کے لئے بھیجدیا لیکن ۱۸۰۸ء میں نپولین اور الیگسینڈر زار روس کے درمیان ٹلسٹ میں آپسمیں اتحاد ہوگیا۔ جسکے سبب سے جو پہلی تجاویز ہوئی تھیں اُن میں تغیر عظیم ہوگیا۔ مگر ہندوستان پر حملہ کا ہونا برقرار رہا جس میں روسی شریک ہیں ایرانیوں کا جو اصل مقصود تھا وہ مفقود ہوا کہ روسیوں کی جو کوہ قاف سے آگے پیش قدمی ہو اس میں فرانسیسی مداخلت کریں ؎

۱۸۰۹ء میں انگلش نے یہ پولیسی اختیار کی کہ ہندوستان کی سرحدی سلطنتوں پنجاب و سندھ و افغانستان سے معاہدے کرلئے اور ایران سے بھی از سر نو آشتی اور دوستی پیدا کرلی ؎

مارچ ۱۸۰۹ء میں انگلینڈ کیطرف سے ہرفورڈ جونس سفیر طہران بھیجا گیا۔ اُس نے ایران کے ساتھ عہد و پیمان کئے کہ اہل یوروپ کی جو سپاہ ہندوستان کی طرف سفر کرے گی تو اس کو ایران اپنی سپاہ سے یا کسی اور طرح سے روکے گا اور اُن فرنگستانی قوموں کے افسروں کو ملازم نہیں رکھیگا جو برطانیہ اعظم کے دشمن ہیں۔ اسکے عوض میں انگریزوں نے یہ عہد و پیمان کیا کہ اگر کوئی یوروپین خواہ وہ انگریزوں کا دوست ہو یا نہو خود زبردستی ناحق اہل ایران پر حملہ آور ہوگا تو برٹش گورنمنٹ شاہ ایران کی امداد روپے اور سپاہ سے کرے گی اور برٹش گورنمنٹ کی درخواست سے شاہ ایران جو اپنی

سپاہ افغانستان میں بھیجے گا اس کا خرچ وہ اس سے لے لیگا۔ یہ عہدنامہ ترمیم ہو ہوا کر ۱۸۱۴ء عین طرفین سے تصدیق ہوگیا ؛

عہدناموں کی شرائط اکثر خود بتلا دیا کرتی ہیں کہ وہ کیونکر ٹوٹ جائیں گی۔ جارجیہ میں مذہبی ظلم و ستم بہت ہوا کرتے تھے اور سرحدوں پر ہمیشہ فساد کھڑے ہوتے تھے تو ۱۸۲۶ء میں اس لیئے روس نے پھر ایران سے لڑائی شروع کی۔ شاہ نے ہرچند چاہا کہ یہ جنگ نہو مگر روس نے نہ مانا۔ اہل ایران نے عہدنامہ کے موافق انگریزوں سے مدد مانگی مگر مسٹر کننگ وزیر اعظم انگلینڈ نے اہل ایران کو جواب دیا کہ تم خود ہی بانیئے فساد ہو اس لیئے امداد نہیں کیجائے گی۔ انگلینڈ بیٹھا ہوا روسیوں کی فتوح کو اور ایرانیوں کی شکست کو دیکھا کیا جب تک کہ جنگ کا خاتمہ ایرانیوں کے عاجزانہ عہد و پیمان پر ہوا جو ترکمانچی میں کئے گئے۔ اسکے موافق ایرانیوں کو اپنے ملک کے بہت سے صوبے روسیوں کو دینے پڑے اور تاوان جنگ میں اتنا روپیہ دینا پڑا جس کا ادا کرنا ایرانیوں کے لیئے ناممکن تھا اور فقط روسیوں کو یہ استحقاق حاصل ہوا کہ وہ بحر کیسپین (بحر خضر) میں اپنے مسلح جہاز رکھیں۔ انگلینڈ اپنی اس حرکت سے ایسا شرمندہ ہوا کہ اس نے ایرانیوں کو تاوان جنگ ادا کرنے کے لیئے دو لاکھ پچاس ہزار تمن جو تین کروڑ سے زیادہ ہوتے ہیں دے کر عہدنامہ سے ان دفعات کو خارج کروایا جو ایرانیوں کی امداد دینے کے باب میں ہوئے تھے۔ بس اسوقت سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ایران ایک آلہ روسیونکے ہاتھ کا بن گیا اس آلہ کا روسیوں کا کام میں لانا جنگ افغانستان کا سبب ہوا ؛

اب روسیوں نے یہ پولیسی اختیار کی کہ اپنے اختیارات کو پردے میں رکھنے کے لیئے وسط ایشیا میں اہل ایران کے اقتدار کو بڑھانا شروع کیا۔ روسیوں کی مٹھی میں ایران تھا جو ایران کو فایدہ ہاتھ لگتا وہ ان کے ہاتھ میں آتا۔ روسیوں نے اول عزم جزم ہرات کے فتح کرنے کا کیا جو کابل و قندہار اور ہندوستان کی راہ کے بیچ میں واقع ہے افغانستان کے اور صوبوں میں سدوزئی پر بارک زئی فتحیاب ہوئے تھے لیکن صرف ہرات شاہ محمود کے قبضہ میں باقی رہا تھا وہاں اس کا بیٹا اور جانشین حکومت کرتا تھا ؛

ایران کے شاہ پیرانہ سال فتح علی شاہ نے ۱۸۳۴ء میں اس دنیا سے رحلت کی اور اسکا پوتا شاہزادہ محمد مرزا (محمد شاہ) تخت نشین ہوا۔ اس نوجوان شاہزادے کو اپنے باپ عباس مرزا

کی شجاعت حصّے میں آئی تھی۔ اسکے روسی صلاح کاروں نے کوشش کرکے اسکے حوصلہ کو ایسا بڑھایا۔ کہ اس نے افغانستان کی مغربی سرحد ہرات کے فتح کرنے کا قصد کیا۔ ایران کے نوجوان شاہ کا ہرات پر حملہ کرنا انصاف سے خالی نہ تھا گو بعض کے نزدیک ہرات پر ایران کا دعوےٰ تمادی ایام کے سبب سے ضعیف ہو گیا تھا۔ ایران میں انگلینڈ کلسیفیر مسٹر ایلیس صاحب موجود تھا اس نے اپنی گورنمنٹ کو لکھا کہ شاہ ایران افغانستان بہ غزنی تک فرمان روائی کا مستحق ہے۔ کامران نے جو ایران کے ضلع سستان پر قبضہ کر لیا ہے اس لئے یہ انصاف ہے کہ ہرات پر شاہ لڑائی شروع کرے اب ہندوانگلینڈ کے مدبرون کو یہ مشکل آکر پڑی کہ ایران کے پیٹ میں روس بیٹھا ہوا تھا جس نے ہرات پر حملہ کرنے کے لئے شاہ ایران کو برانگیختہ کیا تھا۔ مسٹر ایلس نے تبلایا کہ روس اور ایران کے درمیان ایسا ارتباط ہے کہ افغانستان میں ایران کی پیش قدمی روس کی پیش قدمی ہے ۱۸۱۴ع کی عہد نامہ میں کم بختی سے ایک دفعہ باقی رہ گئی تھی جس میں لکھا تھا کہ اگر ایران اور افغانستان میں باہم لڑائی ہو تو انگلش گورنمنٹ اُس میں مداخلت نہیں کرے گی۔ بشرطیکہ طرفین سے بیچ میں واسطہ بننے کی درخواست اس سے نہیں کی جاوے گی۔ مسٹر ایلس اور اُسکے جانشین مسٹر نیل نے ہرچند کوشش کی کہ ایرانی ہرات پر حملہ نہ کریں مگر اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا (زمانہ بھی کیسا چک پھیریاں کھاتا ہے کہ ۱۸۰۰ع میں خود انگریز خواستگار رہتے کہ ایرانی ہرات پر حملہ کریں یا اب اسکے برخلاف خواستگار ہیں) تو اس معاملہ میں گریٹ برٹن نے سینٹ پطرس برگ کی طرف رجوع کی تو وہاں سے بھی زار روس نے ڈپلومیٹک مبہم جواب یہ دیا کہ میرے قائم مقام کونٹ سائی نوچ نے میری ہدایتوں سے باہر قدم رکھا وہ وقت پر واپس بلا لیا گیا۔ مگر اس میں یہ نہیں لکھا کہ زار کی گورنمنٹ ا۔ان کی حمایت کا دعویٰ نہیں رکھتی بلکہ اُلٹی برٹش گورنمنٹ کی دعوت کی کہ وہ بھی ایران کی حمایت کرے اس ایما میں ایک طنز پائی جاتی تھی۔ ۱۸۳۶ع میں ایلس صاحب نے لکھا کہ ایرانیوں کا حملہ ہرات پر ہندوستان پر روسیوں کے حملہ کی بسم اللہ ہے اور ایرانیوں کا ہرات پر قبضے کا ہونا اُس کے دوست روس کا انس سرحد انگریزی پر آتا ہے جو مجروح و مضروب ہونے کی قابلیت رکھتی ہے۔ لارڈ آک لینڈ گورنر جنرل نے ۱۸۳۲ع کی ابتدا میں مسٹر نیل کو ہدایت کی کہ وہ شاہ ایران پر ایسا زور ڈالے کہ وہ ہرات کی مہم سے اس وجہ سے ہاتھ اُٹھائے کہ گورنر جنرل ہند اس امر سے ناراض ہوگا کہ مغربی سرحد پر

فتح کرنے کے لئے مداخلت کیجائے ۔

مگر شاہ نے اس سفیر انگلشیہ کی باتوں پر ذرا کان نہ لگایا اور نومبر ۱۸۳۷ء کو ہرات کا محاصرہ کرنے کیلئے شاہ پچاس ہزار لشکر لیکر آن موجود ہوا شاہ ایران کے خیمہ گاہ میں روسیوں کے افسر اور ایجنٹ موجود تھے ۔ وہ اسکو محاصرے کے باب میں صلاح و مشورہ دیتے تھے اور عملی امداد بھی کرتے تھے روس کا وزیر کونٹ سائمونچ طہران میں موجود تھا ۔ جب محاصرے میں سستی ہوئی تو وہ خود آیا اور ایران کے خالی خزانے میں پچاس ہزار تمن داخل کئے اور وعدہ کیا کہ اگر ہرات کو محمد شاہ فتح کریگا ۔ تو روس اس تمام قرضہ کو معاف کر دیگا ۔ جو ایرانیوں پر اُسکا لینا ہے اگر شاہ فتحیاب ہوتا تو ضرور اس کا لشکر قندہار اور کابل کو پامال کرتا ۔ اور جب بارک زئی پر فتحیاب ہوتا یا کابل کو زیر کرتا تو ہر صورت میں روسیوں کی سازش کے لئے ایک نئی بنیاد کی افتاد پڑتی ۔ ایک قابل نکتہ شناس ڈیورنیڈ صاحب بیان کرتے ہیں کہ محاصرے میں ابتدا سے انتہا تک بری تدبیریں کی گئیں ۔ مقام کا استحکام محاصرین کا استقلال اور روسی جنگی صلاح کاروں کی ہنرمندی اور محصورین کی جوانمردی یہ سب باتیں مبالغہ سے بیان کی گئیں ہیں ایرانیوں کی لاعلمی اور نامردی و کاہلی کے سبب سے فقط محصورین کی محافظت کی شہرت ہوئی ۔ ورنہ وہاں بھی انتظام اچھا نہ تھا محافظت کی امداد ایک انگلش افسر پوٹنجر نڈر بہادر صلاح کار تھا مگر اس سے بھی صلاح کم پوچھی جاتی تھی اور کمتر اختیار کی جاتی تھی ۔ محاصرین اور محصورین کا حال جیسا پوٹنجر صاحب نے صاف صاف بیان کیا ہے ایسا کسی اور نے بیان نہیں کیا کہ ہرات کے سامنے نیل صاحب سفیر انگلشیہ ایرانیوں کی خیمہ گاہ میں مقیم رہے لیکن اسکا اثر شاہ پر کچھ نہوا ۔ اس کے برخلاف روسی سفیر کا اثر شاہ پر غالب تھا ۔ سفیر انگلشیہ بار بار خفتیں اُٹھاکر اور بالکل ہار کر ایرانیوں کی خیمگاہ کو چھوڑ کر چلا گیا ۔ ایرانیوں اور اُن کے روسی معاونوں نے ہرات پر چھ دن تک گولہ باری کی اور ۲۳ جون ۱۸۳۸ء کو حملہ کیا ۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی اور بہت نقصان اُٹھایا ۔ اور شاہ ایران ایسا مایوس ہوا کہ اُس نے محاصرہ اُٹھانے کا قصد کیا اور اس قصد میں اس سبب سے بھی شتابی کی کہ کرنیل سٹوڈارٹ صاحب اُس کے خیمہ میں آئے اور یہ خبر لائے کہ بمبئی کی ایک سپاہ جس کی مدد کے لئے جنگی جہاز بھی موجود تھے خلیج فارس میں جزیرہ کرک پر قابض ہوئی ہے شاہ کو چاہیئے کہ وہ ابھی ہرات سے مراجعت کرے ۔ عہد نامہ کے موافق خلیج فارس میں اس سپاہ کا بھیجنا لارڈ پامرسٹون کو جائز تھا ۔ ۹ ۔ ستمبر ۱۸۳۸ء کو ہرات سے شاہ چلا گیا ساڑھے نو مہینہ محاصرہ رہا ۔

۱۸۳۶ء میں وسط ایشیا میں روسیوں کی سازشوں نے نئی نئی عداوتیں اور حسدیں پیدا کیں۔
ہندوستان میں غوغا مچا کہ انگریزی عملداری میں خلل پڑا۔ سفیروں نے جو اور آدمیوں کی آنکھوں سے دیکھتے
تھے اپنی بکواسیں شروع کیں۔ افسروں نے جو صرف اسی بات کو دیکھتے تھے جسکو وہ دیکھنا چاہتے تھے
رپورٹ بازی شروع کی اور انگریزی اخباروں اور رسالوں نے ہندوستان اور افغانستان کے بازاری
گپوں کو اناپ شناپ چھاپنا شروع کیا۔ انگریزی تجارتوں کے لئے نئے نئے بازار تجویز ہونے لگے۔
غرض ان سب باتوں نے ملکہ گورنمنٹ کے دل میں یہ نقش جما دیا کہ جس خوف کا وہم پیدا ہوا ہے اُس کی دوا
بہت جلدی کرنی چاہئے۔ یہ حکائتیں پہلے ہی سے چلی آتی تہیں کہ ہندوستان پر افغانوں و ایرانیوں
و ترکوں کے حملے ہمیشہ سندھ کے پار کے پہاڑوں پر سے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ خیال نہیں کیا جاتا تھا کہ
حملے ہندوستان پر اس حالت میں ہوئے تھے کہ اندرونی فسادوں کے سبب سے ہندوستان خستہ حال
اور ناتوان تھا۔ اب برٹش گورنمنٹ جو سمندری قوت پر مبنی ہے وہ ہندوستان کی بڑی زبردست
پشت و پناہ ہے۔ کیسے پھر وہ حملے وقوع میں آسکتے ہیں۔ مگر یہ خیال بڑا پختہ تھا کہ ہرات پر ایرانیوں کے
قبضہ ہو جانے سے روس کے لئے ہند کا دروازہ کھُل جائے گا۔ وہ ایران کو بلی کے پنجہ کی طرح اس
فتح کی تدابیر عظیم میں کام میں لائے گا۔ جو پیٹر اعظم زار روس نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ
ہندوستان پر حملہ کیا جائے گا۔ وہ پورا ہو کر رہے گا۔ مگر یہ وصیت نامہ اُس وقت کا تھا کہ ہندوستان
میں انگریزی عملداری کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ اسوقت انگلینڈ میں لارڈ پامرسٹون وزیر دول خارجیہ
تھے۔ سرجان ہوپ ہوس کورٹ ڈائرکٹرز کے پریسیڈنٹ تھے اُن کی ہدایتوں پر گورنمنٹ چلتی
تھی سیکرٹ کمیٹی کی معرفت لارڈ آک لینڈ کے پاس اُنکے احکام بھیجے جاتے تھے۔ جن کے موافق روس
کی ان سازشوں کی جو وہ ہندوستان کی حد کے ہمسایہ میں کرتے تھے۔ رفع دفع کی تدابیر
کی جاتی تھیں۔ برٹش گورنمنٹ ہند نے انگلینڈ کی ہدایتوں کے موافق الگسینڈر برنیز کو تجارتی سفیر
بنا کے کابل بھیجا۔ صاحب ممدوح کا حال یہ ہے کہ وہ بمبئی کی سپاہ کا کپتان تھا اولوالعزم سیاح اور
زبانوں کا جاننے والا تھا۔ وہ ۱۸۳۰ء میں سرجان مالکم گورنر بمبئی کے حکم سے سندہ کی راہ سے لاہور
بھیجا گیا تھا اور لارڈ ایلن برا کے گھوڑے تحفہ رنجیت سنگھ کے لئے بھیجے ہوئے ساتھ لے گیا۔
امیران سندھ انگریزوں سے حسد رکھتے تھے جب کسی انگریز کو اپنے ملک میں دیکھتے تھے تو اسکو یہ جانتے

تھے کہ ہمارے ملک کے فتح کرنے کے لیئے یہ پہلا قدم آیا ہے۔ اُنہوں نے برنیز صاحب اور اُن کے مصاحبین کو کئی مہینے تک آگے جانے نہیں دیا مگر وہ سب دقتیں رفع کر کے لاہور پہنچے۔ شیر پنجاب نے اُن کا خیر مقدم بڑے تپاک سے کیا۔ اور جب تک وہ رہے ان کی تواضع و تکریم کی ؛

برنیز صاحب یہ سفر کر کے شملہ پر لارڈ ہیٹنگز گورنر جنرل پاس آئے اور اپنے سفر کی ساری داستانیں اُن کو سنائیں۔ اور سندھ کی تحقیقات کی تدبیریں تبلائیں۔ جن کو گورنر جنرل نے پسند کیا پھر اُن کے حکم سے اس نے ایک بڑا خطرناک سفر دور و دراز اختیار کیا۔ کہ کابل و بخارا میں گیا۔ اور وہاں سے ایران ہوتا ہوا بمبئی میں پھر آیا۔ ۱۸۳۳ء میں وہ کلکتہ سے ولایت میں آیا۔ اور اپنا عمدہ سفر نامہ چھپوایا اور ۱۸۳۵ء میں وہ ہندوستان میں آیا۔ اور حیدرآباد دارالسلطنت سندھ میں بھیجا گیا۔ اُس نے یہاں کے امیروں سے یہ حکم حاصل کر لیا کہ وہ دریاء سندھ کی پیمایش کرے۔ الیٹ آک لینڈ نے اُسکو سفیر بنا کے دوست محمد خاں کے دربار میں بھیجا۔ نومبر ۱۸۳۶ء وہ پھر بمبئی میں جہاز میں بیٹھا اور اپنی اُس پولیسی کا کام شروع کیا کہ انگریزوں کے لیئے تجارت کے واسطے دریاء سندھ کا راستہ کھل جائے اور افغانستان کو بھی آنکھوں سے دیکھا جائے کہ وہاں کیا کام ہو رہے ہیں۔ برنیز صاحب ہی تجارت کی ایجنسی کی تدبیریں دو برس سے لگے ہا تھا مگر اسکو پرانے تجربہ کار انگریز نا پسند کرتے تھے۔ اسوقت سر جارج ٹکر صاحب کورٹ ڈائرکٹرز کے پریسیڈنٹ تھے۔ اُنہوں نے اس تدبیر کو برا بتلا کے کہا کہ یقینی اس تجارتی ایجنسی کا تنزل پولیٹکل ایجنسی میں ہو جائے گا۔ جس کے سبب سے افغانوں کی پولیٹکس کے جال میں ہم پھنس جائینگے۔ سر چارلس مٹکاف برسوں سے بہت سوچ سمجھکر ان تمام کوششوں کے برخلاف رائے زن تھے جو دریاے سندھ کے پار کے ملکوں میں مخفی یا علانیہ مداخلت کے لیئے کی جاتی تھیں۔ وہ پہلے بھی دریاے سندھ کی پیمایش کے برخلاف تھے جو اس بہانہ سے کی گئی تھی کہ لاہور سفارت جاتی ہے۔ وہ اس دھوکہ بازی میں برٹش گورنمنٹ کی کسر شان جانتے تھے۔ وہ برنیز صاحب کی تجاویز پر متبن اعتراضات کرتے تھے۔ مگر گورنمنٹ ہوس پر بہت طرفوں سے ایسا زور پڑا کہ وہاں دانشمندانہ صلاحوں پر غالب آیا۔ اور وہاں سے بمبئی میں ہدایتیں بھیجی گئیں جن کے سبب سے ایک فہم کی ہوشیاری پر یہ معاملہ چھوڑا گیا جس کی رائے اس معاملہ میں صائب اور صواب پر نہ تھی برنیز صاحب نے سندھ اور پنجاب میں خیریت و عافیت سے سفر کیا اور سکھوں کی مدد لے کر وہ درہ خیبر میں آیا اور

ستمبر ۱۸۳۷ء میں کابل میں دوست محمد خاں نے اسکا خیر مقدم بڑے کروفر سے کیا یہ امیر کابل میں گیارہ
برس سے فرمانروائی کرتا تھا وہ بارک زئی میں سب سے زیادہ لائق امیر تھا۔ اسکے بھائیوں نے سدوزیوں
کا سارا ملک آپس میں تقسیم کر لیا تھا قندھار میں اُسکے تین بھائی حکمرانی کرتے تھے۔ مگر اسکے دو بھائیوں سے
پشاور کو سکھوں نے چھین کر پنجاب میں شامل کر لیا تھا۔ اس عزیز صوبہ کے چھن جانے سے امیر کے دلمیں
ایک کانٹا چبھا کرتا تھا قدیمی افغانستان کی سلطنت کا پشاور ایک اچھا صوبہ تھا۔ کافر سکھوں کے ہاتھ سے
اسکے چھڑانے کا ارادہ اسکے دل میں ہر وقت رہتا تھا اسی ذہن میں اسنے ایران کے شیعہ شاہ سے
صلح کی التجا کی روسیوں سے عہد و پیمان کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اب تو کابل میں انگلش ایجنٹ آگیا جو
اسکا مہمان پانچ برس پہلے بھی رہ چکا تھا اسلئے پھر اُس کی ہمت بندھی کہ وہ ہندوستان کے مالکوں
کے طفیل سے جو رنجیت سنگھ کے بڑے دوست تھے اپنے دلی مقصد کو حاصل کرے برنیز کو یہہ
خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں روسیوں کے دم میں امیر دوست محمد خان نہ آجائے اسلئے وہ اپنی بڑی جدت
طبع سے اپنے قوم کے اغراض لگا لینے کی پیش قدمی کے لیئے سعی بلیغ کرتا تھا۔ اس نے اپنے ایک
دوست کو خط میں لکھا کہ میں یہاں صرف تجارت کی حالت دیکھنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس ملک کی
تفتیش کے لیئے اور یہاں کے معاملات کے تجسس کے لیئے اور اس فیصلہ کے واسطے کہ بعد ازاں
کیا کرنا چاہیئے آیا ہوں سو بعد ازاں ابھی اُسکے سوچنے کے واسطے آگیا ۔

جس ملک میں تجارت نام لینے کے قابل بھی نہو اُسمیں تجارتی سفارت بالکل نظر سے غائب ہوگئی
اور اسکی بجائے امیر سے اور اُس کے مشیروں سے پولیٹکل گفتگوئیں ہونے لگیں۔ دوست محمد خان نے
وہی تجویز پسند کی جو اُسکے آزادانہ دل مہمان انگریز نے بتلائیں۔ برنیز صاحب نے جس بات کی سفارش
کی امیر صاحب نے اُسکو بسر و چشم قبول کیا وہ برٹش گورنمنٹ کی مرضی کے موافق کام کے کرنے پر
راضی تھا بشرطیکہ وہ رنجیت سنگھ سے پشاور اسکو واپس کرادیں۔ جس کو سکھوں نے اسوقت کہ
سے چھین لیا کہ امیر شاہ شجاع سے لڑنے کو گیا تھا اگر پشاور امیر کو مل جائے تو پھر وہ اور سلطنتوں کے
ساتھ عہد و پیمان و سازشوں و امیر شعون کرنے سے کچھ سروکار نہیں رکھیگا اور قندھار میں جو اس کے
بھائی حکمران ہیں ان کو حکم دیگا کہ وہ ایران کے ساتھ کوئی ارتباط اور تعلق نہ رکھیں
اور ضرورت کی صورت میں اسکو یہ بھی منظور ہے کہ پشاور اسکو اس شرط سے مل جائے کہ وہ باج و

خراج رنجیت سنگھ کو دیا کرے برنیز صاحب کو صرف یہ توقع تھی کہ رنجیت گو اپنی اس فتح جدید کو پیش بہا جانتا ہے مگر وہ یہ قبول کرے گا کہ وہ پشاور کو دوست محمد خان کے بھائی سلطان محمد خاں کے حوالے کردے مگر جب اس تجویز کو امیر کے روبرو بیان کیا تو وہ بہت بڑبڑایا کہ اس سے ناحق فائدہ اسکے بھائی کو پہنچے گا جو اسکا جھوٹا دوست اور دشمن جان ہے۔ لیکن برنیز کے بیان سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ اکتوبر میں وہ اس بات پر راضی ہوگیا تھا۔ کہ اگر اسکے دوستوں کی یہی صلاح ہے تو وہ اس تلخ گولی کے نگلنے میں پرہیز نہیں کرے گا برنیز صاحب کو اس کی وفاداری اور صداقت پر اعتماد کلی رکھتا تھا مگر وہ اس سے کوئی وعدہ نہیں کرتا تھا امیر کے ہاتھ سے پشاور چھن جانے کی کیفیت یہ ہے کہ شاہ شجاع اپنی پناہ گاہ لدھیانہ سے پھر تخت سلطنت حاصل کرنے کے لئے متواتر سازشیں اور پیش بندیاں کرتا رہا مدت تک وہ اپنی تدابیر میں ناکام رہا۔ مگر ۱۸۳۲ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ سے اُس نے کچھ ساز باز کر لیا۔ شاہ شجاع نے انگریزی گورنمنٹ ہند سے روپے کی امداد چاہی تو گورنمنٹ ہند نے اسکو یہ جواب دیا کہ اُس نے یہ پولیسی اختیار کر رکھی ہے کہ وہ کسی غیر کی طرفدار نہیں ہوتی۔ اپنی پولیسی کے برخلاف شاہ کی امداد کرنا مناسب جانتی ہے مگر گورنمنٹ نے اپنی دانائی کے خلاف یہ کام کیا کہ چار مہینے کی پنشن سولہ ہزار روپے اسکو پیشگی دیدئے اگرچہ جنگ کے لئے یہ رقم حقیر تھی۔ مگر امداد ضرور تھی۔ فروری ۱۸۳۳ء میں شاہ اپنی مہم پر روانہ ہوا اور امیران سندھ پر فتحیاب ہوکر قندہار پہنچا۔ اور اسکے حصار کا محاصرہ کیا۔ لیکن امیر دوست محمد خان نے کابل سے جاکر اپنی محصور سپاہ کی مدد سے محاصرہ کو اٹھا دیا۔ شاہ شجاع کو فاش شکست ہوئی وہ اپنا توپ خانہ اور سارا سامان جنگ اور خیمہ ڈیرہ چھوڑ کر بھاگا اور لدھیانہ میں چلا آیا اس طرح جنوب میں دوست محمد خاں لڑائی میں جب مصروف ہوا تو رنجیت سنگھ کی فوج نے دریائے اٹک سے پار اُتر کر افغانستان کا صوبہ پشاور امیر کے دو بھائیوں سے چھین لیا۔ اور افغانوں کو درۂ خیبر میں نکال دیا۔ پشاور سے سکھوں کے نکالنے میں دوست محمد خاں کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اسکو یہ شبہ پیدا ہوا کہ رنجیت سنگھ کے ناحق حملہ کی کامیابی میں برٹش گورنمنٹ نے اغماض کیا اب اس نے اپنے استحکام کے لئے ایران کے ساتھ مصالحت کرنی اختیار کی۔ افسوس ہے کہ امیر اور سفیر اپنے حسابوں میں اپنے مخالفین گورنر جنرل اور رنجیت سنگھ کو شمار نہیں کرتے تھے لارڈ آکلینڈ کی نیت میں خواہ کچھ ہی باتیں ہوں مگر یہ اور رنجیت سنگھ دونوں جانتے تھے کہ یہ تجارتی سفارت صرف پولیٹکل سازشوں کی نقاب و پردہ ہے۔ دوست محمد خان کی یہ دلیل بڑی معقول تھی کہ جو سلطنت میری

دوستی کی خواستگار ہے وہ دوستی کے معاوضہ میں مجھے کوئی اچھی شئے دے۔ برنیز صاحب کو یقین تھا کہ
اُن کی ہدایتیں امیر دوست محمد خاں کو برٹش گورنمنٹ کا دوست صادق بنانی ہیں اور افغانستان میں
یقینی اس زمانہ میں امیر سب امیروں سے اعلےٰ و برتر ہے ان لیا جائے کہ گورنمنٹ کی پولیسی آگے بڑھنے
کی ایک ضروری امر تھا تو چاہیئے تھا کہ برنیز جو اپنے اختیار سے امیران قندہار کو اس شرط پر تین لاکھ پونڈ
روپے دینے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ ایران سے کوئی اپنا تعلق وارتباط نرکھیں تو برٹش گورنمنٹ اس وعدہ کی
موئید ہوتی مگر بجائے اسکے کہ لارڈ آک لینڈ اپنے سفیر کو ایسا اختیار دیتے کہ وہ امیر دوست محمد خاں اور
اُسکے بھائیوں کو قوی دوست بناتے اور رنجیت سنگھ پر ایسے دباؤ ڈالتے کہ سارے مقاصد امن وصلح سے
حاصل ہو جاتے اُنہوں نے ایک سال کے بعد اس کام کو ایک محاربہ عظیم بڑی لاگت کا بنا لیا۔ گورنر جنرل یہ سوچ
سیکھے بیٹھے تھے کہ امیر دوست محمد خان کا اعتبار نہ کیجئے جس پر برنیز صاحب کو بالکل اعتماد تھا کہ رنجیت سنگھ
کی ہرگز یہ مرضی نہ تھی کہ امیر کو کسی شرط پر پشاور دیجئے وہ امیر سے عداوت بہ نسبت محبت کے زیادہ رکھتا تھا
اور لارڈ آک لینڈ بذات خود کوئی اپنی مستقل پولیسی نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے چیف سکرٹری ولیم میک ناٹن اور
ستلج کے سرحد کے ایجنٹ کپتان کلوڈ ویڈ کے کہنے سننے پر چلتے تھے۔ یہ دونوں خاص کر ویڈ صاحب شاہ
شجاع کی طرفداری کا کلمہ پڑھتے تھے۔ شاہ نے لدھیانہ کو اپنا مامن بنا رکھا تھا اس جلاوطنی میں بیٹھے بیٹھے اپنے
لئے تخت سلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے سازشیں اور موشگافیاں کرتا تھا۔ ویڈ صاحب نے
اُس کی ہمت بند ہوائی اور ولیم بنٹنگ کی سہل انگاری سے اور رنجیت سنگھ کی چپ چپاتی مدد سے ۱۸۳۲ء
میں افغانستان کے دوبارہ فتح کرنے میں اسنے کوشش کی ۱۸۳۴ء میں قندہار پر دوست محمد خان سے پھر
شکست پائی اور بڑی ہزیمت اٹھا کر پھر اپنے پرانے آشیانے میں آیا اور اپنی ناکامیوں کے انڈوں کو
بیٹھ کر سینا شروع کیا اور نئی نئی سازشیں کرتا رہا اور سرکار انگریزی کی فیاضی سے پنشن پاتا رہا۔ ویڈ صاحب
گو بیدل ہو رہے تھے مگر بالکل مضمحل نہ ہوئے تھے۔ ان میں ابھی اتنی سکت باقی تھی کہ وہ شاہ شجاع کی بحال
ہونے کے لئے کوشش نہیں کرتے تھے۔ مگر اُسکے دشمن کے دل شکستہ کرنے میں سعی کرتے تھے۔ جس نے
اس پر تین دفعہ فتح پائی تھی۔ وہ بھی برنیز صاحب کی طرح روسیوں کے حملہ کے خوف کے غالب ہوتے
سے دل فگار رہتے مگر وہ یہہ نہیں جانتے تھے کہ ایک زبردست سلطنت جیسی امیر دوست محمد خان فرمانروا
رہے وسط ایشیا کے معاملے طے کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ہندوستان کی امن وعافیت

زیادہ تر افغانستان کے امیروں کی نااتفاقی اور رنجیت سنگھ کی استیلا دو استعلا پر منحصر ہے برنیز صاحب جو
مراسلات گورنر جنرل پاس بھیجتے تھے وہ سب اول ویڈ صاحب کے ہاتھ میں آتے تھے جس میں امیر کے حق میں
جو مویدو مفید خیالات ہوتے اُن میں اپنی طرف سے حاشیے چڑھا کے اُن کی منفی اور تردید کرتے اور پھر گورنر
جنرل کے پاس بھیجتے۔ برنیز صاحب نے جو اپنے حد اختیار سے باہر یہ کام کیا تھا کہ امیران قندہار کو تین لاکھ
روپیہ دینے کا وعدہ کر لیا تھا اُسپر گورنمنٹ نے اُن کو لتاڑ بتائی اور حکم دیا کہ وہ بلطائف الحیل اپنے اس
وعدے کو منسوخ کرائے لارڈ آک لینڈ نے دوست محمد خان کو ایک علیحدہ خط میں زور سے لکھا کہ
وہ پشاور کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال بالکل دل سے نکال ڈالے اور گورنمنٹ ہند کے اوفنوں اشتول
پر پورا اعتماد کرے اور سلطنتوں سے عہد و پیمان کرنے سے اجتناب کرے ورنہ گورنمنٹ کی یہ مہربانی اسکے
حال پر نہیں رہے گی۔ کہ وہ اسکے اور رنجیت سنگھ کے درمیان اُسکے بچاؤ کا واسطہ بنے یہ خطوط جنوری سنہ ۱۸۳۸ء
میں بریلی کے کیمپ سے گورنر جنرل نے بھیجے تھے۔ اگر برنیز صاحب کو یہ اختیار دیا جاتا کہ وہ دوست محمد خان کی معقول
مددوں کے پیش کرنے کا وعدہ کرتا تو کابل کی لڑائی سے بالکل رہائی ہو جاتی۔ انگریزوں کے ساتھ امیر اپنے
اتحاد اور مود اور رکھنے کا بڑا میلان رکھتا تھا۔ اُس کی اعلے درجہ کی ذہانت و ذکاوت نے جتلا دیا تھا۔ کہ
ایرانیوں اور روسیوں سے اتحاد رکھنے میں افغانستان کی کوئی بھلائی نہیں۔ سکھوں کا رکاؤ صرف
انگریزوں سے ہو سکتا ہے اُسنے ایک دفعہ سے زیادہ برٹش گورنمنٹ سے اتحاد کے عہد و پیمان کرنی چاہیے
جسکا جواب یہاں سے روکھا پھیکا بھیجا گیا۔ جب امیر نے سنا تھا کہ ہندوستان میں لارڈ آک لینڈ گورنر جنرل
ہوئے تو اُس نے ۱۸۳۶ء کے موسم بہار میں مبارکباد کا خط لکھا اور افغانستان کے معاملات میں اُن کی
صلاح پوچھی۔ اُس نے کہا کہ میں خود اپنے تئیں اور اپنے ملک کو برٹش کے حوالے کرتا ہوں تو لارڈ آک لینڈ نے
اسکو یہ جواب لکھا کہ برٹش گورنمنٹ کا یہ دستورالعمل نہیں ہے کہ اور آزاد سلطنتوں کے معاملات میں
دخل دے مگر لارڈ آک لینڈ کو اس دستورالعمل کے خلاف کام کرنا پڑا اس میں کچھ شبہ نہیں کہ دوست محمد خان
انگریزوں کی طرف میلان خاطر رکھتا تھا۔ آج تک یہ نہ معلوم ہوا کہ امیر دوست محمد خان کے اتحاد سے
گورنمنٹ کیوں انکار کرتی تھی۔ وہ تخت سلطنت پر بالاستقلال بیٹھا ہوا تھا۔ رعایا اسکو پسند کرتی تھی
وہ ایسا ہی اچھا پادشاہ تھا جیسے کہ مشرقی اچھے پادشاہ ہوا کرتے ہیں وہ معتدل امداد انگریزی پر راضی تھا اسمیں
حالت موجودہ کے اندر سچی پولیسی اور افغانستان کے آزاد رکھنے کی قابلیت تھی *

اب سفیر برنیز کے دق کرنے کے لئے اسکو ایک بھوت نظر آنے لگا کہ ادین برک سے قندہار کی راہ سے
ایک روسی سفیر کرنیل ویکووچ کابل میں آیا اُس کے پاس ایک خط تھا جو غالباً اصلی زار روس کی طرف سے
تحریر ہوا تھا۔ جسمیں امیر کی شکرگذاری اُن عہدوپیمان اور اقرارون کی لکھی تھی جو روس اور کابل کی رعایا
کے درمیان باہمی تجارت کے کرنے کی امداد کے لئے ہوئے تھے۔ اگرچہ یہ خط پرخطر تھا مگر اُسکے آنے
سے کچھ دنوں تک برنیز صاحب پر پریشان خیالی کا بخار چڑھا رہا۔ وہ جلد یوں اُتر گیا کہ امیر نے یہ خط برنیز
صاحب کو دیدیا اور سفیر روس کی طرف ذرا التفات نہیں کیا۔ کئی ہفتہ اس کو پوچھا نہیں کہ تو کون ہے
امیر کو یقین تھا کہ برٹش گورنمنٹ اسکے معاملہ کو نظر التفات سے دیکھے گی۔ وہ انگلنڈ سے تھوڑا اسا ملنے پر
بھی ایسا راضی تھا کہ اور سلطنتوں سے بہت ملنے پر ویسا راضی نہ تھا۔ اگرچہ ہندوستان سے اس کے
پاس دلشکن خبریں پہونچیں مگر پھر بھی وہ ویڈ صاحب کے اس فیصلہ ثالثی پر رضی تھا کہ رنجیت سنگہ پر زور ڈال کر
اس کو اور سلطان محمد خان کو بالاشتراک پشاور دلوا دے ؛

۲۱ فروری ۱۸۳۸ء کو امیر دوست محمد خان کے پاس لارڈ آک لینڈ کا ایک خط نامہربانی کا
آیا۔ مگر اس پر بھی امیر نے سفیر روس کو سرد مہری کی نظر سے دیکھا اور اپنے خالص ہمدرد و شکستہ خاطر
برنیز صاحب پر اپنے خیالات جماتا رہا اور بالکل مایوس نہیں ہوا۔ برنیز صاحب جیسے پہلے اپنے کام میں
قوی امید رکھتے تھے۔ ایسے ہی اب مایوس ہو گئے تھے۔ کئی ہفتہ تک امیر کے دربار میں اپنے عہدے پر
رہے اور ملال کے ساتھ امیر کے اور اُسکے مشیروں کے گلے شکوے سنتے رہے۔ ۲۱ مارچ کو پھر امیر
نے گورنر جنرل کو جو اُس سے مانگتا بہت کچھ تھا اور دیتا کچھ نہ تھا۔ لجاجت کے ساتھ خط لکھا کہ
آپ افغانون کے دُکھ اور درد کی دوا کیجئے اور اُن کی تھوڑی سی تقویت و اعانت کیجئے۔ جب اس
آخری عاجزانہ التماس کا جو عدل و انصاف کے لئے کی گئی تھی جواب نہ آیا تو اپریل کے ختم ہونے سے پہلے
قندہار کے امیروں نے امیر کے بھائی کے پاس بطور سفیر کابل میں آیا اور سفیر روس کو گھوڑے پر سوار کرا کے
شاہانہ جلوس کے ساتھ کابل کے بازاروں میں پھرایا۔ ۲۶ - اپریل کو برنیز صاحب نے ہندوستان کو مراجعت
کی اُنہوں نے لارڈ آک لینڈ کی خدمت میں کابل کا حال سچ سچ لکھ بھیجا تھا اور امیر کی امداد کی پولیسی
کی حمایت کی تھی مگر اس کا اثر کچھ نہ ہوا۔ یہاں گورنر جنرل کو تو یہ ست چڑھا ہوا تھا کہ کابل فرمانروا
کی عاجزانہ درخواست پر التفات نہ کیجئے اور اُس کے سارے عہدوپیمان ماننے سے انکار کیجئے

اور ایک جلا وطن معزول بادشاہ کو برٹش انڈیا کے لئے استوار حصار سمجھے۔ سچ ہے کہ جو بودے سرکنڈوں پر جھکتا ہے وہ ہاتھوں کے بل گرتا ہے ؎

ہندوستان کی سرحد سے پرے جو ملک واقع ہیں۔ اُن کے باب میں برٹش مدبروں نے جو پولیسی اختیار کی اس سے زیادہ کوئی سفاہت مشکل سے تصور میں آسکتی ہے۔ بیشک امیر دوست محمد خان کے وزیر بیجا شکایت کرسکتے تھے کہ افغانوں سے ایران و روس و ترکستان سے بالکل مراسلت ترک کرنے کی درخواست کی جاتی ہے اور اسکے معاوضہ میں کوئی عہد و پیمان ایسا نہیں کیا جاتا کہ برٹش گورنمنٹ افغانوں کی محافظت کرے گی۔ یہ خیال بالکل باطل و بیہودہ تھا کہ برٹش گورنمنٹ افغانوں کو رنجیت سنگھ کے ہاتھوں سے بچاوے گی ہنسنے والوں کے لئے یہ موقع ہنسنے کے واسطے خوب ہاتھ لگا تھا کہ ہرات پر چڑھائی کے لئے ایرانیوں کا سفر کرنا اور قندھار میں ایرانی ایجنٹ کا یا کابل میں روس کے ایجنٹ کا آنا شریف بہادر انگریزوں کا دل دہلا رہا تھا۔ ہں خوف کا طاری ہونا تو جب ہنسی کے قابل نہ ہوتا کہ سوائے انگریزی سپاہ کے کسی اور کی سپاہ کو یہ حق نہ حاصل ہوتا کہ وہ جہاں چاہے سفر کرے اور جس سے چاہے لڑے اور برٹش گورنمنٹ کے سوا کسی اور گورنمنٹ کے ساتھ دوستانہ مراسلت کرے تو مجرم ہو۔ اور سوائے انگلش افسروں کے کوئی اور تجارتی سفارت کے بھیس میں پولیٹکل سازشیں کرنے کا مجاز نہ ہوتا۔ ہرات کے پاس جو ایرانیوں کی جنگ ہوئی اسمیں انگریزوں کی شکایت کرنے کی وجہ ایرانی بھی رکھتے تھے۔ انگریزی مدبران ملکی پر روسیوں کی دور و دراز کی حملہ آوری کی زیادتی کا آسیب ایسا چڑھا کہ وہ دیوانے ہوگئے اور تمام اخلاقی اور دانائی کی باتوں کے سننے کے لئے اُن کے کان بہرے ہوگئے وہ عاقبت جو گورنر جنرل کو ایسے غلط سفیہانہ طریقے پر لے چلے جس کی نظیر انگریزی تاریخ میں کہیں نہیں ہے باوجودیکہ برنیز صاحب کو پہلے بہت جھڑکیاں مل چکی تھیں مگر پھر بھی اُنہوں نے ایک دفعہ اور زور لگایا کہ امیر دوست محمد خان کی طرف لارڈ آک لینڈ کے دل کو ملتفت کرے۔ جون میں جب وہ لاہور کی طرف آتا تھا تو اُس نے میک ناٹن صاحب کو ایک بڑی لمبی چوڑی چٹھی میں امیر دوست محمد خان کے بالکل تباہ ہونے کی پولیسی اختیار کرنے کے باب میں اپنے خیالات کی تشریح لکھی کہ ابھی تک یہ بات باقی ہے کہ اس امر پر دوبارہ خیال کیا جائے کہ ہم کیوں دوست محمد خاں کے ساتھ ہو کر کام نہ کریں؟ امیر کی قابلیت میں شبہ نہیں وہ اپنے دل میں انگریزوں کی نسبت اعلےٰ درجہ کی رائے رکھتا ہے جو ہم اوروں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں اس سے آدھا بھی اُسکے ساتھ کرینگے تو وہ کل ہی روس و ایران کے ساتھ اپنے تعلقات

کو ترک کردیگا میرے نزدیک سب سے زیادہ بہتر پولیسی یہ ہے کہ کابل کو فی نفسہ مستحکم اور قوی کرنا چاہیئے۔ اسمیں باہم نفاق پیدا کرکے ضعیف و ناتواں نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر لارڈ آک لینڈ نے اپنے ۲ امئی ۱۸۳۸ء کے منٹ (نوشتہ) میں امیر دوست محمد خان کی قسمت کو سربمہر کردیا اس منٹ میں جو تین طریقے وہ اختیار کر سکتا تھا بیان کئے گئے ہیں ان میں سے اس نے بدترین طریقہ اختیار کیا کہ نہ تو وہ افغانستان کو اپنی قسمت پر چھوڑے گا اور نہ وہ امیر کابل کی اور نہ اُسکے بھائیوں کی قندھار میں اعانت کرے گا لیکن اُسکے دوست سکھ کابل میں بشرکت اس سپاہ کے جسکو انگریزی افسروں کے ماتحت میدانِ جنگ میں شاہ شجاع لیجائے گا جو تحریک کرینگے اُس کی وہ حکماً تائید کرے گا مئی ۱۸۳۸ء کے آخر میں لاہور میں میک ناٹن صاحب سکھوں کے فرمانروا سے جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا ایک معاہدہ پر مباحثہ کرتا تھا۔ جس کے بعد ۲۶۔ جون ۱۸۳۸ء کو لاہور میں مصالحت ثلاثہ پر دستخط ہو گئے جس کے موافق رنجیت سنگھ اور انگلش اور شاہ شجاع نے باہم اس امر پر اتفاق کیا کہ افغانستان میں ایک انقلاب پیدا کرکے اسکو اپنا دوست بنائیں۔ اور بارک زیوں سے حکومت چھین لیں اور اس کی جگہ بیہنیا کے جلاوطن نمک خوار کو حکومت دلائیں جو اپنی مدت کی کھوئی ہوئی سلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے میں کوشش کر رہا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ امیر دوست محمد خاں نے کوئی ایسی برائی نہیں کی تھی جو تصور میں بھی آسکتی اور اس نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جو دوستانہ برتاؤ کی استدعا کی۔ وہ گورنمنٹ نے منظور کی۔ جب افغانستان میں جمہور انام نے امیر کی پادشاہی کے حق کو تسلیم کر لیا۔ اور ہر واقعہ نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بڑا قوی اور دانشمند فرمان روا ہے تو ایسے حکمران کے برخلاف یہ مصالحت ثلاثہ ناپاک مصالحت تھی۔ اُن معاہدہ کرنے والوں فریقوں میں شاہ شجاع کا یہ کام تعریف کے قابل تھا اور رنجیت سنگھ کا یہ کام قابل معافی تھا۔ لیکن انگریزوں کا یہ کام بالکل ناحق تھا۔ اسکے لئے جو بہانے وہ بناتے تھے اُن میں جھوٹ صاف روشن نظر آتا تھا۔ گورنمنٹ نے جو پولیسی اختیار کی اس کا سبب یہ تھا کہ وہ روس کی حملہ آوری کا اور سکھوں کی ناراضی کا سفیہانہ اور جاہلانہ خوف رکھتی تھی۔ اُن تمام معاملات کی اصل حقیقت کو انگریزوں کی آنکھوں سے افغانستان کی ۱۸۳۹ء کی بلوبک (وہ کتاب جسمیں گورنمنٹ کی رپورٹیں مطبوع ہوتی ہیں) نے مخفی رکھا اس بلوبک نے اچھی باتوں کو برے لباس میں دکھایا۔ اصل حقیقت حال کو جنگ افغانستان کے مشہور مورخ کے صاحب نے دکھایا۔ مصنف بلوبک نے برنیز صاحب کے خطوط

تاویلیں کر کے انگریزوں کو یہ تبلایا کہ اول سے آخر تک امیر دوست محمد خاں اور اُسکے رشتہ داروں نے
برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دشمنی کے کام استقلال اور شوق سے کئے۔ برنیز صاحب کے مراسلات میں وہ ایک
ایک لفظ اُڑا دیا جو کم از کم اس بات پر اشارہ کرتا تھا کہ دوست محمد خان یہ چاہتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ
ثالث بن کر رنجیت سنگھ کے ساتھ جو اسکا جھگڑا ہے فیصلہ کر دے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ ایران کی
دوستی چھوڑ کر برٹش گورنمنٹ کے۔ اتھ دوستی اختیار کرے۔ برنیز صاحب نے جو خود اپنے دلائل اپنی
امیر دوست کی باتوں پر یقین کرنے کی اور اُسکو ایران کے برخلاف کام کرنے کے لئے تقویت دینے کی
لکھی تھیں۔ وہ کاغذات مطبوعہ سے قصداً خارج کر دی گئیں۔ کہیں سے کچھ الفاظ کہیں سے کچھ فقرے کہیں سے عبارتیں
کی عبارتیں ایسی اُڑا دیں جن کے سبب سے ایسے فصل واقع ہوئے کہ کہیں اُن کا پتہ نہیں لگتا تھا۔ برنیز
صاحب نے جو قندھار کے امیروں کے ساتھ اپنے حد اختیار سے تجاویز کرنے کا وعدہ کیا تھا اس کی
لعنت و ملامت میں جو چوبیں پیرے گراف تھے اُن کو تحویل کر کے تین فقروں میں رکھ دیا۔ جُوان کے
مہینہ میں جو کہ حسن ابدال سے برنیز صاحب نے خط گورنمنٹ کو لکھا تھا اس کا ایک لفظ بھی نہیں چھاپا۔
جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کس زور و متانت سے اس آدمی کے حق میں وکالت کی ہے جس کی
قسمت سربمہر ہو چکی تھی۔ برنیز صاحب کی خود خصلت کی تفضیح چپ چاپ ایسے پیرایہ میں ہوئی کہ جسکے
سبب سے ایک دوست ہمسایہ کا قطعی دشمن بن گیا ہے

اس نئے عہد نامہ میں اس منصوبہ کا کچھ ذکر نہ تھا کہ گورنمنٹ ہند شاہ شجاع کی امداد کس طرح
سپاہ سے کرے گی۔ مگر اس میں ایک دفعہ تھی جس میں لکھا تھا کہ امیران سندھ ایک رقم کثیر بابت اس
خراج کے شاہ شجاع اور اُس کے دوست سکھوں کو ادا کرے کہ اُن پر شاہ افغانستان کے مطیع ہونے
کے سبب سے واجب الادا تھا تاکہ شاہ اپنے خراج کے دعوؤں سے دست بردار ہو۔ مگر ایک مدت
گذر چکی تھی کہ کابل کے جُوے سے امیران سندھ اپنے کندھے کو نکال چکے تھے۔ شاہ شجاع خود قرآن
پر قسم کھا کر اپنے دعووں کو چھوڑ چکا تھا۔ ان فریقوں کا شریک ہو کر خراج کا دعوی کرنا بڑی بےشرمی
کے ساتھ روپیہ کا استحصال بالجبر تھا۔ بس یہ طبع بشری کا مقتضا تھا کہ امیران سندھ اُس پر اس نئے دعوی کے
از سر نو زندہ ہونے پر کینے اور انتقام کے درپے ہو گئے۔ مگر ہنوز اُن کو یہ سبق سیکھنا باقی تھا کہ برٹش گورنمنٹ نے
ضعیف شاہ کے حمایتی بننے میں کیسی غلطی کی اُس کے ساتھ پوری تدبیر کرتی ہے۔ لاہور سے لدھیانہ میں بہت جلد میک ناٹن صاحب

آئے شاہ شجاع نے اُن کا بڑے تپاک سے استقبال کیا شاہ اس توقع میں پھولا نہیں سماتا تھا کہ اُس کو آیندہ پادشاہی دلائی جائے گی۔ دو دفعہ مجالس مشورہ منعقد ہوئیں۔ شاہ شجاع نے اس عہدنامہ پر دستخط کر دئے کہ جسمیں یہ عہد تھا کہ وہ اپنے اندھے جلاوطن بھائی زمان شاہ کے تخت پر دوبارہ بٹھایا جائے گا ۲۷۔ جولائی ۱۸۳۸ء کو میک ناٹن صاحب شملہ پر گئے کہ لارڈ آک لینڈ اور اُسکے مشیروں سے اس سفیہانہ مہم کے باب میں جو گورنمنٹ نے اختیار کی ہے مباحثہ کریں کہ آگے کیا کیا جائے اُس نے گورنر جنرل کو دیکھا کہ اس مصالحت نامہ ثلاثہ میں جو حصہ اُسکے لئے تجویز کیا گیا ہے اس سے وہ بہت آگے جانے کو تیار بیٹھا ہے اور اُس کے دو سکرٹری مسٹر جان کالون و ہنری ٹورین اُس کو جس ڈھلان پر سے کہ وہ پھسل رہا ہے دھکا دے کے نیچے گڑھے میں ڈالنے کو آمادہ ہیں ؎

باب سوم

افغانستان کی جنگ اوّل

ماہ اگست ۱۸۳۸ء کے شروع میں ایرانی ہنوز ہرات کے گرد خیمہ زن تھے کہ ہندوستان میں ایک لشکر جرار جمع ہونے کی تیاریاں اسلئے ہو رہی تہیں کہ وہ شاہ شجاع کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے قندہار و کابل جائے۔ یہ وہ تدبیر تھی۔ جسکو لارڈ آک لینڈ نے اپنے بہترین رائے کے خلاف اختیار کیا تھا۔ اور نہیں اپنی کونسل سے جو کورٹ ڈائرکٹرز کی مرضی کے برخلاف متفق الرائے نہ تھی۔ صلاح و مشورہ نہیں لیا۔ اس مہم کے برخلاف ایسے بڑے بڑے ملیٹری و پولیٹکل مدبر تھے جیسے کہ ڈیوک آف ولنگٹن۔ لارڈ ولزلی۔ سر چارلس مٹکاف مونٹ سٹورٹ الفنسٹن۔ لارڈ ولیم بنٹنک۔ ڈیوک اعظم نے یہ فرمایا کہ افغانستان کی گورنمنٹ کے بندوبست کرنے کے لئے دریائے سندھ سے پار فوج کشی کے لئے جو حرکت کی جائے گی۔ اس کا حال ایسی سخت کا سا ہوگا جس کی جڑ باقی رہے اور نئے پتے ہر سال نکل کر جھڑ جائیں۔ یعنے اول کامیابی بعد ازاں خرابی۔ لارڈ ولزلی نے اس مہم کی یہ ہجو کی کہ ایسے ملک پر قبضہ کرنا حماقت ہے جو سنگستان۔ ریگستان۔ صحرا۔ برفستان یخستان ہو۔ سر مٹکاف نے ارشاد کیا کہ یقینی دریائے سندھ کے پار جا کر اسکے پار کے ملکوں کو چھیڑ نا روسیوں کو خود اپنے

اور بینشکر کشتی کرنے کے لئے راہ تبلاتی ہے۔ ایلفنسٹن نے برنیز کو ایک خانگی خط میں لکھا کہ ہرگز یہ توقع نہیں ہے ایک مفلس۔ سرد۔ قوی۔ بعید ملک میں جنگ جو قوم میں جیسے کہ افغان ہیں۔ شاہ شجاع کے ہم پشت وپناہ وتکیہ گاہ بنے رہیں افغان خوشی سے اس حملہ آور کے ساتھ ہو جائیں گے جو ہم کو ملک سے نکالنا چاہیگا اور اس پر یہ اور اضافہ کیا مجھے کبھی یہ نہیں معلوم ہوا کہ شایستہ مہذب اور ناشایستہ غیر مہذب ریاستوں میں نہایت ربط واتحاد ہوا ہو اور تین سال کے اندر قدرتی منافرت پر اسکا خاتمہ نہوا ہو افغانوں کو جو نفرت ہم سے ہے وہ سکھوں کے ساتھ ہمارے دوست ہونے سے بہت زیادہ ہو جاے گی۔ لارڈ ولیم بن ٹنگ نے جسکے جانشین لارڈ آک لینڈ ہوئے تھے۔ اس مہم پر احوال پڑھ کر کہا کہ یہ حماقت خارج از قیاس ہے ہندوستان میں معلوم نہیں کہ علے العموم انگریزوں کی عقل پر کیا پردہ پڑگیا تھا کہ وہ ایک کوڑھ مغز اور ضعیف القلب احمق۔ بادشاہ کو جس کو اس کی اپنی رعایا نے معزول کیا تھا ایسے فرمان روا کی جگہ تخت نشین کرنا چاہتے تھے جو بارہ برس سے سب حملہ آوروں کے مقابلہ میں فتحیاب ہوا تھا۔

لشکر کشی کے آئین کے موافق ہی سفر دور و دراز پر اعتراض ہوتے تھے جو سندھ کی صحراؤں اور بلوچستان کے ناہموار کوہستان میں ہوا اور پھر ان اعتراضات کا زور اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ اس سفر میں بظاہر ضرورت یہ آن کر پڑے کہ ایران پسندھ پر یہ جبر کیا جائے کہ وہ اپنے ملک میں لشکر وں کے رستوں میں رسد اور بار برداری کے سامانوں کے مہیا کرنے میں امداد کریں جسکے لئے کوئی شرط اُن کے صلحنامہ میں موجود نہ تھی۔ پنجاب میں انگریزوں کا کہنا سننا جب ہی تک چلتا تھا کہ ایک بوڑھا نوشاستانہ جس کے سر پر موت ہر وقت کھڑی رہتی تھی بقید حیات تھا۔ خود شاہ شجاع بار بار اپنی ناخوشی اسبات میں ظاہر کرچکا تھا کہ وہ اپنی پرانی رعایا میں ایسا بادشاہ بنایا جائے جسکا تاج انگریزوں کی توپوں اور سنگینوں نے اُسکے سر پر رکھا ہو۔

بس انگریزوں نے اپنے نزدیک یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ دوست محمد خاں کے تباہ کرنے سے روسیون کی کل تدابیر پریشان وپراگندہ ہو جائینگی۔ اُن کی ہول زدہ گرم کوشی کو کوئی بات ٹھیرا نہیں سکتی تھی۔ بالائے ہند میں انگریزی سپاہ اس تبدیلی کو پسند کرتی تھیں کہ چھاونیوں میں ایک ہی چکر میں پھرنے کے بجائے کسی نامعلوم ملک میں لڑنے کے لیے جائیں۔ ان کو اس کی کچھ پروا نہ تھی کہ ہم کو کس سے لڑنا پڑیگا

لڑائی میں جانتے تھے کہ چھاؤنی کی ہر روزہ قواعد کی اوراوفس کی جفاکشی سے بچیں گے۔ ترقی اورعزت حاصل کرنیکا موقع ملے گا۔ غالب ہونے کی صورت میں اضافہ تنخواہ ہوگا۔ گھر آنے پر بھتہ اور زر انعام ملیگا مثل مشہور ہے ایک لمبے کوچہ میں جسمیں کچھ پیچ ہو آدمی چلتے چلتے گھبرا جاتا ہے۔ اس طرح چھاونیوں میں لشکر پڑے پڑے اکتا گئے تھے۔ اُن کو لڑائی میں جانے کا حکم دلپسند تھا۔ پہلی اکتوبر کو لارڈ آک لینڈ نے اشتہار دیا جسکو سر ہربرٹ اڈورڈس اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ ان میں دوست محمد خان کی نسبت ایسی غلط بیانیاں کی گئیں کہ جس پر روسی مدبر کو بھی حسد ہوتی ہے۔ اس اشتہار میں امیر کابل کی نسبت یہ الزام لگایا گیا۔ کہ اس نے ہمارے دیرینہ دوست رنجیت سنگھ پر بغیر کسی اشتعال کے دفعتاً حملہ کیا۔ اور پشاور پر قبضہ رکھنے کے لئے نامعقول ادعا کا زور لگایا۔ اور اپنی جاہ طلبی اور اولوالعزمی اور تعلی کی وہ تدابیر کیں جو ہندوستان کی سرحد کی عافیت وسلامتی میں خلل انداز ہوئیں اور افغانستان نے ایرانیوں کے ارادہ کی علانیہ امداد کی اور اس اپنے کام میں برٹش گورنمنٹ کے اغراض ومقاصد کا ذرا پاس ولحاظ نہیں کیا۔ ہرات پر ایرانیوں کے حملہ کو بالکل ظلم وستم ٹھیرایا۔ جسمیں قندہار کے امیروں نے ظاہر امداد کی۔ یہ بارک زئی بہرحال ہماری قومی حمایت کی سچی اور ضروری تدابیر کے لئے بالکل نالائق ہیں لہٰذا گورنر جنرل نے یہ ارادہ مصمم کر لیا ہے کہ شاہ شجاع کے پادشاہ بنانے کے لئے حمایت کرے افغانستان میں شاہ ہر دلعزیز ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ اگر کوئی اس میں غیر مداخلت کرے یا اس کے برخلاف کوئی فتنہ پردازی پر مستعد ہو تو سپاہ انگریزی شاہ کی حمایت کرے گی۔ مصالحت ثلاثہ کا عہدنامہ ہرات کی اور ایران سندھ کی آزادی اور سلامتی کا کفیل اور ضامن ہے۔ ان باتوں کے بیان کے بعد اُن اچھی باتوں کا ذکر تھا کہ برٹش گورنمنٹ کے رعب وداب کا ٹھیک اثر یہ ہوگا کہ وسط ایشیا میں آزادی تجارت ہوگی اور سرحد پر امن وامان رہے گا۔ اشتہار میں لارڈ آک لینڈ نے یہ وعدہ کیا کہ جب شاہ شجاع کے زیر فرمان افغانستان آزاد وسالم آجائے گا تو انگریزی سپاہ واپس بلالیجائے گی۔ پڑھنے والے خود دیکھ لیں گے کہ اس اشتہار کے بعض بیانات نہیں بلکہ تقریباً کل بیانات غلط تھے دوست محمد خاں نے رنجیت سنگھ پر نہ کوئی بے اشتعال حملہ کیا تھا نہ اس نے نامعقول دعووں کا دباؤ ڈالا تھا۔ بلکہ انگریزوں کے ساتھ دوستی پیدا کرنے کی کوشش میں بڑا اصرار کیا تھا اور انگریزوں کی دوستی کے لئے وہ ہر شرط کے قبول کر لینے پر تیار تھا۔ ہرات پر فوج کشی کے لئے شاہ ایران دو جہ

قوی رکھتا تھا اگر وہ کامیاب ہوتا تو وہ ایران قندھار کو یہ شہر دے دیتا اور وہ اپنے بھائی فرمان روائے
کابل کے اغراض ومفاد کے لئے اسکو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھتے۔ شاہ شجاع کا افغانستان میں ہردلعزیز
ہونا فقط اس کی زبانی شیخی اور ڈینگ تھی۔ چند سادہ لوح اسکے طرفدار تھے اور اشتہار میں جو یہ لکھا گیا
تھا کہ گورنر جنرل باتفاق کونسل سپاہ کے جمع ہونے کا اشتہار دیتے ہیں جھوٹ تھا۔ اس لئے کہ کونسل کے
ممبروں نے انگلینڈ کو یہ شکایت لکھ بھیجی کہ اس پولیسی کی تکمیل کے باب میں ہم کبھی متفق الراے نہیں ہوئے
لارڈ آک لینڈ کی صفائی اور راستی کے لئے یہ بات مانی جاتی ہے کہ انہوں نے کل معاملہ کو خوف شک
وتعصب کے کھرنجش دیکھا۔ جس نے آنکھوں پر ایسی پٹی باندھی کہ وہ خطرناک حماقت کو اور اس بازی کی عجیب
ناانصافی کو جو اُن کے صلاح کار کھیل رہے تھے نہ دیکھ سکے ۔

کل ستمبر واکتوبر کے مہینہ میں رجمنٹیں اور پلٹنیں اور توپخانے جابجا سے ستلج کے ریگستان کی طرف
فیروزپور کو روانہ ہوتے رہے اور بمبئی میں جُدا ایک لشکر کی تیاری ہو رہی تھی کہ دریا اُتر کر سندھ کے کنارے
پر روانہ ہو۔ ہنوز بنگال کی فوجیں فیروزپور میں نہ پہونچنے پائی تھیں کہ ۱۸۔ نومبر ۱۸۳۸ء کو اشتہار دیا
گیا کہ ہرات سے ایرانیوں کی سپاہ نے مراجعت کی دس مہینے تک وہ محاصرہ کرتی رہی۔ شاہ ایران
کو اس محاصرہ میں بڑا نقصان اُٹھانا پڑا اور روس کی پولیسی ناکام رہی اور برٹش گورنمنٹ کو اُس کا خوف
جاتا رہا۔

اب اسوقت سے لارڈ آک لینڈ کے لئے کوئی عذر معقول باقی نہ رہا تھا کہ وہ افغانستان میں
سپاہ بھیجتا۔ روسیوں کی حملہ آوری کی زیادتی کا ایرانیوں کے پردے میں کوئی خوف نہ تھا۔ یہ بات
آسان تھی کہ وہ گیارہ گھنٹے میں جنگ کابل سے بالکل اپنے تئیں بچا لیتا۔ مصالحت ثلاثہ کے عہدنامہ میں
اس مہم کا ٹھیکہ انگریزوں کو نہیں دیا گیا تھا۔ شاہ شجاع اسکے برخلاف کئی دفعہ اپنی راے ظاہر کر چکا تھا۔
رنجیت سنگھ سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ شاہ شجاع کی بڑی امداد کرے گا۔ اس دوست دیرینہ
رنجیت سنگھ نے انکار کر دیا کہ انگریزی سپاہ کابل کو اس راستہ سے نہ جائے جو اس کے ملک سے گزرتا ہے۔
لارڈ آک لینڈ نے یہ سمجھ کر کہ دوست محمد خان کا تخت سے اُتار دینا حفظ ماتقدم کے لئے ضروری
ہے۔ ۸ نومبر کو دوسرا اشتہار دیا کہ لشکر کشی بدستور قایم رہے گی مگر چھوٹے پیمانہ پر۔ جس کہ مشرقی افغانستان
میں ایک دوست کی سلطنت قایم ہو جائے۔ اور مغربی سرحد پر ہر حملہ آوری کی تدابیر کا انسداد کلی

ہو جائے۔ نومبر کے آخر ہفتے میں فیروز پور میں یہ سپاہیں جمع ہو گئیں۔ چودہ ہزار تنومند سپاہ انگریزی
تھی اور چھ ہزار سپاہ شجاع کی تھی۔ جس کے افسر انگریز تھے۔ مسٹر ہنری فین صاحب کمانڈر انچیف بنگال اس
سپاہ کے سپہ سالار تھے مگر وہ اس سبب سے مستعفی ہو کر ولایت چلے گئے کہ ہرات کے محاصرے کے اٹھ
جانے سے اس مہم کی وقعت اُن کی نظر میں کم ہو گئی تھی۔ اور سپاہ کی تعداد بھی کم ہو گئی تھی اور اُنکی تندرستی
بھی اچھی نہ تھی اور اُن کو میک ناٹن صاحب پولیٹکل افسر اعلےٰ کے ماتحت کام کرنے سے بھی انکار تھا۔ اُنہوں نے
حکم صادر کیا کہ ۹۵۰۰ سپاہ جس کے سپہ سالار ولوبائی کوٹن ہوں گے فیروز پور سے لڑائی پر جائے
اور باقی سپاہ فیروز پور اور لدھیانہ میں رزرو رہیگی اور بمبئی کی ۵۶۰۰ سپاہ کے سپہ سالار سر جان کین
ہوں گے۔ جب یہ دونوں سپاہیں یک جا جمع ہو جائیں گی تو کل سپاہ کے سپہ سالار سر جان کین ہونگے
اور شاہ شجاع کی سپاہ جو سندھ میں ہو کر جائے گی وہ ولوبائی کوٹن کے ڈویژن سے تعلق رکھے گی۔

فیروز پور میں ۳۰۔ نومبر اور پہلی دسمبر ۱۸۳۸ء کو **لارڈ آک لینڈ** اور مہاراجہ رنجیت سنگھ
کی ملاقاتیں شاہانہ ہوئیں اور دربار میں خسروانہ شان وشکوہ دکھائی گئی۔ مہاراجہ کو رخصت کے وقت
لارڈ آک لینڈ نے دو گھوڑ چڑھی توپیں مرصع سب طرح سے آراستہ پیراستہ نذر دیں ؁

یہ شیر پنجاب عیش جسم کاہ اور بادہ خرد افگن سے بہت زار ونزار ہو گیا تھا مگر اب تک شیر دلی اس
یک چشم شیر کی آنکھوں میں چمک رہی تھی۔ وہ جب خیمہ سے اپنی توپوں کے تحفہ کے دیکھنے کے لئے آیا۔ تو
ٹھوکر کھا کر توپوں کے سامنے گر پڑا۔ لارڈ آک لینڈ اور ہنری فین نے جو ان کے دہنے بائیں طرف تھے۔
اُن کو پکڑ کر کھڑا کیا۔ مہاراج اور اُن کے سردار انگریزی توپوں کے آگے گرنے کو بدشگونی سمجھے۔ مگر ایک
شخص نے یہ لطیفہ سنجی کی کہ گو مہاراج انگریزی توپوں کے سامنے گرے مگر برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ
نائبوں نے اُن کو اٹھا کر پھر کھڑا کر دیا۔ اس طرح بدشگون ہی نیک شگون ہو گئی ؁

۱۰ دسمبر کو کوٹن کی سپاہ نے ستلج کے بائیں کنارے پر سندھ کی طرف سفر شروع کیا۔ اسکے
ساتھ تیس ہزار اونٹ اور اڑتیس ہزار بھیر کے آدمی تھے۔ قندھار اور کابل میں سپاہ کے جانے کے لئے
یہ رستہ تجویز ہوا تھا کہ وہ سکھر اور درۂ بولان میں ہو کر گذرے۔ اس رستہ کا طول ایک ہزار میل سے زیادہ
تھا اور اس میں بہت سے چٹیل میدان ایسے پڑتے تھے جن میں پانی کم ملتا تھا اور اونچے نیچے ناہموار تنگ
راہ پہاڑ دشوار گذار آتے تھے۔ جن میں کیا قزاق قومیں یا انگریزوں کی بدخواہ قومیں رہتی تھیں ابتدائی

سپاہ کے آگے کا سفر کرنا کیا اس رسد پر موقوف تھا جو اسکے پاس موجود تھی - یا اس ملک کی رسد رسانی پر جس کے اندر اُس کا گذر ہوتا تھا اور اُسکے حکمرانوں کو ترغیب دیجاتی تھی کہ وہ رسد کو بہم پہونچائیں اس دوسری طرح کی رسد رسانی میں بضرورت وہی طریقے اختیار کئے جاتے تھے جو زیردستوں کے ساتھ زبردست برتتے ہیں - بہاول پور کا خان انگریزوں کا دوست تھا - اسکو تو پولیٹکل ایجنٹوں نے پٹیاں پڑھادیں کہ وہ انگریزی سپاہ کے لئے رسد رسانی کرے مگر امیران سندھ کے لئے جو انگریزوں سے ناخوش تھے - سخت تدابیر عمل میں لانی پڑیں - یہ وقت وہ نہ تھا کہ عہدناموں کے شرایط کے ایفا کا پاس و لحاظ کیا جاتا - ضرورت کا وقت تھا اسمیں سب کچھ کرنا روا تھا - اگر ضرورت بود ہرچہ باشد روا باشد - کرنیل پوٹنجر نے جو کہ حیدرآباد سندھ کا رزیڈنٹ تھا امیران سندھ کو اطلاع دی کہ ۱۸۳۲ء کے عہدنامہ کے موافق جو یہ شرط ہے کہ دریائے سندھ میں سپاہیانہ سامان نہ جایا کرے - وہ لڑائیوں کے زمانہ تک معطل و منسوخ رہے اور ان کو دھمکی دی کہ اگر وہ انگریزوں کی درخواستوں کے برخلاف کام کرینگے یا آیندہ ایران کے ساتھ سازشیں کرینگے تو وہ اپنی آزادی سے محروم کردئے جائیں گے اگرچہ حکمرانی سے معطل نہیں کئے جائیں گے اور وحشیانہ بےباکی سے اُن کو یقین دلایا کہ انڈین امپایر کی سلامتی اور عافیت کے لئے ضرورت کی صورت میں خواہ وہ بعید ہی کیوں نہو - اس سپاہ تیار شدہ سے یا اور سپاہ طلب شدہ سے اُن کا مار کر چور نکال دیا جائے گا ادہر برنیز اور پوٹنجر و میکناٹن نے اُن پر دباؤ ڈالا ادھر اُن کی دارالسلطنت میں لشکر آیا اور ولزلی نے کراچی پر حملہ کیا ان سب باتوں نے بےکس بےبس امیران سندھ کو مجبور کیا کہ وہ کم بختی پر صبر شکر کریں - انہوں نے کچھ دنوں کے لئے انگریزوں کو دریائے سندھ کے کنارے پر سکھر اور روڑی کے درمیان کے جزیرہ کا قلعہ بکھر حوالے کردیا اور مصالحت ثلاثہ کے عہدنامہ میں شاہ شجاع کو جو رقم خراج دینے کی مقرر ہوئی تھی - وہ اُن امیروں نے ادا کی اور ۶ - فروری کو امیران سندھ سے یہ نیا عہد و پیمان ہوا کہ تھوڑی سپاہ سندھ میں رکھی جائے - اور تین لاکھ روپیہ سالانہ اسکا خرچ وہ دیں گے - کین صاحب نے اپنا سفر کوٹری سے دریائے سندھ کی داہنی طرف شروع کیا اور کوٹن صاحب روڑی کی طرف دریا پار اُتر کر سفر کرکے شکار پور میں آگئے - جہاں شاہ شجاع کا لشکر اُن کی راہ تک رہا تھا - میکناٹن صاحب اُسکے ساتھ تھے - ۲۲ - فروری ۱۸۳۹ء کو شکار پور سے کوٹن کی سپاہ درہ بولان کے پاس

دادر کی طرف چلے۔ یہ سفر ۱۷ اپریل کا بڑے سنسان اور ویران ملک میں تھا ۹۶ میل میں صحرا تھا جس میں کہیں خال خال دیہات نظر آتے تھے اس میں اونٹ قسم کا دانہ چارہ پانی بھی کم یاب تھا۔ بہت پہلے سے اس رستے پر ایسے لشکر کے لئے سامان مہیا نہیں کیا گیا تھا جس میں سپاہ اور اور بہیر و بنگاہ کے آدمی ۸۰ ہزار تھے اور گھوڑے تین ہزار اور اونٹ تیس ہزار ۔

۱۰۔ مارچ کو کوٹن کی سپاہ دادر میں پہونچی۔ بیماری کے سبب سے سپاہ بہت ضعیف ہو گئی تھی اونٹ اور گھوڑے اور بہیر کے آدمی بہت مر گئے تھے اسباب کی خورجیان بہت تلف ہو گئی تھیں غرض سپاہ سفر کے قابل نہیں رہی تھی۔ چند روز اس نے یہاں قیام کیا۔ ۱۶۔ مارچ کو اس نے پھر اپنا تھکانیوالا سفر درۂ بولان کے سنگستان کی راہوں میں شروع کیا جو ساٹھ میل تک پیچ در پیچ کھاتی ہوئی اُن پہاڑوں میں جاتی ہیں جو سندھ اور بلوچستان کے درمیان حد فاصل ہیں۔ سات روز میں اس مصیبت ناک سفر سے مکمل کر کے بڑی مبارک سرسبز و شاداب وادی شال میں سپاہ آئی۔ ان دنوں میں سینکڑوں اونٹ مر گئے تھے اور مرتے جاتے تھے۔ پیچھے جو بریگیڈ رہ گیا تھا اُسکو صحرا نورد بلوچیوں نے بہت ستایا اور جو موقع اُنکو خورجیوں اور اسباب سفر کے لوٹنے کا ہاتھ آیا۔ اسکو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ تین دن بعد وادیٔ شال کی مرتفع زمین کوئٹہ میں بریگیڈ آیا۔ جہاں اُس کی تھکی ہوئی سپاہ نیم گرسنہ نے بمبئی کی اور شاہ شجاع کی سپاہ کا انتظار دیکھا

۶۔ اپریل کو کل سپاہ جمع ہو کر کوئٹہ کے گرد خیمہ زن ہوئی۔ سر جان کوٹن اسکے سپہ سالار ہوئے کابل کی سڑک پر پہونچتے پہونچتے بیس ہزار اونٹ اور بہیر کے بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے ڈیرے خیمے اور اسباب غارت ہو گئے۔ منزل مقصود تک پہونچنے سے پہلے سپاہ کو نصف خوراک ملی ۔ شال سے جو تھوڑا سا سامان رسد بہم پہونچا لیا تھا۔ وہ ختم ہو گیا آگے خان قلات کا ملک تھا جس میں پیداوار اتنی کم تھی کہ خان کافی سامان رسد نہیں بہم پہنچا سکتا تھا۔ مگر وہاں سے کچھ اناج ملا۔ اور چند ہزار بھیڑیں ملیں جو لشکر کے خرچ کے لئے اُونٹ کے منہ میں زیرہ تھیں۔ اب صرف یہ بات باقی رہی تھی کہ قندھار کی طرف ناہموار سر دبرہنہ پہاڑوں میں سفر کیا جائے اُن میں ایک نہایت تنگ درہ آیا جو ڈرانے میں درہ بولان سے کچھ کم نہیں تھا۔ خجک کی پتھریلی اور برف سے ڈھکی ہوئی ڈھلانوں پر چھوٹی بڑی توپوں کو آدمی اپنی طاقت اور دم خم سے لیگئے۔ یہ خوش نصیبی تھی کہ آگے بڑھنے کے لئے مزاحمت کرنے والا کوئی دشمن سوائے صحرا نورد افغانوں یا بلوچیوں کے کوئی اور نہ تھا۔ مگر اسباب کی خورجیوں خیموں اونٹوں اور سامان جنگ کے ذخیروں کا تلف ہونا ایک

بڑی مصیبت تھی گھوڑے اور آدمی بھوک پیاس تکان کے مارے فرسودہ اور درماندہ ہو گئے تھے۔
۱۰- اپریل کے کوچ میں اٹھاون گھوڑے مر گئے۔ توپخانے کے گھوڑے اسقدر کمزور ہو گئے تھے
کہ توپوں کے جوتوں سے وہ الگ کر دیئے گئے تھے۔ اور بجائے اُن کے توپوں کو آدمی کھینچتے تھے۔ ۲۶-
اپریل ۱۸۳۹ء کو قندہار کے سامنے سپاہ کا ایک بڑا حصہ آیا۔ ۴- مئی ۱۸۳۹ء کو بمبئی کی آخر سپاہ اس شاداب
وادی میں آئی جسمیں مغربی افغانستان کا دار السلطنت قندہار واقع تھا۔ اس شہر کے اُمرا اس خبر کے سنتے ہی
کہ کوئٹہ سے انگریزی سپاہ چلی ہے فرار ہو گئے۔ انگریزوں کا شہر پر قبضہ ہو گیا۔ ۸ مئی کو دستور کے موافق
شاہ شجاع کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ لیکن رعایا نے اپنے قدیمی درانی خاندان شاہی کے پادشاہ کے پھر شاہی
تخت پر بحال ہونے کی کچھ خوشی نہیں منائی پہلی ہی اہل قندہار کو احمد شاہ کے اس بیٹے سے محبت بہت کم ہو گئی
تھی۔ اور اب یہ دیکھ کر رہی سہی محبت بھی بالکل جاتی رہی کہ وہ فرنگیوں کے ہتھیاران کے گھر میں لایا ہے۔ اب
وہ شاہ سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ سبک ناٹن صاحب نے جو بیان کیا ہے کہ یہاں کی رعایا نے بڑے دل سے
مبارک سلامت کا غل مچایا بالکل غلط ہے۔ قندہار ایک بڑا بے رونق شہر تھا۔ اسمیں کچے مکانات اور شہر
کی فصیل اینٹوں کی بنی ہوئی تھی ؀

شاہ شجاع نے قندہار میں ایک دربار شاہانہ کیا جسمیں ہر ایک انگریزی افسر دستور کے موافق پادشاہ کے
روبرو پیش ہوا۔ انگریزوں کے سوا رعایا میں سے کسی نے پادشاہ کو مبارکباد نہیں دی۔ رعایا تو انگریزوں
کی صورت دیکھ کر جلی جاتی تھی۔ اس نے غصہ میں آنکر انگریزی افسروں کی ایک جماعت پر حملہ کیا اور ایک افسر
کو قتل اور باقی کو زخمی کیا۔ اور پھر وہ چلتی بنی۔ کین صاحب یہاں ۲۷- جون تک مقیم رہے اور پھر غزنی کی
طرف کوچ کیا۔ اور قندہار میں ایک دستہ سپاہ چھوڑی اور بدقسمتی سے بھاری توپیں بھی یہیں چھوڑیں۔ جو
بڑی مشکل سے درہ بولان اور خوجک سے یہاں تک آئی تھیں ؀

۲۰- جولائی ۱۸۳۹ء کی سرجان کین کے پاس خبر آئی کہ غالباً انگریزی خیمہ گاہ پر حملہ ہو گا۔ قلعہ غزنی
نصف میل کے فاصلہ پر دشمنوں کے چند سوار نظر آئے۔ جارج لارنس اور ایک سوار کی ملاقات ہوئی
جسکا بیان صاحب ممدوح اپنی کتاب چہل و سالہ کی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سوار نے اُن سے بیان کیا کہ آپکے
لشکر گاہ کو اور اہل لشکر کو میں نے دیکھا اور حقارتاً اُس نے کہا کہ آپ لوگوں کی سپاہ خیموں اور اونٹوں کی ہے
اور ہمارا لشکر سپاہیوں اور گھوڑوں کا ہے وہ کہتا تھا کہ کس چیز نے آپ لوگوں کو ترغیب دلائی۔ جو

آپ کروڑوں روپے صرف کر کے ہم لوگوں کے اس مفلس پہاڑی ملک میں جہیں نہ لکڑی ہے نہ پانی اس غرض سے آئے کہ ہم پر ایک بداقبال شخص کو پادشاہ بنائیں۔ جسکو ہمارا پادشاہ دوست محمد خان فوراً ہی آپ لوگوں کے واپس جانے کے بعد نکال دے گا۔ جو کچھ اُس نے کہا سچ تھا۔ اس لئے جارج لارنس نے اس سے زیادہ قیل و قال نہیں کی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ غزنی پر سخت لڑائی ہوگی۔ اس لئے فوج صف بستہ ہو کر آگے بڑھی۔ بھاری توپوں کے ساتھ نہ لانے اور ۲۳۰ میل کے فاصلہ پر قندھار میں چھوڑ آنے کا افسوس تھا۔ قلعہ پر سے انگریزی لشکر پر توپوں کی آتش باری ہوئی۔ اور دو ایک دفعہ زبر جنگ نامی توپ کا ۴۸ پونڈ کا گولہ انگریزی لشکر میں پڑا اور دو ایک آدمیوں اور گھوڑوں کو مارا۔ مگر غزنی کی توپوں نے انگریزوں کا کچھ نقصان نہیں کیا۔ اور انگریزی توپخانہ نے بھی اسکے جواب میں سوائے اس کے کہ ایک افغان سردار کا سر اُڑا دیا۔ کچھ اور نقصان نہیں پہنچایا۔ کین صاحب پر کچھ دیر کے بعد غزنی کے اصل استحکام کا حال کھلا۔ اسکا حال پہلے یہ معلوم ہوا تھا کہ اسکا کوئی مقام ایسا نہیں کہ محفوظ اور مستحکم ہو۔ وقت بڑا قیمتی تھا۔ کھانے پینے کا سامان بہت کم ہوتا جاتا تھا۔ کیمپ میں بڑے صاحب تدبیر بہادر انجینئر اور دلاور سپاہی موجود تھے کہ ہر خطرناک کام کرنے پر مستعد تھے۔ طامس صاحب انجینئر نے دوست محمد خان کے ایک بھتیجے کی ہدایتوں کے موافق یہ تجویز کی کہ کابلی دروازہ کو اُڑا کر قلعہ پر حملہ کیا جائے اور لے لیا جائے۔ اس کی یہ تجویز سب کو پسند آئی۔ گو وہ بڑی خطرناک تھی۔ سویرے صبح کو ۲۳۔ جولائی ۱۸۳۹ء کو ہنری ڈیورنیڈ صاحب دروازے کے اُڑانے والے گروہ کو ساتھ لے کر گئے اور دروازے کے نیچے باروت کے تھیلے اس طرح رکھے کہ دشمن کو خبر نہوئی اور رشتہ میں آگ لگائی شکستہ دروازہ سے آواز نکلی ہی تھی کہ ڈینی صاحب کی سپاہ حملہ کرنے پر ٹوٹ پڑی اور سیل صاحب کی سپاہ بھی اسکے قدموں پر قدم رکھ کر آگے بڑھی۔ کچھ لڑائی دست بدست ہوئی۔ پھر غزنی فتح ہوگیا۔ انگریزی سپاہ کے سترہ سپاہی مارے گئے اور ۱۶۵ زخمی ہوئے۔ جن میں آٹھارہ افسر تھے۔ افغان پریشان ہو کر قلعہ سے بھاگے یا گرفتار ہوئے۔ افغان بھاگتے وقت تلواروں سے نہایت بہادری سے لڑے۔ اور بہت سے انگریزی سپاہیوں کو زخمی کیا۔ اُن کے بدنوں میں سنگینیں چبھی ہوئی تھیں۔ مگر وہ اپنی شمشیر زنی سے باز نہ آئے۔ قریب ۶ سو کے افغان مارے گئے اور ۱۶ سو گرفتار ہوئے۔ اور امیر دوست محمد خان کا بیٹا حیدر سلطان بھی قید ہوا ✦

یہ شہر **غزنی** وہ تھا کہ آٹھ صدیاں گذریں کہ سلطان محمود غزنوی یہیں سے ہندوستان پر حملہ آور

ہوا تھا۔ اور دو سو برس تک ایک بڑی باشکوہ سلطنت کا پایہ تخت رہا تھا۔ مگر اس زمانہ میں ایک بے رونق اور بے حیثیت شہر تھا جس میں قریب دو ہزار کے مکانات تھے اور آبادی بہت قلیل تھی۔ غزنی کے فتح ہو جانے سے **دوست محمد خان** پر بڑا صدمہ پہونچا۔ وہ یہ سوچے ہوئے تھا کہ غزنی کا محاصرہ جتنے دنوں تک دشمنوں کو رکھنا پڑیگا۔ اتنے دنوں میں کابل کا سامان محافظت درست کر لونگا۔ شاہ شجاع کا بیٹا شاہزادہ تیمور (کرنیل ویڈ صاحب کی امداد سے) سپاہ کو درہ خیبر کی طرف سے جلال آباد کی طرف آگے بڑھائے لاتا تھا۔ اس کے روکنے کے لئے دوست محمد خان نے اپنے بیٹے اکبرخان کو بھیجا تھا۔ مگر اب اسکو کابل کی محافظت کے لئے بلایا۔ امیر خود بھی ارگندی میں کابل سے پچیس میل پر غزنی کی سڑک پر آیا کہ یہاں ٹھیرے۔ اس نے اپنے تابعین کو قرآن شریف بیچ میں رکھ کر قسم دلائی کہ تھوڑی دیر تک نمک حلال بنے رہیں۔ اور اُن کے ساتھ رہکر ان فرنگی کتوں پر حملہ کریں۔ مگر اُن کا دل ایسا نہ تھا کہ امیر کے اس بارے میں یاوری کرتے یہاں امیر اپنی چوبیں توپیں چھوڑ کر بامیاں کی طرف بھاگا۔ امیرخان نے کابل کی طرف اس لئے مراجعت کی کہ ہندوکش کے جنگلوں میں باپ کے فرار ہونے کی پردہ پوشی کرے۔ ہندوستانی اور افغانی سواروں کو جیمس اوٹرم صاحب ساتھ لیکر دوست محمد خاں کے تعاقب میں گئے۔ حاجی کاکرخان جو شاہ شجاع کے ساتھ اپنی وفاداری کا دم بھرتا تھا انگریزی لشکر کا رہنما بنا۔ اس نے اوٹرم صاحب کو راہ میں ایسے دھوکے دے کہ وہ اپنی ساری کوشش میں ناکام رہے غرض جب انگریزی لشکر ۹۔ اگست ۱۸۳۹ء کو بامیاں میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دوست محمد خان شائیگاں میں چلا گیا ہے۔ جو یہاں سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے شائیگان شاہ شجاع کے علاقہ میں نہ تھا۔ انگریزی لشکر کا رہنما حاجی کاکرخاں تھا۔ جن کی رہنمائی سے امید نہ تھی کہ کامیابی ہوگی۔ ۱۱۔ اگست کو انگریزی لشکر یہاں سے مراجعت کر کے ۱۷۔ اگست کو کابل میں بھیجا۔ اُن کے آنے پر سب کو تعجب تھا کیونکہ یہاں تو ایک سوار نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ تمام انگریزی سپاہ کے سب گورے کالے سپاہی مارے گئے یہاں پہنچنے پر احباب براہ مہربانی کہتے تھے کہ ہم لوگ کیسے دیوانے تھے کہ ایک جنگلی ہنس کے تعاقب میں گئے جس میں کسی نتیجہ کی توقع نہ تھی۔ یہ خوش نصیبی ہے کہ ہم اپنے سروں کو گردنوں پر لے کر سلامت چلے آئے۔ لیکن صاحب ہنسی سے کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ میری کل فوج میں تیرہ گیدے بھی ہیں۔ دیگر افسر انگریز تعاقب میں گئے تھے) غرض یہ دوست محمد خان کا تعاقب جس طرح کیا گیا اس کا مضحکہ اُڑتا تھا۔

۱۷- اگست ۱۸۳۹ء کو شاہ شجاع سرتاپا جواہر میں غرق براق پر سوار جلو میں کین صاحب کی سپاہ لیکر بڑے کروفر سے کابل کے بازاروں میں سے گذر کر بالا حصار میں داخل ہوا۔ رعایا میں سے کسی شخص نے اس کو زبان سے مبارکباد دی نہ ماتھے پر ہاتھ رکھکر سلام کیا۔ بقول کین صاحب کے دارالسلطنت میں پادشاہ کی یہ سواری ایسی معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کہ جنازہ جاتا ہے *

گورنمنٹ۔ نے اپنی فتحمند سپاہ کا احسان مان کر معمولی اعزاز کے خطابات اور القابات افسروں کو عنایت کئے سرجان کین کو پئیر کا۔ میکناٹن کو بیرونٹ کا اور ویڈ صاحب کو نائٹ کا خطاب دیا میکناٹن صاحب شاہ کے دربار کے رزیڈنٹ مقرر ہوئے۔ اور برنیز صاحب کچھ مدت کے لئے اُن کے نائب اُن کو بھی نائٹ کا خطاب ملنے کو تھا *

لڑائی کے شروع ہونے کے وقت تو ضرور اسیات کا اشتہار دیا گیا تھا کہ افغانستان ایک دفعہ ہمارے قبضہ میں آجائے گا اور اسکو پوری آزادی مل جاے گی۔ تو انگریزی سپاہ واپس آجائیگی۔ مگر جب دوست محمد خان کے تعاقب میں حاجی کاکر خان کی دغابازی سے ناکامی ہوئی اور جب حاجی واپس آیا تو اُس جرم میں مقید ہوا۔ اس پر انگریزی سپاہ کا پہرہ مقرر ہوا۔ اس کام کے لئے افغانون پر اعتبار نہ تھا۔ بس اُسے شاہ شجاع کے عروج کے زمانہ میں معلوم ہو گیا کہ ملک تو امیر دوست محمد خان کے ساتھ ہے جسکو انگریز غاصب سلطنت جانتے ہیں اور شاہ شجاع جسکو انگریز مستحق پادشاہ جانتے ہیں یہ حال ہے کہ اُسکی شاہی اجنبی دوستوں کی سنگینوں پر قایم ہے اسلئے میکناٹن صاحب اور لارڈ آک لینڈ واپسی سپاہ کے مانع ہوئے۔ جون ۱۸۳۹ء میں رنجیت سنگھ کی وفات نے سکھوں کی وفاداری میں جو انگریزوں کے ساتھ تھی شبہ پیدا کیا۔ شاہ شجاع انگریزوں کے ہتھیاروں کی مدد سے پادشاہ بنکر مضغہ گوشت بن گیا۔ اور دوست محمد خان اپنی چوکڑیاں بھرتا پھرتا تھا۔ ہنوز روسیوں کے حملہ کے ڈاکو کا پیٹ نہیں بھرا تھا۔ وہ بہت انگریزوں کو کھا کر ہضم کرنے کو بیٹھا تھا۔ اور انگریزوں کے لئے اپنے غلطیون کے خمیازے اُٹھانے کا وقت آگیا تہا۔ لارڈ آک لینڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ افغانستان پر حملہ آور سپاہ کا ایک حصہ واپس بلا لیا جائے اور قندہار کابل غزنی و جلال آباد میں محافظت کے لئے بہت سی سپاہ متعین کیجائے *

وسط ستمبر ۱۸۳۹ء میں بمبئی کا ایک کولم و دستہ سپاہ جس کے سپہ سالار جنرل ولٹ شئر تھے گھر کی طرف اُلٹے چلے جاتے تھے کہ میکناٹن صاحب کا حکم اُن کے پاس آیا۔ کہ تم سندہ کو جاؤ تو قلات پر

قبضہ کرتے جاتا تاکہ وہاں کے حاکم محراب خاں کو اسکی بدخواہی اور بے وفائی کا جو سرکار انگریزی کے ساتھ ظاہر کی ہے۔ پاداش ملے۔ اس حکم کی پوری تعمیل اس حاکم کے لئے ہوئی۔ جسکا یہ قصور تھا کہ وہ اپنی فتنہ پردازاور فساد انگیز رعایا کو اپنی اطاعت میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ ۱۵ اکتوبر کو قلات ایک سخت لڑائی کے بعد حملہ کرنے سے فتح ہوگیا۔ بوڑھے محراب خان سنے اور اسکے بڑے بڑے افسروں نے بڑی جوانمردی اور دلاوری سے لڑکر جان دی اُسوقت کپتن صاحب بنگال کی تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ چپ چاپ پشاور کو جلال آباد اور درۂ خیبر کی راہ سے جاتا تھا۔ ابھی وہ کوہستان سلیمان کی تاریک و تنگ راہوں سے نکلا تھا کہ خیبر کے کوہ نشینوں نے قلعہ علی مسجد کی تھوڑی سی سپاہ پر اپنے حملے ازسرنو شروع کئے۔ سڑک راہ پر یہ قلعہ حاکم بنا بیٹھا تھا۔ کچھ لڑائیاں ہوئیں۔ کہ پشاور اور جلال آباد سے کمک کے لئے سپاہیں آگئیں اور درہ کے جو خیبری محافظ تھے اُن کو میک ناٹن صاحب کے ایجنٹ کپتان میکسن نے یہ ترغیب دی کہ راضی کرلیا کہ وہ اسی ہزار روپے سالانہ لے لیا کریں۔ اور آئندہ پھر نہ ستایا کریں۔ یہ دستور تھا کہ کابل کے فرمانروا ہمیشہ خیبر کے جرگوں کو خیبر کی رکھوالی کے لئے روپیہ دیا کرتے تھے۔ قاعدہ ہے کہ جب حماقت کی راہ میں آدمی ایک قدم رکھتا ہے۔ تو اُسکو اسمیں ضرور بہت سے قدم آگے بڑھانے پڑتے ہیں۔ اول حماقت یہ تھی کہ شاہ شجاع کو تخت پر بٹھایا۔ جسکو اس کی خودمختار اور زور آور قوم نے تیس برس سے جلاوطن کر رکھا تھا۔ دوسری سپاہیوں کا سفر جو کابل میں تجویز کیا۔ اسمیں خزانہ کا روپیہ بہت خرچ کیا۔ گو اسمیں بہت جانیں تلف نہیں ہوئیں۔ کسی ملک کا فتح کرنا اور بات ہے اور اسکی رعایا کے دلوں کا تسخیر کرنا اور بات ہے شاہ شجاع کو انگریزوں کے ہتھیاروں نے بادشاہ بنادیا۔ مگر وہ پادشاہ کی رعایا کے دلوں کو اُس کا مسخر نہیں بنا سکتے تھے۔ افغانوں کی قومیں غیور مغرور۔ جنگ پسند متعصب سرکش ہمیشہ آپس میں لڑائی جھگڑے رکھنے والی اور خونریزیاں کرنے والی ہیں۔ مگر جہاد کو وہ اپنا ایسا فرض مذہبی سمجھے رہتے ہیں جب کوئی غیرمذہب کا دشمن ان پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ سب آپس کے جھگڑوں کو اُٹھا کر بالا سے طاق رکھتے ہیں۔ اور سب باہم متفق ہوکر دشمن سے لڑنے کو موجود ہوتے ہیں۔ وسط ایشیا میں قومیں غالب قوت کے دبانے سے ایک لمحہ کے لئے بادل ناخواستہ مغلوب ہوجاتی ہیں۔ مگر جب اس غالب قوت کا آدھا حصہ اُٹھ جاتا ہے اور باقی آدھا حصہ وسیع ملک میں پھیل جاتا ہے تو پھر اطاعت زود زوال ہوجاتی ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایسی اقوام کی مرضی کے برخلاف انگریز کسی کو پادشاہ نہیں بنا سکتے تھے۔ مگر بعض آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ پتھر کی سختی کا یقین نہیں کرتے۔ جب تک اُن کا سر اس سے نہ پھوٹے۔ پس یہی امتحان شاہ شجاع

کے معاملہ میں ہوا۔ سارے سوار اور پیدل یوں ہی دھرے رہے وہ پادشاہ نہ ہوا۔ جیسے آب روان کی سطح جب تک ہموار رہتی ہے کہ اسکے نیچے کوئی ہل چل نہو۔ ایسے ہی کچھ دنوں تک بے شک سلطنت کے کام ہموار چلتے رہے اگر پادشاہ کی سلطنت تھی تو میک ناٹن اور اُسکے افسر حکومت کرتے تھے انگریزوں کی سپاہ پادشاہ کے پولس کی طرح کام کرتی تھی۔ سول گورنمنٹ میں انگلش افسروں کا کہنا چلتا تھا نئی سلطنت کے سنبھالنے میں انگریزی خزانہ کا روپیہ بیدریغ خرچ ہوتا تھا۔ روسیوں کے خوف کے فنا کرنے میں میک ناٹن صاحب کی اولوالعزمی اور والاہمتی کے منھ میں لگام نہ تھی۔ اس پر مہینوں لگ رہی تھیں۔ اُس نے ہرات میں میجر ٹاڈ کو بھیجا کہ شاہ کامران سے جو اتحاد جدید ہوا ہے اُسکو بڑھاوے کامران نے یہ فطرت کی کہ اودھر انگریزوں سے کہا کہ آپ مجھے خاطر خواہ روپیہ رشوت دیجئے اور پھر جو کام چاہئے مجھسے لیجئے اور اودھر اُسکے وزیر یار محمد نے جو اسکا ہمراز و نیاز تھا۔ طہران میں انگریزوں کے برخلاف سازشیں کیں۔

سر الگسنیڈر برنیز پولیٹکل ایجنٹ کابل نے یہ خبر وحشت اثر خود اس پر یقین کر کے بھیجی۔ کہ زبردست پادشاہ روس چوبیس ہزار سپاہ اور بہتر توپوں کے ساتھ خیوا پر بڑھا چلا آتا ہے۔ ابھی کورٹ ڈائی رکٹرز نے لنڈن سے یہ خبر نہیں بھیجی تھی، کہ زار روس نے چار ہزار سپاہ خیوا پر بھیجی ہے۔ برنیز صاحب کی یہ خبر مغالطہ آمیز تھی فی الحقیقت روس کو خیوا پر چڑھائی کرنے کی یہ وجہ معقول تھی کہ اُسکو معلوم ہوا تھا کہ اُسکی رعایا کو ترکمان گرفتار کر کے لونڈی غلام بناتے ہیں اُن کا چھوڑانا اور آیندہ اُن لوگوں کو اس کارروائی سے باز رکھنا ضرور تھا۔ اُس سے انگریزوں کو بھی تردد پیدا ہوا۔ اُس کے دور کرنے کے لئے میجر ٹاڈ پولیٹکل ایجنٹ ہرات نے یہ امر قرین مصلحت سمجھا کہ میجر ایبٹ اپنے اسسٹنٹ کو خیوا میں بھیجا تاکہ وہ خان خیوا کو فہمایش کرے کہ اُس نے زار روس کو یہ اشتعال طبع دیا ہے کہ وہ حملہ آور ہوا اور اس سبب سے اُس نے اپنے تئیں سخت خطرے میں ڈالا ہے۔ اس خرابی کے دفعیہ کی سردست یہی تدبیر ہے کہ بلا توقف روس کی رعایا جسقدر لونڈی غلام بنائے گئے ہیں۔ ابھی وہ چھوڑ دیئے جائیں اور آیندہ کے لئے اپنی رعایا کو سخت ممانعت کی جائے کہ وہ کسی پردیسی رعیت کو گرفتار کر کے لونڈی غلام نہ بنائے۔ چندروز بعد خیوا سے میجر ایبٹ نے خود یہ خبر بھیجی کہ خان یہ خبر سن کر کہ روس کی فوج بڑھ کر ۲۶ منزل پر پہونچی ہے بہت مشوش و متفکر ہے اور مضطرب ہو کر مجھے اپنی طرف سے ایلچی بنا کر سینٹ پیٹرس برگ بھیجنا چاہتا ہے ؂

غرض خان خیوا نے کپتان صاحب سے عہد و پیمان کرنے میں بڑی خوش اخلاقی سے توجہ کی

اور فوراً اس کو زار روس کے پاس اپنا سفیر بناکے دوستی و آشتی کرنے کے لئے بھیجا۔ ابٹ صاحب کی جگہ کپتان شکسپئر خیوا میں مقرر ہوئے۔ اور وہ چار سو روسی غلاموں کو جن کو خان خیوا نے اپنی مصلحت ملکی جان کر چھوڑ دیا تھا۔ ساتھ لیکر اورین برگ میں لیگیا۔ ان بیچارے غلاموں کی یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ وہ پہلے ہی اس سبب سے آزاد ہوگئے۔ نومبر ۱۸۳۹ع میں کہ روسی جنرل پروفلی کی سپاہ نے موسم سرما کی سختی اور پہاڑوں کی دشوارگذاری کے سبب سے خیوا پر چڑھائی کا ارادہ فسخ کردیا تھا ؏

ایک اور بدنصیب ایلچی ارتھر کونولی سال آیندہ میں قوقان بھیجا گیا۔ یہ بلند ہمت ایلچی اس امید میں بخارا گیا کہ کرنیل ستوڈارٹ کو جو مدت سے خان بخارا کی سخت قید میں تھا رہا کرائے۔ میک ناٹن صاحب نے اپنی طرف اس قیدی کرنیل کے رہا کرانے کی تدابیر اعظم کیں مگر لارڈ اک لینڈ کی یہ ہمت نہ پڑی کہ وہ وسط ایشیا میں ایک بڑی فوج کشی کا حکم اسلئے دیتے کہ اپنے ایجنٹ مذکور کو چھڑاتے۔ جس نے روسی ایلچی کے طفیل سے اپنا رہائی پانا پسند نہیں کیا۔ کونولی صاحب کے بخارا جانے نے صرف یہ گل کھلایا کہ افغانستان کے فتح کرنے والوں پر امیر کے شعلہ غضب کو اور بھڑکا دیا۔ اس نے ملکہ معظمہ کو جو خطوط لکھکر بھیجے تھے اُن کا جواب کچھہ نہ ملا اور ڈاکٹر لورڈ صاحب نے جو دریائے آمو کے اضلاع پر حملہ آوریاں کیں تو اسکے دل میں تازہ ہول اُٹھا تھا وہ اور بھی اس سبب سے بڑھ گیا کہ اسکے دشمنوں خان قوقان کی طرف سے ایک اجنبی انگریز آیا کونولی صاحب بخارا میں جاکر ایسے خود مختار حاکم کے ہاتھ میں مقید ہوا کہ کچھہ امید نہ تھی کہ وہ رحم کرے گا ؏

ڈاکٹر لورڈ صاحب بامیاں میں ایجنٹ تھے۔ اُنہوں نے ۲۳۔ فروری ۱۸۴۰ع میں میک ناٹن صاحب کے پاس یہ خبر بھیجی کہ یہ خبر جو پہلے اُڑی تھی کہ دوست محمد خان جہاد کرکے ہم سب کو فنا کرے گا اب اس نے یہ قصد چھوڑ دیا ہے۔ اس نے امیر بخارا سے پناہ مانگی تھی۔ کہ امیر بخارا نے اسکو دغابازی سے قید کرلیا اور اس کے بال بچوں کو قید کرنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر لورڈ نے یہ بھی اطلاع دی کہ غالباً امیر کے اہل وعیال برٹش گورنمنٹ سے پناہ کے خواستگار ہوں گے اس لئے یہ اطلاع اُن کو ہوگئی کہ وہ امیر بخارا پر بھروسہ نہ کریں۔ میک ناٹن صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو جواب دیا کہ اگر امیر کے اہل وعیال پناہ کے خواستگار ہوں تو پناہ کا وعدہ کرلیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ اُن کی اقامت کا مقام گورنر جنرل کی تجویز سے مقرر کیا جائے گا ؏

اس زمانہ میں بامیان کی سرحد پر فساد اُٹھنے لگے اور انگریزی سپاہ کی رسد جمع کرنے والی جماعتوں اور وہاں کی فتنہ پرداز قوموں کے درمیان لڑائیاں رہنے لگیں۔ ڈاکٹر لورڈ وہاں پولیٹکل ایجنٹ تھے۔ انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ یہاں امن وامان رہے۔ مگر جب وہ اپنے کام میں ناکام ہوئے تو انہوں نے خود جنگ شروع کی۔ میک ناٹن صاحب کو بے فایدہ ہوا میں کھنتی کرنے کے لئے ۔ ساتھی مل گئے تھے۔ اُن کو ۱۸۳۹ء کے موسم خزان میں چھ سو سپاہی اور چھ ملکی توپیں دے کر ہندوکش کے پار افغانوں کے ملک میں امن وعافیت قایم کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے اپنی طاقت اور حماقت سے امن وامان کی صورت پیدا کی۔ مگر اس سے اور فتنے اور شور وشر پیدا ہوئے۔ انہوں نے ہزارہ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جس کا بڑا سردار شاہ نظیر تھا اس سے کچھ فایدہ نہیں ہوا بلکہ انہوں نے ہمسایہ کے انبک خانون کو غضبناک کر دیا اور خان بخارا کو ایسا بدل دیا کہ کیا وہ دوست محمد خان کا جیل خانہ میں رکھنے والا تھا۔ یا اسکا دوست ہو گیا جن ہاتھوں نے امیر کو ایسا قید کیا تھا کہ اُن سے رہائی کی امید نہ تھی۔ انہوں ہی نے اُسے چھوڑ دیا۔ دوست محمد خان اپنی کھوئی سلطنت کے حاصل کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اس کا امیر خلم قدیمی دوست تھا وہ اس کا حامی بنا۔ دوست محمد خان کے پاس ہزاروں ازبک جمع ہو گئے۔ جن کو یہ امید تھی کہ یہ امیر مردود کافروں کو ملک سے نکال دے گا۔ اور اُن کو یہ یقین تھا کہ امیر کے نام میں اتنا کچھ زور ہے کہ وہ ہزاروں افغان سپاہیوں کو جو انگریزوں کے ملازم ہو گئے ہیں چاہے ابھی کھینچ کر بلالے۔

۳۰۔ اگست کو دوست محمد خان کے ایک بیٹے نے پانچ سو ازبکی سواروں کی جمعیت سے ڈاکٹر لورڈ کے اسسٹنٹ لفٹننٹ ریٹ ٹرے پر جو تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ راج گاہ میں مقیم تھے حملہ کیا صاحب نے حملہ کو دفع کیا۔ اور اپنی مصلحت سمجھ کر شایگاں میں چلے آئے یہاں ان کے ساتھ اور فوجیں شامل ہوئیں وہ جمرود کو آگے بڑھے جہاں اُن کو امید تھی کہ دشمن ملے گا۔ اس خبر کو سنکر وہ شایگان سے باہر چلے گئے کہ دوست محمد خان نے مراد بے قندزئی اور اور زور آور سرداروں کو ساتھ لے کر علم جہاد بلند کیا ہے۔ جس وقت اُن کی سپاہ نے مراجعت کی۔ افغانوں کی جمعیت جو انگریزی سپاہ میں تھی اپنے نشانوں کو چھوڑ کر دوست محمد خاں سے جا ملی۔ لیکن باقی سپاہ خیر خواہ رہی اور وہ ڈاکٹر لورڈ کی زبردست سپاہ سے جا ملی۔ اس طرف سارا ملک بگڑ بیٹھا۔ کرنیل ڈینی صاحب ایک گوروں کی اور ایک کالوں کی پلٹن اور دو سو سواروں کو ساتھ لے کر بامیاں کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۲۔ ستمبر کو بامیاں میں پہونچے۔

۱۷- دسمبر کو یہ خبر آئی کہ بامیاں میں ازبکی سوار داخل ہو رہے ہیں اور اُنہوں نے ایک جرگہ کے گاؤں پر حملہ کیا ہے جو انگریزوں کا دوست تھا۔ لیکن ڈینی صاحب نے دشمنوں کو مار کر نکال دیا۔ مگر اُن کو معلوم ہوا کہ یہ سپاہ اس ایک بڑی سپاہ مقدمتہ الجیش تھی۔ جس میں دوست محمد خاں کے پاس چھ ہزار ازبک سپاہ تھی اور وہ مضبوط قلعہ پر قابض تھی۔ ڈینی صاحب نے بے تامل آگے بڑھکر حملہ کیا۔ توپوں کی مار مار اور گورکھوں کی بہادری نے امیر کی سپاہ کے دھوئیں اُڑا دئے اور وہ بھاگ نکلی۔ اور سینکڑوں افغان قتل ہوئے ان میں وہ افغان بھی تھے جو انگریزی فوج کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ دوست محمد خاں اپنے دو بیٹوں اکبر خاں اور افضل خان کے ساتھ ہجرو کے پہاڑوں میں بھاگا۔ اور سرداران خلم و قندھار جو امیر کے دوست تھے یہ سمجھ کر کہ دوست محمد خان کو شکست ہونے کو ہے۔ انگریزوں سے بشرط جان بخشی صلح کے خواستگار ہوئے۔

کابل میں افغان یہ امید کر رہے تھے کہ انگریزی لشکر کو بامیاں میں ایسی شکست ہوئی کہ اُن کی ساری سپاہ پراگندہ ہو گئی۔ اور امیر نے اُن کی کل توپیں چھین لیں۔ انشاء اللہ عنقریب کل انگریزوں کو اور اُن کے کافر پادشاہ کو امیر اس طرح فنا کر دے گا۔ کہ اُن کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا ✤

ایک لشکر کے ساتھ امیر دوست محمد خان کے نمایاں ہونے نے کچھ دنوں تک سارے ملک کو خوش و شاد کر دیا اور اس کے سبب سے جنوبی افغانستان میں انگریزوں کو بڑی تشویشیں پیدا ہوئیں۔ ۲۴- ستمبر کو جنرل سیل صاحب کچھ سپاہ لے کر روانہ ہوئے کہ ملک کے اس حصہ میں امن قایم کرے۔ دوسرے فوج جلال آباد سے بھیجی گئی۔ کہ ان سرکش وزیری جرگوں کے مقابلہ میں لڑے۔ جرنیل صاحب نے غوربند کے گذرگاہ ترکستان کے کئی قلعے اور مستحکم مقام لے لئے۔ قلعہ علی خان کے فتح کرنے میں اڈورڈ کو لونی کے دل میں گولی لگی۔ وہ مر گئے اور کابل میں اُن کی لاش دفن ہوئی۔ سیل صاحب کا لشکر اگرچہ فتحیاب ہوا۔ مگر اُن کا خوف ملک پر ایسا نہیں ہوا کہ وہ جنگ و پیکار سے باز آتے۔ چنانچہ ۱۸- اکتوبر کی رات کو افغانوں نے سیل صاحب کی سپاہ پر شب خون مارا۔ یہ حملہ رفع دفع کیا گیا۔ یکم نومبر کو جب انگریزی سپاہ باغ عالم کے قریب خیمہ زن تھی جنرل سیل کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ دوست محمد خان پروان درہ کے قریب آگیا ہے اس وادی میں کثرت سے چھوٹے چھوٹے قلعے اور باغیچے تھے اور بیچ میں ایک ندی اُترائی پڑتی تھی۔ بہرحال یہ ایک مضبوط جگہ قبضہ کرنے کے لئے تھی ✤

۲- نومبر ۱۸۴۰ء کو جنرل سیل نے پروان درے کی طرف حرکت کی اور دفعتاً دوست محمد خان کے

مقابلہ میں آیا۔ جس کے ساتھ چار سو سوار تھے۔ انگریزی سواروں نے اس کا تعاقب کیا افغان سواروں نے
اُن کا مقابلہ کیا۔ فریزر صاحب کے سواروں نے حکم عدولی کی اور شکست پائی۔ دو افسر انگریزی کرسین اور
براڈفٹ مارے گئے اور ڈاکٹر لورڈ صاحب بھی سخت زخمی ہوئے۔ تھوڑے سے آدمی جو زندہ رہے تھے
اُن میں فریزر صاحب بھی تھے۔ جن کا داہنا ہاتھ کلائی سے بالکل کٹ گیا تھا جیسا اُن کے دل پر لشکر کی شکست
کا زخم تکلیف دیتا تھا ایسا ہاتھ کا زخم تکلیف نہیں دیتا تھا۔ کرنیل سالٹر نے دیکھا کہ امیر کا سرخ جھنڈا ہمارے
سواروں کے درمیان اونچا کھڑا ہے اس بوڑھے بہادر امیر نے اپنی پگڑی ہاتھ میں لے کر اپنے سپاہیوں
کی ہمت پر بند ھوا کے ایک بلند مقام پر اپنا علم قایم کیا ہے ✠

اس فتح کی خوشی افغانوں کو تھوڑی دیر رہی اُن کو انگریزی سپاہ نے پسپا کیا۔ صبح کو امیر دوست محمد خان
لشکر سے غائب ہو گیا اور اُس کا لشکر چاروں طرف منتشر ہو گیا۔ برنیز صاحب نے الادھند میک ناٹن صاحب
کو لکھا کہ وہ سیل صاحب کو بلالیں اور کل سپاہ کو کابل میں یکجا رکھیں۔ اس خط کے پہونچنے سے ایک دو
گھنٹے کے بعد میک ناٹن صاحب شام کی ہوا خوری سے گھر آتے تھے کہ ایک افغان سوار نے کہا کہ دوست محمد
خاں قریب آتا ہے کہ اتنے میں امیر آگیا گھوڑے سے اُترا۔ میک ناٹن کو اپنی تلوار نذر دی اور اپنی جان
کی امان مانگی اور کہا کہ میں دشمنوں سے اچھی طرح لڑا مگر اُس نے آیندہ مقابلہ کرنے کو بیکار سمجھا میک ناٹن
صاحب نے امیر کو اُس کی تلوار واپس دی اور اُسکو گھوڑے پر چڑھنے کی اجازت دی۔ وہ دونوں ساتھ
سوار کابل میں گئے راہ میں امیر نے آزادانہ باتیں اپنے آخر مہمات کی کیں اور اپنے اس کنبے کے باب
میں سوالات پوچھے جو اب انگریزوں کی پناہ میں آگیا تھا۔ امیر جب تک کابل میں رہا اس کا بڑا احترام صرف
اُن افسروں ہی نے نہیں جو اُسکے ثناخوان اور شاہ شجاع پر تبرا گو تھے بلکہ خود میک ناٹن صاحب نے بھی
اس کی بڑی خاطرداری کی جو امیر کے سر کاٹنے کے لئے انعام کا اشتہار دینے کو تھے۔ آخر میں لارڈ آکلینڈ
کو لکھا تھا کہ اس آدمی پر ذرا رحم نہیں کرنا چاہیئے جو ملک میں فتنہ انگیزی اور شور و شر کی جڑ ہے مگر اس نے
اپنی طرز تحریر کو بدل کر یہ لکھا کہ اس شریف قیدی کے ساتھ فیاضانہ مدارات کرنی چاہیئے جو ۱۲۔ نومبر ۱۸۴۰ء کو
لدھیانہ سر ولوبائی کوٹن کی حراست میں بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ ہوا ہے۔ شاہ شجاع کا کوئی دعویٰ ہم پر
نہیں ہے سلطنت سے جو وہ محروم کیا گیا تھا اس میں کچھ ہمارے ہاتھوں نے کام نہیں کیا تھا۔ بلکہ اسکے
برخلاف ہم نے دوست محمد خان کو نکالا جس نے کبھی ہمارے اس پولیسی کے قائم رکھنے میں تکلیف نہیں

دی جس کی وہ قربانی بنا یہ الفاظ تھے۔ جن میں اُنہوں نے اُس پولیسی کو بیان کیا۔ جس کے وہ بڑے حامی تھے اور اُسکے اجرا میں بڑے مستقل سرگرم۔ لدھیانہ سے کلکتہ بھیجا گیا وہاں گورنر جنرل کا معزز مہمان بنا۔ اور مس ایڈن سے شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ امیر جتنے دنوں کابل میں قید رہا تھا اس کے کمرے میں بڑے بڑے افغانی امیر آتے تھے اور بے تکلف ہاتھ ملا کے اُس کی اِس دانشمندی کی تعریف کرتے تھے کہ آخر کار اُس نے اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے سپرد کر دیا تھا۔ ان امیروں میں سے شیر محمد چپر باشی تھا جو کہ افغانستان میں بڑا نامدار شہسوار قاصد مشہور تھا۔ اس نے امیر کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آخر کو آپ نے یہ کام خوب کیا ناحق آپ نے اپنے تئیں مصیبت میں اتنے دنوں گرفتار رکھا۔

میک ناٹن صاحب جس بازی کو بڑے دھوم دھام سے کھیلے تھے اور بڑے طمطراق سے بیان کرتے تھے اس میں بڑی کامیابی سے دور رہے۔ اس نے بہت رشوتیں دیں۔ اور ٹوڈ صاحب نے بھی بہت سی دلایل پیش کیں۔ مگر شاہزادہ کامران اس پر راضی نہیں ہوا کہ ہرات میں انگریزی سپاہ مقیم ہو۔ میک ناٹن صاحب نے ایک دفعہ سے زیادہ لارڈ آک لینڈ کو لکھا کہ ہرات بزور شمشیر لے لیا جائے اور سکھوں کو بے وفائی کی سزا دیجائے جن کے سبب یہ افواہ ہم لوگوں تک پہونچی ہے کہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد دربار سکھ نے امیر سندھ کے ساتھ خفیہ سازش کر کے اپنی مخالفت کا جوش برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ میں دکھایا ہے۔ اور دوست محمد خان کے پاس اُنہوں نے زر نقد بھیجا ہے اور امداد کا وعدہ اس صورت میں کیا ہے کہ وہ اپنے تخت کے پھر لینے میں کوشش کرے ۔

کل پنجاب سے تو نہیں مگر پشاور سے سکھوں کی جاسوسی یا لاحصار میں ہوئی تھی مگر کلکتہ کی مطمئن کونسلیں غالب رہیں اور میک ناٹن صاحب کو اپنی تکلیف اور رنج کی جگالی ذلت اور حقارت کے ساتھ کرنی پڑی۔ اُس وقت وہ رو رہے تھے کہ ہائے ہیسٹنگز اور ولزلی نہ ہوئے جو اُس کی پولیٹکل دیوانگی پر ایک لحظہ توجہ کر کے کام بناتے جس کا مقصود سوائے اپنی خواہشوں کے منظور نظر رکھنے کے کچھ اور نہ تھا ۔

اس عرصہ میں اور اضلاع میں جہاں انگریزی سپاہ مقیم تھی یا جہاں جاتی تھی فتنے اور فساد اُٹھنے شروع ہوئے۔ غزنی اور قندھار کے درمیان پہاڑی جفاکش قومیں رہتی تھیں اور وہ مدت ہائے دراز سے کسی حاکم کی خواہ وہ افغان ہو یا نہ ہو محکوم نہیں رہتی تھیں اور اُن کا گذارہ زیادہ تر لوٹ سے

یا کاروانوں کی راہ داری کے محصولوں کے لینے سے ہوتا تھا۔ اُنہوں نے اب دیکھا کہ گورے رنگ کے پردیسیوں کے ہاتھ ہماری آزادی کا قافیہ تنگ ہے اور ہمارے پرانے استحقاق اور بالائی یافتوں میں قطع و برید کرتے ہیں اور وہ اپنے تئیں اس قلمرو کا مالک سمجھتے ہیں۔ جس کے وہ نہ مالک ہیں نہ ہوں گے تو ۱۸۴۱ء کے موسم بہار میں یہ مغرور کوہستانی دو یا تین ہزار انڈرسن صاحب کی سپاہ اور توپوں پر بے دھڑک آن کر حملہ آور ہوئے۔ جن کو ناٹ صاحب نے اُن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ میدان جنگ میں انگریزی توپوں کے گراپوں کی بوچھاڑ نے اُن کے سواروں کے پاؤں نہیں جمنے دئے سنگینوں نے اُن کو بار بار روکا۔ مگر وہ بھاگ گئے اور اپنے دو سو آدمیوں کو میدان جنگ میں مردہ چھوڑ گئے۔ ناٹ صاحب نے اس شکست سے غلزئی قوموں کو یہہ سبق پڑھایا کہ ان کے سرداروں کا میلان خاطر یہ ہو کہ میک ناٹن صاحب جس طرح سودا کریں اُس پر راضی ہو جائیں۔ تیس ہزار روپے سالانہ لینے پر وہ اس اقرار کرنے پر راضی ہو گئے کہ وہ انگریزی سپاہ پر حملہ کرنے سے۔ اور شاہراہوں پر فتنہ اُٹھانے سے باز رہیں گے۔ یہی سبق اور قوموں کو بھی پڑھایا گیا ؎

اس زمانہ میں کوئٹہ اور قلات کے درمیان ملک کے کل حصّہ میں اقوام باری۔ کاکر۔ بلوچ کے سر اُٹھانے کی خبریں آئیں۔ انگریزی اور شاہ کی سپاہ کے چھوٹے چھوٹے گروہوں نے اُن قوموں سے جو ان کو نقصان پہونچانے کے ڈھب جانتی تھیں بڑی ہزیمتیں اُٹھائیں۔ خود کوئٹہ پر ایک وقت میں حملہ ہونے کا خوف تھا۔ قلات میں جس نئے خان کو انگریزوں نے مسند نشین کیا تھا اُس کو رعایا نے سرکشی میں کامیاب ہو کر معزول کر دیا اس سرکشی کا سرغنہ ناصر خاں پسر محراب خان تھا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ سال گذشتہ میں اس نے اپنی دارالسلطنت کے بچانے کے لئے جنگ میں جان دی تھی۔ شہزادہ ناصر خان درہ بولان کی سند کی طرف سے دادر میں انگریزی سپاہ پر بے باکانہ حملہ آور ہوا انگریزی سپاہ نے اپنی شجاعت سے اس کے حملہ کو رفع دفع کر دیا۔ تو امیت کے بعد ناٹ صاحب کی سپاہ کا قلات پر دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ ایک مہینہ کے بعد ناصر خاں نے مارشل صاحب کی سپاہ سے ایسی شکست فاش پائی کہ بالکل بے دم ہو گیا اور بلوچستان کے جنگلوں میں نکل گیا۔ جہاں اُسکا کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ شاہ شجاع کے ملک میں تھوڑی دیر کے لئے اب معلوم ہوتا تھا کہ شور و شر کا طوفان تھم گیا جسکو میک ناٹن صاحب نے غلطی سے یہ جانا کہ ملک سے فتنہ و آشوب بالکل دور ہو گیا۔ اس غلطی پہ میک ناٹن صاحب کو سپاہ آرا ناٹ اور مدبران ملکی

مثل ٹوڈ اور رالنسن بار بار متنبہ کرتے تھے۔ مگر اس پر بھی وہ شاہ شجاع کا ایسا معتقد تھا کہ اسی کو افغانستان میں سب سے زیادہ لائق اور قابل اور انگریزوں کی دوستوں میں سب سے زیادہ وفادار سمجھتا تھا۔ اور اس کو اپنا یہ بیہودہ یقین چلا جاتا تھا کہ انگریزوں کی شمشیر اور زر میں ایسا زور ہے کہ شاہ شجاع سے اس کے ملک کی رعایا کو راضی کرا دے گا جو محض کاٹ کی پتلی ہے جس سے اسکے گرد کے نالائق مصاحب اور پردیسی کافروں کے کرایہ کے اوزار کھیل رہے ہیں۔ شاہ کی مخالفت میں وہ ایک لفظ سننا نہیں چاہتا تھا۔ ناٹ صاحب اور راورلائق مبصر شاہ پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ اپنی قوموں کے ساتھ سازشیں اس لئے کر رہا ہے کہ انگریزوں کی دوستی سے فراغت حاصل ہو +

باب چہارم

جنگ افغانستان کا بُلبلہ پھُوٹنا

۱۸۴۱ء کے ختم ہونے سے پہلے جس طوفان کے تھم جانے کا ذکر ہم نے کیا اس نے اپنے پیٹ میں سے طوفان پر طوفان پیدا کئے۔ شاہ کے قوی بازو رفقا جو پہلے خفیہ سازشیں کرتے تھے اعلانیہ سرکشی اس سبب سے کرنے لگے کہ شاہ کی حکومت میں حریص و طامع منتظم تھے اور پردیسیوں کی سنگینوں کا زور کام میں آتا تھا۔ پولیسی جو اختیار کی گئی تھی اس نے تمام درانی خانوں اور امیروں کو بالکل ساقط الاختیار کر دیا اور ان کا پہلا سا حکم اور رعب و داب باقی نہیں رکھا جس کے سبب سے ان کی عداوت پادشاہ سے بہت زیادہ ہو گئی۔ اور پہلے تو ان کو یہ امیدیں تھیں کہ شاہ کے ساتھ ملک میں جو انگریزی سپاہیں اور افسر آ گئے ہیں تھوڑے دنوں میں قیام کر کے چلے جائینگے۔ اور ہم حکمرانی کریں گے۔ اب انہوں نے دیکھا کہ ایک سال گذر گیا وہ یہاں سے نکلے اور ٹلے نہیں اور آئندہ پہلے کی نسبت ان کے جانے کی امید کم ہے۔ امیروں میں سے ایک امیر اختر خاں تھا جسکو زمین داور کے مالک ہونے سے دست بردار ہونا پڑا تھا۔ وہ گورنمنٹ شاہی سے خاص عداوت رکھتا تھا اس نے میدان جنگ میں اپنے ملازموں کو جمع کیا۔ اور ۲۹۔ دسمبر ۱۸۴۱ء کو فوج شاہی پر ایک فتح نمایاں حاصل کی مگر چند روز بعد ناٹ صاحب نے ایک لشکر اس سے لڑنے کے لئے بھیجا جس نے اسکو شکست فاش دی

وہ اپنے مقام سے بہت نقصان اُٹھا کر ہٹا۔ جاڑے کی برف نے اس کی زندہ سپاہ کو اپنے گھروں کو روانہ کیا۔ ۱۔ دسمبر ۱۸۴۰ء کو شاہ اور میک ناٹن صاحب جلال آباد میں تھے انہوں نے بڑی دھوم دھام سے لو ہائی کوٹن کو نائٹ کمنڈر آف دی باتھ کا خطاب دیا اور چند روز بعد ویلو بائی ہندوستان کو واپس آئے اور اُن کی جگہ جنرل لفنسٹن سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے اس جنرل سے ویلو بائی نے کہا کہ آپ کو یہاں کچھ کام کرنا نہیں ہے سب طرح امن و امان ہے دوست محمد خان کے آجانے سے تمام جنگ جو جرگے معلوم ہوتے تھے کہ اُنہوں نے اپنی پرخاش جوئی کی عادت چھوڑ کر صلح جو عافیت پسند رعیت کی عادت اختیار کر لی ہے اس امن و امان کا نتیجہ یہ تھا کہ شاہ شجاع سمجھنے لگا۔ کہ میری پادشاہی اب ایسی قایم ہو گئی ہے کہ مجھے انگریزوں پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی اب وہ میرے اختیارات کو جو روکتے ہیں اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ میک ناٹن صاحب نے جلال آباد سے لکھا کہ کل ملک میں امن و امان ایسا ہے کہ بالکل معجزہ معلوم ہوتا تھا مگر کابل کے جاڑے نے اپنے معجزہ کا جلوہ ایک اور پیرایہ میں دکھا کر پہلے معجزہ کا مزہ خوب چکھایا کہ امن و امان کا معجزہ جاڑے کی برف گلتے ہی پانی ہو کر بہ گیا۔ فروری ۱۸۴۱ء میں کرنیل شیلٹن صاحب نے ایک فوج اس لئے تیار کی تھی کہ اُسکو کابل سے لے جا کر آس پاس کے سرکش گروہوں سے جنگ آرا ہو۔ مارچ میں وادی ترنگ میں ایک چھوٹے قلعے کی بزور تسخیر کرنے نے اور قلات غلزئی میں مقامات کے استوار اور محکم بنانے میں سخت تدابیر کرنے نے قندھار کے گرد کی غلزئی قوموں کو بڑا برافروختہ کیا۔ اُن کا اجتماع بڑا ہولناک ہوا اُنہوں نے ۹۔ مئی ۱۸۴۱ء کو ایک انگریزی قوی سپاہ پر جو قلات غلزئی کی طرف کوچ کر رہی تھی حملہ کیا وہ اس قواعد دان سپاہ کے روبرو پانچ گھنٹے تک بڑے ڈٹ کر لڑے مگر پھر وہ اپنی خستہ و شکستہ سپاہ کو ہٹا کر لے گئے اور فتحمندوں کے لئے آگے بڑھنے کا راستہ کھول گئے۔ کوئی روک اُن کے روکنے کے لئے باقی نہ رکھی۔ پھر اکبر خان کو جس نے شاہ کی اطاعت کا حلف اُٹھایا تھا اہل ہرات نے برانگیختہ کیا کہ وہ مسلح ہو کر غدر و شور و شر مچائے۔ اس کی مخفی امداد کیجاے گی۔ بہت سے درانی جرگے اسکے علم کے نیچے دوڑ آئے وہ لوٹ مار اور انتقام لینے کے بڑے شایق تھے۔ جولائی کے شروع میں وڈہ برن صاحب کی سپاہ ہیلمند کی طرف جاتی تھی اس کو سارے دن ثابت قدم کثیر التعداد دشمنوں سے لڑنا پڑا۔ اس جنگ میں شاہ کے جانباز سرداروں کی نامردی سے یا دغابازی سے انگریزی سپاہ کی پیش قدمی قبل ازیں رک گئی کہ تھکی ہوئی سپاہ میدان جنگ

کو جانتے کہ ہمارے ہاتھ میں آگیا ہو

چھ ہفتہ کے بعد یہ جانباز سوار گرفن صاحب کے ساتھ اختر خاں کی پانچ ہزار درانیوں سے ایسی جان توڑ کر لڑے کہ پہلی بدنامی کا داغ مٹ گیا۔ درانی خافند باغ کی دیواروں کے بڑے مستحکم مقام میں تھے ان پر شاہ شجاع کے بیٹے صفدر جنگ نے جانباز سواروں کو ساتھ لیکر حملہ کیا اور دشمنوں کو منتشر کر کے شکست دی اس کے بعد طوفان کے تھمنے کی صورت پیدا ہوئی مگر اس سے قندہار میں کسی نے دھوکا نہیں کھایا۔ میک ناٹن صاحب اس مسرت ناک امید سے دھوکے میں آئے کہ انکو یہ نظر آنے لگا کہ نکور سے درہ خیبر تک بالکل امن و امان ہے اور یوروپین جہاں جاتے ہیں وہاں اُن کا خیر مقدم بڑے احترام سے ہوتا ہے ہو

میک ناٹن صاحب افغانوں کو بالکل بچہ جانتا تھا اور اُن کی مدارات بھی بچوں ہی کی سی کرتا تھا۔ درانی امرا افغانوں پر حکومت کرنی نہیں جانتے تھے مگر اپنی ہی حکومت کے چھن جانے سے بسورتے تھے اب اُن کی حکومت انگریزوں کے منتخب کیئے ہوئے عاملوں کے ہاتھ میں آتی تھی۔ میک ناٹن صاحب کہتے تھے کہ اگر ایک شوخ سرکش لڑکے کو کونے میں بٹھادو تو باقی اور لڑکوں کو خوف پیدا ہوتا ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ مثلاً اکبر خاں کو پکڑ کر پھانسی دیدو تو پھر باقی اسکے پیرو خود فتنہ پردازی موقوف کر دینگے۔ میک ناٹن صاحب کے نزدیک شاہ شجاع از روئے استحقاق ہر دلعزیز تھا مگر یہ خانات جو خود ایسے ذلیل و حقیر تھے کہ قابل لحاظ کرنے کے نہ تھے وہ شاہ سے محبت نہیں کرتے تھے ہو

ایک بڑے روشن ضمیر عالی دماغ عیب و صواب بین ناٹ صاحب کے خیالات بالکل مختلف تھے۔ وہ کوئی درباری ندیم نہ تھے کہ اپنے ساتھیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے۔ یہ بہادر تیز فہم سپاہی عاقل مدبر میک ناٹن صاحب کو پرجوش گرم کوش گزند رسان جانتا تھا اور اس کا پولیٹکل سٹاف (عملہ) ایک ناڑی گروہ دخل درمعقول دینے والوں کا ہے جس کے سبب سے ہمارا کام تباہ ہوا ہے اور اس ملک میں کینہ توز افغانوں اور خونی بلوچوں کی تلوار اور چھری کے تلے ہر فرنگی کا گلا ننگا ہو رہا ہے۔ اگر ہندوستان سے کئی رجمنٹیں بہت جلد نہ بھیجی گئیں تو ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ باقی نہ رہے گا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کی کہانی جا کر سنائے کہ اُن پر کیا بیتی اور اپنے بیان میں انہوں نے یہ اور اضافہ کیا کہ سوائے زور کے اور کوئی چیز نہیں ہے کہ شاہ شجاع کا تابع و مطیع اس رعایا کو بنائے جو اس سے نفرت و عداوت رکھتی ہے

شاہ ہیت سے ایک شہد اچھا ہے۔ یہ ناٹ صاحب کا بیان جو پہلے سے اُس نے کیا تھا بالکل سچ مچ وقوع میں آیا۔ ناٹ صاحب کی افزائش سپاہ کی درخواست پر میک ناٹن صاحب بھی کہنے لگے کہ اب ہم کو سپاہ کی ضرورت ہے کہ ہندوستان سے آئے اب کچھ امید نہیں رہی ہے کہ افغانوں میں سے قومی سپاہ ہم بنالیں گے ٭

۲۰۔ اگست ۱۸۴۰ء میں میک ناٹن صاحب نے ایک خانگی خط میں کہ ملک میں دان سے لیکر بیر شبا تک امن وامان ہے مگر جس نے یہ لکھا تھا وہی ناٹ صاحب کے ساتھ یہ بندوبست کر رہا تھا کہ قندھار سے ایک قومی سپاہ جائے جو شمالی مغربی ضلاع میں سرکش فتنہ پردازوں کی گوشمالی وسرکوبی کرے۔ ناٹ صاحب بذات خود سپاہ ہمراہ لے کر گئے۔ جن کی ہیبت سے امیروں کو ڈرایا صرف ایک سردار اکرم خان نے حاضر ہی سے انکار کیا سو اسکو ایک دغاباز افغان کی رہنمائی سے انگریزی افسر نے اسکو مغلوب کر کے گرفتار کیا اور قندھار میں لاکر شاہزادہ تیمور کے حوالہ کیا۔ جس نے میک ناٹن صاحب کے اکسانے سے اس کو توپ کے منہہ میں رکھ کر اُڑا دیا۔ کسی شاعر کا قول ہے کہ عداوت اور کینہ سے عداوت اور کینہ پیدا ہوتا ہے سو اسکا ظہور افغانستان میں انگریزوں کے ساتھ ہو رہا تھا۔ میک ناٹن نے ایک شوخ لڑکے کی مثال بنا کر شیر کی طبیعت کو جو اکثر آدمیوں کے دلوں میں گھات لگائے رہتی ہے ظاہر کیا مگر بھول گیا کہ وہ شیروں کی قوم میں بیٹھا ہے جو ایک لمحہ کی اطلاع میں اپنے پہلے سے مقرر کئے ہوئے شکار پر لپک کر دوڑیں گے ٭

کسی چیز سے میک ناٹن کی خاطر جمعی میں ایک لمحہ بھی خلل نہیں پیدا ہوا بیشک اسکی وہ کوششیں کارت گئیں جو اسنے اسلئے کی تھیں کہ انگریزوں کا رعب وداب تسلط ہرات میں سب پر غالب ہو اسکی وجہ یہ تھی کہ چند مہینے پہلے سے ٹوڈ صاحب ہرات سے بلائے گئے اور شہزادہ کامراں کو جو تحفظ امان کیواسطے روپیہ دینا ٹھیرا تھا وہ بھی موقوف کیا گیا۔ بخارا میں سٹوڈوارٹ اور کونولی صاحب مقید تھے۔ دوست محمد خان کا سب سے زیادہ لایق بیٹا اکبر خان ازاد و بے قید تھا۔ وہ بامیاں کی مرتفع زمینوں میں پناہ گزین تھا مگر ایک عرصہ کے لئے کھلے میدان میں کوئی دشمن نہ تھا۔ خیوا پر روسیوں نے فوج کشی کے ارادے کو فسخ کر دیا تھا۔ درانی امیروں کے ناک چکی کے پاٹ تلے دبی ہوئی تھی اور افغانستان میں ایسا ہی امن وامان تھا جیسا کہ ہندوستان کے اضلاع میں۔ افغانستان میں انگریزوں کی چھاونیاں مرتفع زمینوں پر ڈالی گئی تھیں۔ وہاں کی ہوا روح افزا تھی اور فضائے دلکشا تھے متاہل انگریزوں نے یہ جانا کہ یہاں سے ہندوستان میں جانا بدیر ہوگا۔ اپنے اہل وعیال

کو بلالیا میں اپنے خاوندوں کے دل خوش کرنے کے لئے گئیں اور اپنے بال بچے دل بہلانے کے لئے لئے گئیں۔ اور وہ ایسی خوشی گئیں جیسے کہ کسی شادی میں باتی ہیں اور عیش و نشاط کے ساز سامان پائی اسے نو وغیرہ بھی ساتھ لے گئیں۔ میک ناٹن صاحب بمبئی کے گورنر مقرر ہو گئے تھے اس خوشی کے انتظار میں میک ناٹن صاحب بیٹھے تھے کہ جلدی ست وہ گھڑی آئے کہ اپنا کام الیگزینڈر برنیز کو سپرد کر کے اپنے نئے عہدے پر جاؤں۔ مگر ایک بات نے بمبئی جانے سے روک لیا یہ بات صرف چند ہزار پونڈ خرچ کرنے کی بھی تین سال سے جو زر کثیر خرچ ہو رہا تھا اسکے مقابلہ میں یہ رقم ناچیز تھی۔ افغانستان کے باب میں جو پولیسی اختیار کی گئی تھی۔ اسکو کورٹ ڈائرکٹرز نہ روک سکتے تھے نہ اس کے عادی ہو سکتے تھے وہ اس کے خرچوں کو دیکھکر دنگ ہوتے تھے اور بولائے جاتے تھے۔ لارڈ بن ٹنک کے زمانہ کا روپیہ جو خزانہ میں جمع تھا وہ سب خرچ ہو گیا اور سوا کروڑ روپے سالانہ کا خرچ ہندوستان کے ذمے اور بڑھ گیا تھا۔ انگلینڈ میں لارڈ میل بورن کی وزارت تھی۔ اس خرچ کثیر سے وہ گھبرائی۔ انڈیا ہوس کی سیکرٹ کمیٹی (رازدار کمیٹی) نے جو بورڈ کنٹرول کی رایوں کو بیان کرتی تھی لیک سے زیادہ چھٹیاں لارڈ آک لینڈ کو لکھیں جن میں اُن کو حکم دیا گیا کہ وہ افغانستان کے خوفوں اور دقتوں کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرے اور ان دو باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کرے کہ یا تو افغانستان کو انگریزی سپاہ سے بالکل خالی کرے یا وہاں جو سپاہ مقیم ہے اس میں اور سپاہ افزایش کر کے خاطر خواہ انتظام کرے۔ یہ بہت بہتر ہوگا کہ صاف صاف اقرار کیا جائے کہ افغانستان میں ہم کو بالکل ناکامیابی ہوئی اور ملک بالکل چھوڑ دیا جائے۔ بہ نسبت اسکے کہ پادشاہ کی کمزور حکومت کے سنبھالنے کے لئے تھوڑی سی انگریزی سپاہ کا یا محض انگریزی رزیڈنٹوں کے رعب وداب کا سہارا لگایا جائے یہ خطوط ۱۸۴۱ء کے شروع میں گورنر جنرل کے پاس پہنچے انہوں نے اپریل ۱۸۴۱ء میں اس کا جواب لکھا۔ جن میں اپنی باتوں پر جمے رہنے کے لئے یکساں مغالطہ میں ڈالنے والے دلائل برخلاف اُن باتوں کے بیان کیں کہ بادشاہ کی حکومت کمزور ہے اور افغانستان میں انگریزوں سے لوگ متنفر ہیں وہاں کے خرچوں میں ہندوستان کا خزانہ خالی ہوا جاتا ہے اور علے ہذا القیاس اور باتیں۔ گورنر جنرل نے کلکتہ میں بے تامل سودی روپیہ قرض لیا اور میک ناٹن صاحب کو ہدایت کی کہ وہ افغانستان میں خرچوں کی تخفیف کرے۔ اگر یہ تخفیف اور طرح سے نہ ہو سکے تو افغان امیروں کو قدیمی طریقہ کے موافق حفظ امان کر لئے

جو روپیہ دینا ٹھہرا ہے اُنھیں تخفیف کرے - اگرچہ یہ روپیہ شاہ شجاع کی طرف سے دیا جاتا تھا مگر درحقیقت وہ انگریزی خزانہ سے مدت سے صرف ہو رہا تھا۔ اب یہ حکم ہوا کہ پادشاہ کو خود لازم ہے کہ اپنے وسائل سے بقائے حکومت کا بندوبست کرے - اگرچہ میک ناٹن صاحب اس طریقہ پر کہ اشرفیاں لیٹن اور کوٹلوں بر مہرے لگے رہا دھیلانہ دیا جاوے دھیلی دیجائے - بہت اعتراض کرتا تھا مگر لارڈ آک لینڈ اور ہوم گورنمنٹ اور نیز اپنے اسسٹنٹ برنز کے تقاضوں سے اپنی مرضی کے برخلاف کام کرنے پر مجبور تھا کہ اس نے غلزئی خیلوں کو کابل میں ستمبر کی آخر تاریخوں میں بلایا اور اُن سے کہا کہ تمہارے وظایف میں سے بقدر تیس ہزار روپیہ سالانہ کے کم کئے جاویں گے ۔ وہ میک ناٹن صاحب کی باتوں پر اعتبار کرتے تھے وہ اسکے ارشاد سے انکار کرنے میں بڑبڑائے نہیں وہ اپنے گھر میں چپ چاپ - لیکن جناب آنہ مائی کا خیال برٹش گورنمنٹ کے ساتھ لیکر چلے آئے جو اپنے وعدوں کے پورا کرنے میں اچھی نکلی - اُنہوں نے خیبر اور کوہستان اور کابل کے گرد کی اُن قوموں سے جو اس نقصان میں شریک تھیں باہم سازشیں اور آمیزشیں شروع کیں - اس تخفیف کا اثر پادشاہ کے دربار پر بھی پڑتا تھا اس لئے کابل کے آس پاس بھی سازشوں کا بازار گرم ہونے لگا - چند روز بعد کابل میں معلوم ہوا کہ کابل اور جلال آباد کے درمیان غلزئیوں نے لوٹ مار کر کے اس راہ کو بند کر دیا جس پر ہندوستان کو درہ خیبر سے آمد و رفت و مراسلت ہوتی تھی ؎

میک ناٹن صاحب نے افغانستان کو چھوڑ کر جانے کا خیال ترک کر دیا وہ اس کے چھوڑنے کو ایک بینظیر پولیٹکل مہا پاپ اور پوری بے ایمانی اور اول درجہ کی دغابازی خیال کرتا تھا - اور اس دفعۃً تحفظ لبان کے وظیفہ کے گھٹانے کو اخلاق کے اعتبار سے کوئی بری بات نہیں جانتا تھا لیسے وقت میں یہ امر دانائی سے بعید تھا کہ وہ اس وعدہ خلافی کا اخلاقاً ایسا صحیح خیال نہیں رکھتا تھا جیسے کہ اُن ذنگہ فسادوں کا جن کو وہ جانتا تھا کہ اسوقت جو سپاہ جنرل سیل کے ماتحت ہندوستان کو جاتی ہے فرو کر دے گی - میک ناٹن صاحب صرف یہی دیکھ سکتا تھا کہ کئی سو بدمعاشوں نے وہ رستہ بند کر دیا ہے جو کابل سے ۱۵ میل پر ہے اسکی دلشکنی صرف اس سے ہوتی تھی کہ جس ملک کو وہ چھوڑنے کو ہو رہا ہے اسمیں کوئی ہوا ایسی چلے کہ جس سے اُس میں خلل پیدا ہوں اسکو یقین تھا کہ یہ چھوٹا سا بلوہ جس وقت دبا دیا جائے گا تو پھر افغانستان میں امن اماں ایسا ہو جائے گا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا ؎

ایک انگریزی افسر پشاور گیا تھا اُس کی راہ کی حکایتوں کو سن کر میک ناٹن صاحب بہت سے سبق

سیکھ سکتا تھا۔ ۴۔ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو گرے صاحب کابل سے ایک دوست امیر ازین خان کے ساتھ جس کے ہمراہ اپنے چار سو ملازم تھے روانہ ہوئے انہوں نے اپنے سفر کا پورا حال برنیز صاحب کو ۷ اکتوبر کو لمغان سے لکھا کہ سرکش قوموں سے سارے رستہ میں بھاری بھاری مت بھیڑیں کرنی پڑیں ملک کے ناہموار گھاٹیوں کے بڑے کجدار راستوں میں سفر کرنا پڑا۔ اُسکا وفادار دوست و محافظ بڑی تکلیفیں اُٹھا کر ہندوستان کی سڑک پر اُسکو لایا۔ امین خان افغانیوں کی دھمکیوں میں نہیں آتا تھا اُن کو رشوتیں دیتا تھا اس طرح سے اُس نے انگریزوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کو بچایا ورنہ وہ بالکل غارت ہو جاتا۔ مگر اس نے گرے صاحب کو بے باکانہ خوف سے متنبہ کر دیا کہ سارا افغانستان اپنا یہ ایک منشاء رکھتا ہے کہ ملک میں کیا ہر ایک انگریز کو مار ڈالے یا اس میں سے انگریزوں کو نکال دے۔ کابل بر سر فساد آمادہ ہے۔ ایسی حالت میں میرے ملازم بھی میرے مطیع نہیں رہیں گے۔ یہ خط برنیز صاحب کے پاس عین وقت پر پہونچا۔ میک ناٹن صاحب کو اس سے واقف ہونا چاہئے تھا۔ پوٹنجر صاحب نے بھی اس اطلاع دینے میں کوئی قصور نہیں کیا کہ خوفوں کی گھٹا اُمڈ رہی ہے۔ میک ناٹن صاحب جانتا تھا کہ شاہ کے خود بہت سے ملازم کابل کو چھوڑ چھوڑ کے فتنہ پردازوں میں ملتے جاتے ہیں۔ غلزئی سرداروں کے فساد و بیخ مٹانے کے لئے حمزہ خان بھیجا گیا تھا وہ خود ہی سب سازشوں کا بانی مبانی نکلا۔ مگر کوئی بات اُس کے دل سے اس یقین کو نہیں نکال سکتی تھی کہ یہ طوفان عظیم جزوی ہے اور یوں ہی فرو ہو جاوے گا۔ ۹۔ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو ایک کالم کرنیل مون ٹیتھ کے ساتھ کابل سے ہندوستان کو مراجعت کرنے کے لئے روانہ ہوا اُسی رات کو اس سپاہ پر بت خاک میں افغانوں کی ایک درشت خو گروہ نے حملہ کیا سیل صاحب خود ۱۳ پلٹن کو ہمراہ لے کر بت خاک سے آگے راہ صاف کرنے کے لئے گئے۔ لڑتے بھڑتے ۱۲ کو خرد کابل کی گھاٹیوں میں پہنچے ۳۵۔ رجمنٹ کو یہاں چھوڑ کر ۱۳ پلٹن کے ساتھ پھر بت خاک میں آ گئے ۱۷۔ کو مون ٹیتھ صاحب اور اس کے بہادر سپاہیوں کو دفعتاً افغانوں کے ایک لشکر سے لڑنا پڑا جن میں سے بہت سے افغان چند گھنٹہ پہلے انگریزوں کے خیموں کے پاس دوستانہ خیمہ زن تھے مون ٹیتھ صاحب کو کسی طرف سے کمک نہیں پہونچی اس لئے اُن کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا ۔

جب ۲۰۔ اکتوبر کو سیل صاحب کے پاس کابل سے کمک کے لئے سپاہ آئی تو مون ٹیتھ صاحب کی مدد کو وہ پہونچے۔ دو دن میں یہ دونوں سپاہیں رستہ میں تھوڑی سی لڑائی لڑ کر دادی تیزین میں سخت کوتل

میں پہونچی۔ غلزیئوں نے اس خیال سے کہ ہم ضعیف ہیں سیل صاحب ہم کو صدمہ پہونچائیں گے اُن کے پولیٹکل افسر میک گریگور کو دم دہلانسے دیکر ان شرائط پر صلح کی گفتگوئیں کیں جو بالفعل خوف کو دور کرے۔ صاحب نے جو ہدایتیں اُسکو کی گئی تھیں اُن سے تجاوز کرکے اُن شرائط کو قبول کرلیا۔ جس کے لئے غلزیوں نے ہتھیار اُٹھائے تھے اُن کے واسطے جو پہلے تحفظ امان کے لئے روپیہ وبناہٹیر اتھاوہ بحال کیا گیا مگر کوئی امیر اپنے علاقہ سے باہر کسی قزاقی اور رہزنی کا جواب دہ نہ تھا۔ سیل صاحب نے جب آگے گندمک کی طرف سفر کیا تو برخلاف شرائط ان پہاڑیوں نے جن کے سرخیلوں نے ابھی اطاعت قبول کی تھی کئی دفعہ حملہ کرکے اس کو دق کیا اور عقب کی فوج کے آدمیوں اور خرچیوں کا بہت نقصان پہلے اس سے ہوا کہ وہ جگدلگ کی تاریک تنگ راہیں پہچے ۔۳۰۔ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو سیل صاحب گندمک پہونچے وہ جن دنوں میں پہاڑوں میں آفتیں جھیل رہے تھے کابل میں انگریز لطف زندگی اُٹھا رہے تھے۔ سیل صاحب کی میم صاحبہ نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے کہ اکتوبر کے آخر دنوں میں اُن طوفانوں کا سان گمان بھی نہ تھا جو انگریزوں کے سر پر جلد آنے والے تھے کہ غلزیوں کے بلوہ کے سبب سے ڈاک کے آنے میں خلل پڑتے ہیں مگر میں اپنے دلکو یوں تسکین دے لیتی ہوں کہ وہ ایک دو دن میں آہی جائنگی۔ وہ کابل سے چند روز میں میک ناٹن صاحب اور جنرل الفنسٹن صاحب کے ساتھ ہندوستان کو جانے والی تھیں وہ اپنے روزنامچہ میں لکھتی ہیں کہ مجھے اپنے آرام کے مکان کے چھوڑنے کا افسوس ہے جس کو میرے خاوند نے اپنی تجویز سے بنایا تھا اور اپنی سپاہیانہ خدمات میں میرے رزم آرا شوہر نے باغ لگایا تھا اُس میں ناشپاتیاں۔ آلو۔ وگوبھی۔ ہاتھی چک بوئے تھے اور پھلواری لگائی تھی اُن کی افغان شرفا ملاقات کو آتے تھے تو تعجب کرکے اُن کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان میں انگریزوں کو کیسا اطمینان تھا کہ اُنہوں نے اپنے رہنے کے لئے مکان بنائے تھے ؛

کابل میں انگریزی سپاہ کے اقامت کے لئے کوئی اُستوار حصن وحصار نہ تھا جسکے بنانے کا فکر انگریزوں کو رہتا تھا۔ انجنیئر بار بار یہ تقاضا کرتے تھے کہ بالاحصار میں بارکیں بنائی جائیں اور قلعہ کے برج کی دوبارہ مرمت کی جائے کہ اسمیں سپاہ محفوظ رہ سکے۔ شہر کے شمال کی طرف جو چھاونیاں ہیں اور ریذیڈنسی کا جو مکان ہے وہ امن وامان کی حالت میں سپاہ کی اقامت کے لئے اچھے ہیں۔ لیکن اگر بالاحصار کی مرمت اچھی طرح ہو جائے گی تو اس میں ضرورت کی صورت میں کل سپاہ اچھی طرح باسایش رہے گی۔ لیکن بدنصیبی سے شاہ شجاع نے جو بالاحصار میں سپاہ کے رہنے پر اعتراض کئے وہ مانے گئے اور اُسکے بتانے کے موافق چھاونی کی یہ صورت بنائی

گئی کہ وہ ایک ہزار گز طول میں اور چھ سو گز عرض میں متوازی الاضلاع کی صورت میں تھی چاروں طرف اس کے ایسی فصیل بنی ہوئی تھی جس پر چالاک سی گاے کود کر اندر جا کر سکتی تھی اسکے ہر کونہ پر برج بنا ہوا تھا اور اُس کے چاروں طرف خندق تھی۔ اس کے بنانے میں بھی ملیٹری سائنس پر عجیب ٹیکی پڑی تھی کہ وہ نشیب میں مرطوب مقام میں بنائی گئی تھی۔ اسکے اوپر افغانوں کے قلعے تھے نہ جن پر انگریزوں نے قبضہ کیا تھا نہ اُن کو منہدم کیا تھا۔ ان قلعوں میں ایک قلعہ اُن کے مالکوں سے حکام فوج نے خرید لیا تھا اور اُسکو کمسریٹ کا گودام بنایا تھا۔ رزیڈنسی کا احاطہ چھاونی سے ملحق تھا۔ میک ناٹن صاحب کو نہ چھاونی کا مقام اور نہ اُس سے باہر کمسریٹ کا مقام پسند تھا انہوں نے بار بار لارڈ آک لینڈ سے درخواست کی کہ چھاونی سے جو بالائی قلعے ہیں اُن کے مالکوں سے خرید لیئے جائیں مگر یہ درخواستیں اس سبب سے نامنظور ہوئیں کہ اسمیں روپیہ بہت خرچ ہوتا تھا خلاصہ یہ ہے کہ کابل میں چھاونی کا مقام بلوہ ہونے کی صورت میں بڑی ذلیل و حقیر پناہ گاہ تھی ؏

سر ولیم میک ناٹن مع اپنے سٹاف کے رزیڈنسی کے مکان میں چھاونی کے قریب رہتے تھے۔ جنرل الفنسٹن کا ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) چھاونی میں تھا۔ برنیز صاحب شہر کے اندر رہتے تھے جس کے محاذی خزانہ تھا اور محافظ خزانہ کپتان جانسن تھا۔ اور اس کے حوالی میں بعض اور افسر رہتے تھے بریگیڈیر بڑے تجربہ کار سپاہی ضدی و تند خو تھے وہ کیمپ میں بہت سپاہ کے ساتھ سیاہ سنگ کی پہاڑیوں میں رہتے تھے۔ جو ڈیڑھ میل کے قریب چھاونی سے فاصلہ پر تھیں ان دونوں کے بیچ میں دریائے کابل حایل تھا۔ شیلٹن کی سپاہ اور چھاونی کی سپاہ جنرل الفنسٹن کے ماتحت تھی اور اس سے علیحدہ شاہ کی سپاہ تھی۔ جس میں چار پلٹنیں پیدلوں کی نو توپخانے تین کمپنیاں سیپر مائنر (سفر مینا) کی اور ایک رجمنٹ سواروں کی اور کچھ غیر آئین سوار تھے۔ یہ کل سپاہ آراستہ خوب مسلح تھی بالا حصار میں شاہ شجاع کے پاس بہت ملی جلی سپاہ اور توپیں تھیں

۲۔ نومبر کو جو بلوہ برپا ہوا وہ قبل از وقت صرف برنیز صاحب کی ذاتی سخت عداوت کے سبب وقوع میں آیا۔ میک ناٹن صاحب تو کسی وحشت ناک خبر کو سنتے تھے جب لفٹننٹ کرنیل کو لونی نے اُن سے کہا کہ دکاندار ہمارے آدمیوں کے ہاتھ سودا اس خوف کے سبب سے نہیں بیچتے کہ مبادا وہ فرنگیوں کے ساتھ مہربانی کرنے کی علت میں قتل کیئے جائیں۔ پنڈت موہن لعل نے رزیڈنسی کے میر منشی تھے انہوں نے برنیز صاحب سے کہا کہ شہر میں انگریزوں کے برخلاف سازشیں ہو رہی ہیں تو صاحب نے دیکھنے کو کہنے پر توجہ نہیں کی۔ وہ اپنی من موجی باتوں کے برخلاف کسی بات کی پروا نہیں کرتا تھا ؏

پہلی نومبر کی شام کو برنیز صاحب نے میک ناٹن صاحب کو یہ مبارکباد دی کہ اب آپ ایسے ملک سے جاتے ہیں جس میں بالکل امن و آمان ہے اُسکو معلوم نہ تھا کہ کل کیا طوفان اُٹھنے والا ہے اور اس کی زندگی کے چند گھنٹے باقی ہیں۔ اس رات کو ایک امیر افغان کے گھر میں غلزئیوں کے سرخیل اس غرض سے جمع ہوئے کہ ملعون کافروں سے کس طرح اور کس وقت اپنا انتقام لیں جنہوں نے ہمارے ملک پر حملہ کیا ہے ہماری عزیز حقوق اور آزادی کو خاک میں ملایا ہے ہماری عورتوں کو بے عزت کیا ہے۔ اس مجلس میں سب سے زیادہ گویا مقرر عبداللہ خان تھا۔ جب برنیز صاحب کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو اس کو یہ پیغام بھیجکر دھمکایا کہ پادشاہ سے کہہ کر تجھہ کتے کے کان کٹوا دوں گا۔ یہ شریف افغان بھلا اپنی اس تذلیل و تحقیر کا کب متحمل ہو سکتا تھا اس نے یہ صلاح دی کہ کل جو بلوہ کیا جائے اسمیں اول برنیز کا گلا کاٹا جائے سب نے اس صلاح پر صاد کیا ﴿

برنیز صاحب شہر میں رہتے تھے ۲۔ نومبر کو صبح کو سوتے سے اُٹھے تو اُن کے ایک افغان دوست نے اُن سے عرض کی کہ آپکے سر پر آفت آنے والی ہے آپ یہاں سے کہیں چلے جائیے دوسرے دوست نے بھی آنکر یہی صلاح دی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ سرکے۔ جب بڑے غل غپاڑے کی آوازیں اُن کے کان میں آیئں تو میک ناٹن صاحب کو لکھا کہ کوئی بڑا خوف و خطر نہیں ہے مگر آپ سپاہ کمک کے لئے بھیج دیجئے پھر اُنہوں عبداللہ خاں کے پاس صلح و آشتی کا پیغام بھیجا جس کا جواب دوستانہ نہ آیا۔ اُن کے گھر کے آگے ایک خشمناک انبوہ غل و شور مچا رہا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ چھاونی سے تو نہیں مگر بالا حصار سے جو قریب ہے عنقریب کمک آنے والی ہے اور یہ سمجھ کر کہ مجھ میں گویائی کا ایسا ملکہ ہے کہ جسکو جو چاہونگا سمجھا لوں گا وہ برآمدے میں آئے اور اس انبوہ کو للکارا اُس نے غصہ میں آنکر اُن سے کہا کہ آپ اپنا اور اپنے ہمراہیوں کا خون ہماری حوالہ کیجئے۔ اب وقت باتیں بنانے کا نہیں رہا تھا چاروں طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ انگریزی افسر اپنی جان بچانے کے لئے پہرہ کے تھوڑے سے سپاہیوں کو ساتھ لے کر لڑ رہے تھے۔ اس لڑائی میں جو برابر کی نہ تھی سب سے اول دلاور کپتان ولیم بروڈفٹ کی جان گئی ان کے بھائی بھی پہلے پروانڈرہ میں سپاہیانہ قتل ہوئے تھے۔ برنیز صاحب کے مکان کے پاس ہی خزانہ تھا۔ اسکو ایک گروہ نے لوٹنا شروع کیا اور دوسرے گروہ نے صاحب کے اصطبل میں آگ لگا دی ﴿

آٹھ بج گئے مگر کہیں سے کمک نہ آئی برنیز صاحب نے مایوس ہو کر اپنے اور اپنے بھائی کی جان

بچانے کے لئے ایک حملہ آوروں کے سامنے بھاری رشوت پیش کی اُنہوں نے اسکے جواب میں کہا کہ آپ باغ میں نیچے اُتر جایئے۔ آخر کار ان دونوں بھائیوں نے افغانی لباس پہنا اور ایک دغا باز کشمیری نے اُن کو باغ میں قسم کھا کر یہ پھسلایا کہ میں آپ کو اس کی جگہ بتلاتا ہوں اس قسم کھانے میں سکندر برنیز پکارا۔ یہ آواز سنتے ہی ایک گروہ کو ملا ئے آیا۔ اور ایک لمحہ میں افغانوں کے لمبے چھروں نے دونوں بھائیوں کا قیمہ قیمہ کردیا ان کے مکان اور خزانہ کو آگ لگادی ؛

برنیز صاحب اپنے عین شباب زندگی میں فنا ہوئے۔ چند گھنٹوں میں وہ صاحب جن کے مدت سے وہ امیدوار تھے اُن کو یہ ملا کہ جان گئی وہ اس پولیسی کے جس کے بڑا کہنے میں سب سے زیادہ اعلےٰ تھے پہلی قربانی بنے۔ یہ اُن کی تلون مزاجی اور الا دھند کام کرنے کا نتیجہ تھا کہ ہر کام میں افراط تفریط کرتے تھے اب سوال یہ ہے کہ یہ کس طرح سے ہوا کہ بالا حصار سے اُن کو امداد سپاہ نہ پہونچی اس بدنظمی کا الزام شاہ شجاع کے ذمے نہیں لگایا جاسکتا۔ شاہ کے کان میں جسوقت بلوے کی آواز گئی اس کو معلوم ہوا کہ برنیز صاحب پر حملہ ہوا ہے اور شہر میں غل مچ رہا ہے تو اس نے کیمبل صاحب کو حکم دیا کہ وہ اس کی رجمنٹ سپاہ اور دو توپوں کو لے جاکر برنیز صاحب کی امداد کرے۔ کیمبل صاحب نے اضطراب کی حالت میں شہر کے مرکز میں جانے کی کوشش کی۔ برنیز صاحب کے مکان کو ایک چاڑی کی راہ جاتی تھی جس پر کچھ دنگہ فساد نہ تھا وہ اس راہ سے تو گئے نہیں دوسری راہ سے گئے جس میں گلیوں کے اندر اُن کو لڑنا پڑا اور اس سبب سے بہت نقصان اُٹھا کر واپس آنا پڑا۔ اور توپوں کو چھوڑنا پڑا۔ اس وقت قتل کا سارا کام ہوچکا تھا خزانہ لٹ چکا تھا۔ دولتمند ہندوؤں کی دکانیں لٹ چکی تھیں۔ مکانوں کے جلنے کے شعلے اُٹھ رہے تھے۔ لوٹ مار غل غپاڑے مچ رہے تھے۔ افغانوں نے اپنا کام پورا کرلیا تھا جتنے گھنٹے گذرتے جاتے تھے شہر میں دنگہ وفساد بڑھتا جاتا تھا۔ جو افغان رات کو اپنے گھر میں بیٹھے رہے تھے وہ صبح کو باہر نکل کر لوٹ مار میں ایسے مصروف ہوئے کہ اُن کو انگریزوں سے انتقام لینے کا ذرا خوف نہ تھا اس صبح کو کابل سے ڈیڑھ گھنٹہ کے سفر پر چار یا پانچ ہزار سپاہ موجود تھی۔ اگر اُن میں سے کوئی سوا انگریزی سپاہ پہلے سے بھیجدی جاتی تو برنیز صاحب اور اُنکے ساتھی موت کے پنجہ سے بچ جاتے اور وہ جو تھوڑی سی آگ لگی تھی بجھ جاتی۔ اور بھڑک کر سارے شہر میں پھیلتی مگر نہ میک ناٹن صاحب نہ جنرل الفنسٹن صاحب اس وقت کی ضرورتوں کو سمجھے۔ جب برنیز صاحب کی چٹھی اس غدر کی بابت آئی تو میک ناٹن صاحب نے جنرل الفنسٹن صاحب سے فوراً اصلاح ومشورہ پوچھا مگر جنرل صاحب

اپنی پیرانہ سالی اور امراض مزمنہ کے سبب سے ایسے ضعیف و ناتوان تھے کہ انہوں نے اس باب میں کوئی مستعدی ظاہر نہیں کی اور خود میک ناٹن صاحب نے برنیز صاحب کی چھٹی کی طرز تحریر سے اس بلوہ کو ایسا خفیف جانا۔ جسکو دیوانگی کہنا چاہیئے۔ مگر جوانمرد جارج لارنس صاحب نے جو میک ناٹن صاحب کے سٹاف کا ایک پولیٹکل افسر تھا یہ صلاح دی کہ بلا توقف چھاونی سے ایک رجمنٹ شہر میں سر الگسینڈر برنیز کے مکان پر جاے اور وہاں سے قوی جماعتیں ان امیروں کے مکانوں پر متعین کی جائیں جو اس بغاوت کے بانی ہیں جیسے کہ امین اللہ خان لوکر اور عبداللہ خان اخنک زئی اور وہ گرفتار کرلئے جائیں۔ مگر یہ مشورہ اُن کا بالکل دیوانگی اور حالات موجودہ میں غیر ممکن سمجھا گیا۔ بہت سے قیمتی وقت کھو کر بریگیڈیر شیلٹن سیاہ سنگ کی ہمسایہ کی بلندیوں سے جہاں وہ رہتے تھے قوی سپاہ اور توپیں لے کر بالا حصار میں آئے۔ پادشاہ کے حکم سے اس کا بیٹا اور وزیر سپاہ کو جو لڑنے کے لئے گئی تھی واپس لئے چلے آتے تھے کہ شیلٹن کی سپاہ پہونچی۔ جس نے دنگہ فساد کو کچھہ کم نہیں کیا جارج لارنس لکھتے ہیں کہ جب میں بریگیڈیر شیلٹن سے ملنے گیا تو وہ اس وقت توپوں سے شہر پر گولے مار رہے تھے۔ جس کا جواب دشمن بھی نہایت تیزی کے ساتھ اپنے جزائلوں سے دیتا تھا جو دور سے نشانہ مارتی تھیں۔ بریگیڈیر صاحب اپنے حواس میں نہ تھے اُن کے بشرے کی ہر حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ جب انہوں نے مجھہ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے تو میں نے جواب دیا کہ بلا توقف شہر میں داخل ہونا چاہیئے تو انہوں نے مجھے گھڑک جھڑک کر بدرشتی جواب دیا کہ میرے پاس سپاہ کافی نہیں ہے اور بظاہر تم نہیں سمجھتے کہ گلی اور بازاروں میں بندوقوں کی لڑائی کیا ہوتی ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ بالا حصار پر دو تین توپیں چڑھا دیجئے کہ شہر پر اُن سے گولے مارے جائیں تو انہوں نے کپتان نکلسن سے کہا کہ توپیں اوپر لے جائیں تو اُس نے عذر کیا کہ گھوڑے اس لایق نہیں کہ توپوں کو اتنی بلندی پر چڑھا کرلے جائیں تو اس بات کو سن کر میں نے بریگیڈر سے کہا کہ اگر آپ افسروں کو بجائے حکم کی تعمیل کرنے کے عذرات کرنے دیں گے تو کچھہ کام سرانجام نہ ہو سکے گا۔ گھوڑوں کو توپ سے کھول ڈالیں۔ اور اُن کو آدمی کھینچکر اوپر لے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شیلٹن صاحب کے کام نکرنے پر شاہ بھی متعجب تھا کہ نیچے تو مار مار ہو رہی تھی اور وہ اپاہج بنا کھڑا تھا اور انگریزی دو افسر ٹریور اور میکن زئی اپنے مقامات کو شہر میں جانبازی کرکے بچا رہے تھے۔ اُن کے ساتھہ بڑی مستقل دلاور سپاہ تھوڑی سی تھی اور ہزاروں حملہ کرنے والے اُن پر جزائل دور کی نشانہ لگانے والی چلا رہے تھے۔ اس طرح سزا نہ پانے سے ہر گھنٹہ میں افغانوں کی سرکشی میں قوت بڑھتی گئی۔ کابل میں دوسرے دن صبح کو گرد کے دیہات سے

ہزاروں مسلح دیہاتی آن کر جمع ہو گئے۔ اکثر انگریزوں کی طرف سے مناسب مستعدی وجد وجہد ظاہر ہوتی تو یہ مسلح ہنگامہ فرو ہو جاتا۔ شہر کے قزلباش محلہ میں ایرانی نادر شاہ کی اولاد اس سرکشی کے ہنگامہ سے جدا تھے دوست محمد خان بارک زئی جرگے واقعات کو دیکھ رہے تھے۔ یہ دونوں جانب غالب کے طالب تھے۔ اگر انگریز اپنا غلبہ دکھاتے تو ضرور یہ دونوں اُن کے ساتھ ہو جاتے مگر انگریزوں نے اپنی حیص بیص میں ایسی باقوت جماعتوں کی مدد کو ہاتھ سے کھو دیا کابل سے جب ۳۷ سپاہیوں کے پلٹن پاس احکام پہونچے تو وہ فوراً اپنے مقام وادی خُرد کابل سے آ گئی مگر یہ دن بھی ضائع گیا کہ کوئی کوشش ایسی نہیں کی کہ وہ پہلے کاہلی کی مکافات ہوتی۔ فوجی افسروں پر ایک عجیب فالج کی سی حالت طاری ہو رہی تھی۔ سپہ سالار پیرانہ سال گو دلاور تھا مگر بیماری کے سبب سے کمزور تھا اُنہوں نے لڑنا مناسب نہ جانا۔ بلکہ صلح کے پیغام دینے کو بہتر جانا۔ نہ سپاہ میں کوئی اور ایسا شجاع جفاکش تھا کہ وہ ہمت کر کے سپہ سالاری کرتا اور غریب جنرل کو آرام سے بٹھاتا۔ صلاح ومشورہ کے اختلاف نے محاصرین کے اور پاؤں جما دئے۔ سول ملازموں میں صرف میک ناٹن صاحب تھے جو سول میں آنے سے پہلے پانچ برس سپاہ میں نوکری کر چکے تھے اس امتحان کے وقت میں سپاہیانہ مستعدی اور دانشمندانہ بہادری دکھا رہے تھے۔ اُنہوں نے ابھی سیل صاحب کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے برگیڈ کو اُلٹا کابل کو بہت جلد لے آئے۔ اور ناٹ سے درخواست کی کہ جس قدر سپاہ قندھار سے ہو سکے وہ ساتھ لے کر جنرل الفنسٹن کی امداد کرے جتنے فوجی ساتھی تھے نہ اُن میں خود دانشمندانہ کام کرنے کی لیاقت تھی نہ اُن میں یہ ہوشیاری تھی کہ وہ اپنے نوجوان دانا افسروں سے صلاح ومشورہ لے کر کام کرتے۔ جارج لارنس برگیڈیر شیلٹن صاحب کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ میں اُن کو ایک بڑا افسر اور فی نفسہٖ دلیر دلاور ہمیشہ تصور کرتا تھا۔ یہ میں جانتا تھا کہ وہ لشکر میں ہر دلعزیز نہیں۔ مگر ہر دل عزیز ہونا قطعی لیاقت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اس لئے اس بات کو میں خفیف جانتا تھا اس میں شبہ نہیں کہ وہ سپاہ کی ڈسپلن کی تمام باتوں سے واقف تھا اور اُن کو عمل میں لا سکتا تھا مگر وہ ان سب باتوں کو جو اُسکے اپنے دماغ سے نہ نکلی ہوں ہیچ پوچ جانتا تھا اور اُن میں چون وچرا کرتا تھا اور اُن کی لیاقتوں کی قدر شناسی نہیں کرتا۔ اور ہمیشہ وہ بیان کرتا کہ اگر میں اوروں کے منصب پر ہوتا تو یہ کام اس طرح کرتا وہ اپنے منصب پر خود غیر مطمئن تھا اور ہندوستان میں واپس جانے کا شائق تھا اور طبیعت میں گھبراہٹ تھی اور مزاج میں چڑچڑاپن تھا جنرل الفنسٹن کی نسبت وہ تحریر کرتے ہیں کہ ایک نہایت ہی ہنرور اور فن سپاہ گری کے ہر شعبہ سے ماہر اور خلقی شجاع اور متحمل دلاور اور خطرات میں نڈر تھا۔ لیکن امراض تپ اور وجع المفاصل میں متواتر مبتلا

رہنے سے اُس کا جسم و دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ اور بالکل محنت و مشقت اُٹھانے کے لایق نہیں رہا تھا۔ اس ضعف جسمانی کے سبب سے وہ اپنے تئیں عہدہ سپہ سالاری کے لئے لایق نہیں جانتا تھا۔ محض گورنر جنرل کے اصرار اور درخواست سے یہ عہدہ قبول کیا تھا۔ اب افغانستان کا یہ حال دیکھکر اُس نے اس عہدے سے سبکدوش ہونا چاہا۔ وہ جسم و دماغ کے ضعف کے سبب سے بالکل اپنے سٹاف (مصاحبوں) کے ہاتھ میں تھا۔ برگیڈیر شیلٹن تو کسی سے صلاح و مشورہ پوچھکر کوئی بڑا کام نہ کرتا تھا اور جنرل الفنسٹن اور وہ بھی اُس صلاح و مشورہ پر چلتے تھے جو سب سے زیادہ بدتر ہوتا۔ غرض بدنصیبی کے سبب سے انگریزوں کی قسمت ایسے افسروں کے ہاتھوں میں پڑی تھی۔ ان اوراق میں آیندہ چند ہفتوں کے اندر جو واقعات واقع ہوئے اُن کے بالتفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں گو اُن کا بیان کرنا ممکن ہے ✤

شہر کابل کی حوالی میں بالاحصار کی شاہی فوج کا کمسریٹ کا گودام تھا اسکا محافظ کپتان میکنزی تھا۔ اس پر ۲ نومبر ۱۸۴۱ء کو سخت حملہ ہوا۔ اور دو روز تک وہ بڑے استقلال اور ہمت سے دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ قلعہ میں میگزین کی قلت اور عورتوں کی کثرت تھی۔ مگر پھر بھی وہ ۳ تاریخ کی رات تک لڑتا رہا۔ اسکے پاس کمک پہونچی اور نہ کسی اور طرح کی خبر لی گئی۔ تو بہت نقصان اُٹھانے سے اور دشمنوں کی سرنگیں لگانے سے سپاہ کی ہمت شکستہ ہوئی اور آخر کار جب قلعہ کا دروازہ باروت سے دشمنوں نے اُڑا دیا۔ اور دوا کے نہ میسر ہونے سے زخمی مرنے لگے۔ تو اُس نے قلعہ خالی کر دیا اور بہادرانہ لڑتا ہوا باہر نکلا۔ اور چھاونی میں داخل ہوا اور سب عورتوں اور بچوں اور زخمیوں کو بچا لایا۔ اس قلعہ کے سوائے افغانوں کو کہیں لڑنا نہیں پڑا۔ اس ہنگامہ میں کپتان صاحب کی بہادری کی اور جرنیل صاحب کی کاہلی کی خوب تشریح ہو گئی ✤

اسی زمانہ میں افسران کمسریٹ نے اطلاع دی کہ چھاونی کی کل فوجوں کے واسطے دو دن کی رسد باقی ہے۔ ایسی حالت میں کمسریٹ کے قلعہ کی حفاظت کرنے کی اشد ضرورت ظاہر تھی۔ میک ناٹن صاحب نے جارج لارنس صاحب کو رات کے آٹھ بجے جرنیل صاحب کے پاس بھیجا کہ فوراً سپاہ کو بھیجکر قلعہ شریف خان پر قبضہ کر لے اور ایسی تدبیر کرے کہ لفٹنٹ وارین کی سپاہ کمسریٹ کے قلعہ کو خالی نہ کرے ایسی بدیہی تجویز جس پر کل فوج کی زندگی کا مدار تھا ۔ میں گھنٹے تک معرض بحث میں رہکر نامنظور ہوئی۔ لیکن پھر کچھ عقل آئی تو پہلا فیصلہ منسوخ ہوا۔ اور آیندہ صبح کے چار بجے قلعہ پر حملہ کا ہونا قرار پایا۔ مگر ۶۔ نومبر کو حملہ کا

ہونا جنرل صاحب نے اس خوف کے سبب سے موقوف کیا کہ خونریزی ہوگی۔ وارین صاحب زیادہ دیر تک قلعہ میں ٹھیر نہیں سکتے تھے وہ اسکو خالی کرکے چھاونی میں آگئے قلعہ افغانوں کے قبضہ میں آیا۔ تھوڑی دیر میں دیکھنا پڑا کہ دشمن کمسریٹ کے ذخیروں کو جو سپاہ کی روٹی تھی لوٹے لئے جاتے ہیں اور اون کو اُسکی ذرا پروا نہ تھی کہ انگریز اُسکے بدلے میں ہمارے ساتھ کوئی برائی کریں گے کوئی کوشش ایسی نہیں کی گئی کہ وہ انگریزی قوت و طاقت کے ادب کا سبق دشمنوں کو پڑھاتی یا چھاونی کے ضعیف مورچوں سے سپاہ کو ایک مضبوط فصیل کے قلعہ بالاحصار میں لاتی۔ اس حصار میں انگریزی سپاہ اتنے مہینوں تک آرام سے رہ سکتی تھی کہ بمبئی یا بالاے ہند سے سپاہ کمک کو آجاتی۔ اسکے لئے سرسیٹ صاحب انجنیر نے سفارش کی شاہ نے حکم دیا۔ باربار میک ناٹن صاحب نے عرض کیا مگر افسران سپاہ نے کسی کی بات نہ سنی۔ اُن کو یہ لو لگ رہی تھی کہ جلال آباد کو واپس جائیں گے اگر یہ امر بھی مستعدی کے ساتھ اختیار کیا جاتا تو سپاہ خوفناک بلاؤں سے بچ جاتی۔ مگر میک ناٹن صاحب کو یہ اصرار چلا جاتا کہ وہ شاہ شجاع کو اس کی سرکش رعایا کے ہاتھ میں چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پس یہ ہوا کہ ایک قوی سپاہ ہر جگہ سفر کرنے اور لڑنے کے لئے کافی چھاونی کے باہر ایک نم آلود زمین پر تیار ہوئی جس کے چاروں طرف پہاڑ اور قلعے تھے جن پر افغان جب چاہیں اپنا قبضہ کر سکتے تھے یہ ایسے ملک میں جو نیم مفتوح ہو چھاونی ایسی جگہ ڈالی تھی کہ وہ حماقت سے خالی نہ تھی جس کا اوپر بیان کیا گیا ہے ٭

آپس کے حسد کے سبب سے صلاح و مشورے میں اختلاف آرا تھا۔ جس سے کام میں بہت بگاڑ پیدا ہوا۔ گذشتہ ناکامیابیوں کی مکافات کرنے میں اور اپنی کھوئی عزت کے حاصل کرنے میں ایسی ضعیف ناتواں اور غیر منتظم کوششیں ہوئیں کہ سپاہیوں کی جانیں تلف ہوئیں ان کی توانائی اور مستعدی ضائع ہوئی۔ اور اُن کی ڈسپلین غارت ہوئی ٭

۹۔ نومبر کو شیلٹن صاحب بالاحصار سے چھاونی میں پھر آگئے مگر اس آنے سے معاملات میں کوئی بہتری کی صورت نہیں پیدا ہوئی۔ اس نے جلال آباد میں جلد جانے کی درخواستیں کیں اور وہ منظور ہوئیں تو اس نے پھر خراب حالت کے بہتر کرنے میں کوشش کرنی چھوڑ دی۔ میک ناٹن صاحب یا کوئی اور صاحب لفنسٹن صاحب پر جن کاموں کے کرنے کا دباؤ ڈالتے تھے تو وہ اُن کے باب میں احکام التوا سے صادر کرتے اور پھر اُن کی تعمیل شیلٹن صاحب ہمیشہ ایسی تاخیر سے کرتے کہ اس طرح حملہ کرنے کی عمدہ

عمدہ تدبیروں میں کامیابی بالکل نہ ہوتی اور اگر ہوتی تو جزوی اور اس غلط کاری اور نافہمی سے افغانوں کی ہمت اور جرأت بڑھتی اور گستاخانہ کام دلیرانہ زیادہ کرنے لگتے۔ انگریزوں کے پاس کچھ اچھے افسروں اور بہادر سپاہیوں کی کمی نہ تھی خود شیلیٹن صاحب نے ایک دو دفعہ اپنی بڑی دلیری اور دلاوری دکھائی تھی۔ اور سینیٹ آئر صاحب اور اُن کے نڈر توپچیوں کے کام بڑے بہادرانہ تھے اور دشمنوں کے بڑے خوفناک انبوہوں سے بڑی شجاعت سے لڑتے تھے لیکن جب افسروں کی موٹی موٹی غلطیوں کے سبب سے ناکامیابیاں ہوتی ہیں تو اچھے اچھے سپاہی بدخو ہو کر بگڑ جاتے ہیں جب شیلیٹن صاحب پر بہت دباؤ ڈالا گیا تو وہ ۱۳۔ نومبر کو سب قسم کی سپاہ کو ساتھ لے کر بیمارو کے مغربی بلندیوں پر سے دشمنوں کو نکالنے کے لئے گئے لشکروں میں پاس پاس کچھ تھوڑی سی لڑائی تیزی سے ہوئی۔ دشمن اپنی دو توپیں چھوڑ کر بھاگ گئے اس غروب کے وقت کی تھوڑی سی فتحمندی کی روشنی کے بعد بڑی آفت و بلا کی شب تاریک آئی۔ آج سے کابل کی چھاونی میں جو سپاہ موجود تھی کوئی دن اس کی بہبودی اور خوشی کا نہ آیا۔ میک ناٹن صاحب کو امید تھی کہ کوئی آدمی یا کوئی شے خوش کرنے کی ظہور میں آئے گی۔ مگر سوائے مایوسی و مصیبت و ہزیمت و شرم کے کسی چیز کا ظہور نہ ہوا سیل صاحب بجائے اسکے کہ آسانی سے کابل میں مراجعت کرتے یا گندمک میں مقیم رہتے کہ ضرورت کی صورت میں اپنے اہل ملک کو قوی بازو کرتے اُنہوں نے جلال آباد کو سفر کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُن تین صورتوں میں سب سے بدتر صورت کو اختیار کیا بعض اسی صورت کو بہتر بتاتے ہیں کہ وہ آئندہ کام آئی۔ اُن کی سپاہ میں بیماری اور باربرداری کی قلت ایسی تھی کہ وہ کابل واپس نہیں جا سکتے تھے۔ قندھار سے جو میک ناٹن صاحب کو امداد کی امید تھی اُنمیں بھی وہ مایوس ہوئے۔ نیگ میک لارن کے بریگیڈ نے کابل کی مشکل آسان کرنے کے لئے دور دراز سفر اختیار کیا مگر نومبر کے آخر دنوں میں قلات غلزئی میں برف ایسی شدت کی پڑی تھی کہ میک لارن صاحب واپس قندھار کو الٹے پاؤں چلے گئے۔ کابل کی چھاونی میں کوہستان سے دو افسر پوٹنجر اور ہوٹن آئے جو شدید زخمی تھے اور ایک گورکھا سپاہی آیا کل گورکھوں کی رجمنٹ میں سے ۱۵۔ نومبر کو یہ تین آدمی زندہ سلامت رہے تھے۔ یہ سپاہ اس ضلع میں تھی جو ہرات کے ہیرو پوٹنجر کی حراست میں تھا۔ باوجودیکہ ۱۳۔ نومبر کو افغانوں کی شکست ہوئی تھی مگر بہت دن گذرے تھے کہ اُنہوں نے بیمارو کے بلندیوں پر قبضہ کر کے اُن دیہات کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کیا جہاں سے انگریزی سپاہیوں کے لئے رسد آتی تھی فقط اسی رسد پر سپاہ کے خوراک کا دارومدار تھا۔ ۲۲۔ کو اُن کے نکالنے کی ایک خفیف سی

کوشش ۲۳ کی صبح کو تاریکی میں بڑی زبردست سپاہ سے کی گئی۔ مگر شیلٹن صاحب کی ہٹ وضد سے اس گاؤں کے لینے کا وقت جاتا رہا۔ افغانوں کی توڑہ دار بندوقوں کی باڑ کے نیچے انگریزی سپاہ مربعوں کی صورت میں دفعتاً بڑی آتش باری کے نیچے آ گئی۔ اور توپ جو ایک ہی تھی بیکار ہو گئی۔ سوار بیکار رہے دشمنوں کے پاس ہزاروں پرجوش غازیوں کی کمک آ گئی تو افغانوں نے پھر از سر نو تازہ دم ہو کر سپاہ سے لڑائی شروع کی۔ اور اپنی ایک توپ جو چھن گئی تھی پھر لے لی۔ اور انگریزی پیدل سپاہ کو ایسا پراگندہ ومنتشر کر دیا کہ پھر وہ مجتمع نہیں ہو سکی۔ مفرورین اور اُن کے تعاقب کرنے والے ملے جلے پہاڑوں پر سے چھاونی کی طرف آئے۔ اس سپاہ ہزیمت یافتہ کے آدمیوں کو بالکل غارت ہونے سے ایک افغان سردار عثمان خان نے اس طرح بچا دیا کہ اپنے ملازم جو تعاقب کرنے والے تھے اُن کو واپس بلا لیا۔ انگریزوں کے تین سو سپاہی اور بعض عمدہ افسر مارے گئے۔ بڑا بہادر رالیور صاحب کام آیا۔ جارج لارنس لکھتے ہیں کہ کوئی شخص ہماری اس شب کی وحشت اور اضطراب کی تصویر نہیں کھینچ سکتا۔ ہمارا حال اُن قیدیوں کا سا تھا جن پر قتل کا فتوے دیا جا چکا ہو۔ اس لڑائی کا الزام سپاہیوں پر نہیں ہے بلکہ بریگیڈیر شیلٹن پر جس کو چند اچھے موقعے ہاتھ آئے مگر اُن کو اپنی غفلت کے سبب سے ہاتھ سے کھو دیا۔ گو وہ خود بہادری سے لڑا مگر سپاہ کو جو اپنے سپہ سالار پر بھروسہ تھا وہ اُس کی ناقابلیت کے سبب سے جاتا رہا۔ افسروں کی حماقت سے سپاہ کی ہمت بالکل ٹوٹ گئی جو پہلے سے سردی وبھوک اور تکان سے کمزور ہو گئی تھی ایسی سپاہ کا ایسے افسروں کے ماتحت میدان جنگ میں جانا ناممکن ہو گیا۔ اب بالا حصار میں سپاہ کے چلے جانے کا سوال پھر معرض بحث میں آیا جس کو میک ناٹن صاحب نے خوب پسند کر کے ترک کیا جاڑا بہت قریب آتا جاتا تھا سامان اسقدر قلیل رہ گیا تھا کہ جس سے خوف لگتا تھا۔ اب الفنسٹن صاحب کو صرف اس بات میں سلامتی معلوم ہوتی تھی کہ دشمنوں سے عہد وپیمان کے کرنے کی سلسلہ جنبانی ہووے۔

میک ناٹن صاحب نے جرنیل صاحب کی درخواست سے افغانوں کے اُن سرداروں سے مصالحت کے پیغام سلام شروع کئے۔ جن کا سردار آتش مزاج بہادر اور دلاور محمد اکبر خان تھا۔ اُس کو اور اسکے باپ کو انگریزوں کے ہاتھ سے تکلیف پہونچی تھی انتقام لینے کی آگ اس کے دل میں بھڑک رہی تھی۔ گذشتہ دو ہفتوں سے میک ناٹن صاحب کے کارپرداز کابل اور بالا حصار میں اُن افغانوں میں سونا بکھیر رہے تھے اور اُن سے عہد وپیمان کر رہے تھے۔ جن کی حب الوطنی نے اُن کی ہوشیاری کو مغلوب نہیں کیا تھا۔ میک ناٹن صاحب

کے ایک ایجنٹ نے بہت بڑا انعام دینے کا اقرار ان باغیوں کے سر کاٹنے کے لئے تجویز کیا جو ۲- نومبر کے
بلوے میں سرغنہ تھے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام میک ناٹن صاحب کے علم و حکم سے نہیں ہوا- وہ ان باغیوں
کے لئے خواہ کیسے ہی شریر ہوں ایسے ناجایز وسایل کے کام میں لانے سے ہمیشہ نفرت رکھتے تھے پنڈت موہن لال
(یہ سابق دہلی کالج کا ایک طالب علم کشمیری تھا) نے ایک قزلباش کے گھر میں دوستانہ پناہ لی تھی-
اُس نے کپتان کونولی کی ہدایت کے موافق باغیوں کے سر کاٹنے کے لئے انعامات تجویز کئے تھے- کپتان صاحب
میک ناٹن کے عملہ میں تھا مگر غالباً یہ کام منشی نے شاہ شجاع کی ہدایتوں کے موافق کیا ہوگا وہ اپنے دشمنوں سے
اس طرح فراغت پانے کو صواب جانتا تھا*

میک ناٹن صاحب نہ سپاہ کو دشمنوں سے لڑا سکتے تھے - نہ جنرل کو بالا حصار پر جاڑے بھر رہنے کے
لئے لیجا سکتے تھے - تو انہوں نے ڈپلوسی کا توپ خانہ دشمن کے خریدنے کے لئے لگایا- افغان سرداروں میں
بُری طرح لاکھوں روپے لٹا دیئے - افغانوں کی حرص و طمع ضرب المثل ہے کہ وہ کبھی پوری نہیں ہوتی جس قدر
روپیہ افغانوں کو ملتا تھا- اتنا ہی وہ زیادہ گُستاخانہ اُس کی درخواست کرنے میں پاؤں پھیلاتے تھے میک ناٹن
صاحب پر یہ جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس نے باغیوں کے سرغنہ کے خفیہ مار ڈالنے کے لئے انعام مقرر کئے
یہ کام اول تو اُس کی انسانیت سے بہت بعید تھا- دوم پہلی دسمبر ۱۸۴۱ع کا خود خط اُن کا موجود ہے جو کہ
اُنہوں نے اپنے کارندہ پنڈت موہن لال کو لکھا ہے جس میں اسکو بڑی لعنت و ملامت اس بات پر لکھی ہے
کہ وہ یہ سمجھا کہ خفیہ قتل کرانا ان کا مقصود تھا- سرکش بڑے شریر ہیں مگر ہم کو یہ نہیں چاہیئے کہ ناجائز طور پر اُن کو
خفیہ قتل کرا دیں اور کپتان سکنر نے کپتان فیکٹری کے سامنے شہادت دی کہ جب اکبر خان نے اپنے دشمن
امین اللہ خان کے لئے (جو انگریزوں کا سخت دشمن تھا) عہدنامہ مصالحت میں یہ شرط داخل کی کہ بہت سا روپیہ
دیکر وہ قتل کرایا جائے تو اُنہوں نے کہا کہ کوئی چیز مجھ کو اس کام کے کرنے کو ترغیب نہیں دے سکتی یہ اُن کا بیان
اسوقت کا ہے کہ جسکے چوبیس گھنٹہ کے بعد وہ اکبر خان کے ہاتھ سے مارے گئے- بس اس سے زیادہ کیا
عمدہ شہادت میک ناٹن صاحب کے لئے اس الزام سے بری ہونے کی ہو سکتی ہے- میک ناٹن صاحب کی بیگناہی
اس معاملہ میں عیاں ہے- مگر افغانوں کے دل میں کینہ اُسکے ساتھ ایسا پیدا ہوا جس کا نتیجہ آیندہ ظہور میں آیا
حالتیں ایسی تھیں کہ عہد و پیمان بغیر اینچ پیچ کے نہیں ہو سکتے تھے ۲۴- نومبر کو ایک مجلس منعقد ہوئی تھی جس میں
میک ناٹن صاحب اور افغان سرداروں کے نائب جمع ہوئے اور اُن شرائط صلح پر بحث ہوئی جو عثمان خان

سے نے ایک دن پہلے پیش کی تھیں۔ میک ناٹن صاحب نے اُن شرائط کو اس سبب سے منظور نہیں کیا کہ اُن میں انگریزوں کی بالکل تحقیر و تذلیل ہوتی تھی۔ اُنھوں نے جو شرائط صلح پیش کیں اُس کا جواب افغانوں نے تحریری دیا کہ انگریز اپنے تئیں بالکل حوالہ کر دیں گے تو ہم اُن کی جانیں بچا دیں گے۔ جس کا جواب میک ناٹن صاحب نے غصہ میں آکر یہ لکھا کہ لڑائیوں کا خدا اُس کی تنقیح کا فیصلہ کرے گا ایک دفعہ پھر اُنھوں نے جنرل الفنسٹن سے اُن معاملات میں مباحثہ کیا۔ اور اس پیر کہن سال کے دل میں اپنی مستعدی و توانائی کا دم پھونکنا چاہا اُن کو امید تھی کہ جلال آباد واپس جانے کا ارادہ جنرل فسخ کر دے گا۔ اور بالا حصار میں چلے جانے کی تیاری کرے گا۔ اور رسد جو بالکل ختم ہو گئی ہے اُسکے بہم پہونچانے میں کوشش کرے گا۔ مگر میک ناٹن صاحب کے دلائل کا کچھ اثر جنرل الفنسٹن پر نہیں ہوا سر ولیم نے اُن سے کہا کہ اگر آپ نے ہندوستان واپس جانے کا ارادہ مصمم کر لیا ہے تو میں آپ کو منع نہیں کر سکتا مگر اس حالت میں شاہ کی فوج کے ساتھ بالا حصار میں شریک ہو جاؤں گا خواہ بادشاہ کے ساتھ بچوں یا مروں اس عرصہ میں یہ افسوسناک خبر آئی کہ قندھار سے جو فوج میک لارن صاحب کابل کی مدد کے لئے لے کر چلے تھے وہ تئیں سے جو غزنی سے چالیس میل پر ہے اسلئے قندھار کو واپس چلے گئے کہ برف بڑی شدت سے پڑی تھی۔ پس اب قندھار سے امداد آنے کی بالکل توقع نہیں رہی۔ اِدھر یہ ناامیدی ہوئی اُدھر جرنیل نے سر میک ناٹن صاحب کو افغان سرداروں کے ساتھ شرائط صلح ٹھیرانے پر مجبور کیا ؎

۱۰۔ دسمبر ۱۸۴۱ء کو کمسریٹ کا ایک منشی کاغذ لایا جس پر افغانوں کے بڑے بڑے سرداروں کے دستخط تھے اور اسمیں میک ناٹن صاحب سے چھاونی کے باہر ملاقات کرنے کی درخواست تھی۔ صاحب ممدوح کو یقین تھا کہ جنرل اور بریگیڈیر شیلٹن نے ہندوستان جانے کا قصد مصمم کر لیا ہے اس لئے اب اُنھوں نے اس کو اپنا فرض منصبی سمجھ لیا کہ ایسی مصالحت کیجے کہ سپاہ سلامتی سے ہندوستان واپس جائے۔ اُنھوں نے اس ملاقات کو منظور کر لیا اور منشی مذکور اس منظوری کو حاصل کر کے شہر کو واپس گیا۔ لیڈی میک ناٹن ایسی دور اندیش و پیش بین تھیں کہ اُنھوں نے اپنے شوہر سے رو کر بالتجا کہا کہ آپ ملاقات کرنے نہ جائیے۔ اس میں بالکل خرابی و قباحت ہے مگر اُنھوں نے یہ جانکر کہ سپہ سالاروں سے کوئی امید نہیں کہ وہ فوجی کارروائی کریں گے یہ ارادہ مستحکم کر لیا تھا کہ خواہ اپنی ذات کے لئے کیسا ہی خطرہ ہو مگر وہ فوج کو خطرہ سے نکالنے میں کوشش کریں گے۔ چنانچہ دوسرے روز وہ اور کپتان ٹرور اور میکنزی اور جارج لارنس ملاقات کیلئے اس جگہ گئے جو قلعہ سے دو سو گز کے فاصلہ پر تھی اس مقام میں اکبر خان اور افغان سرداروں سے ملاقات ہوئی۔ اور وہاں میک ناٹن صاحب نے کہا کہ واقعات سے

معلوم ہوتا ہے کہ افغانوں کی اقوام کثیر کو یہ امر ناگوار ہے کہ افغانستان میں شاہ شجاع کی مدد کے لئے انگریزی سپاہ برابر رہے برٹش گورنمنٹ کی کوئی غرض ان سپاہیوں کے بھیجنے سے سوائے اسکے نہ تھی کہ وہ اقوام افاغنہ کی کی خوشی وسلامتی کی افزایش کا سبب ہو مگر یہ غرض فوج کے موجود رہنے سے معدوم ہوتی ہے اس لئے فوج کے رکھنے کی کوئی خواہش نہیں کیجاسکتی اس لئے شرائط مفصلۂ ذیل برٹش گورنمنٹ اور محمد اکبر خان کے درمیان قرار پائی ہیں ؎

اوّل شرط کابل میں اسوقت جو فوجیں موجود ہیں۔ وہ بہت جلد پشاور جائیں۔ اور وہاں سے ہندوستان واپس ہوں ؎

دوم شرط کل سردار اس بات کا وعدہ کریں کہ انگریزی فوج کو سفر کے درمیان کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ اور اُس کی عزت کی جائے گی۔ اور باربرداری اور رسد کی بہم رسانی میں ہر طرح سے اس کی مدد کی جائے گی ؎

سوم جلال آباد میں جو بالفعل موجود ہیں اُن کو بجرد اس کے کہ میک ناٹن صاحب کو اطمینان ہو کہ واپس جانے میں کوئی مزاحمت اُن کی نہ ہوگی حکم دیا جائے کہ وہ پشاور کو واپس جائیں ؎

چہارم غزنی میں جو فوجیں ہیں جب اُن کے سفر کی محافظت کا بندوبست ہوجائے تو فوراً فوج مذکورہ بالا کے پیچھے پیچھے پشاور کی طرف روانہ ہوں ؎

پنجم قندھار اور افغانستان کے حدود میں اور مقامات پر فی الحال جو سپاہیں موجود ہیں وہ سفر کے ضروری بندوبست ہونے پر اور موسم کے موافق ہونے پر ہندوستان کو کابل سے یا درۂ بولان کی طرف سے واپس ہوں ؎

ششم دوست محمد خان کا تمام اسباب اور اُس کی جائداد مملوکہ اُس کو واپس دی جائے ؎

ہفتم انگریزی افسروں کا کل اسباب جو افغانستان میں چھوڑ دیا جائے اُس کی پوری محافظت کی جائے اور مناسب وقت پر ہندوستان کو بھیجدیا جائے ؎

ہشتم شاہ شجاع الملک کو اجازت دی جائے کہ وہ ایک عمدہ سرمایہ سے جو ایک لاکھ روپیہ سے کم نہ ہو افغانستان میں اوقات بسر کرے یا برٹش سپاہ کے ساتھ بروقت واپسی ساتھ ساتھ چلا جائے ؎

نہم اگر شاہ شجاع برٹش سپاہ کے ساتھ جانے کا قصد کرے تو جو متعلقین اُس کے ہمراہ نہ جاسکیں

ان کی ہر طرح کی تعظیم کی جائے۔ اور جن مکانوں کے اندر وہ بالاحصار میں بالفعل رہتے ہیں جب تک وہ ہندوستان میں واپس نہیں جائیں وہیں رہیں ؎

دہم جب برٹش سپاہ بخیر وعافیت ہندوستان میں پہونچ جائے تو فی الفور امیر دوست محمد خان کا اور اُس کے اہل وعیال کا اور اور افغانون کا جو ہندوستان میں مقیم ہیں افغانستان میں پہونچنے کا بندوبست کیا جائے ؎

یازدہم جب امیر مع اہل وعیال کابل میں واپس آنیکے لئے پشاور میں پہونچے تو شاہ شجاع کے متعلقین بھی ہندوستان میں واپس کر دئے جائیں ؎

دوازدہم ان شرائط کی تعمیل کی تکمیل کے لئے کابل میں چار معزز برٹش افسر بہ طور اوّل ضامن کے چھوڑ دیئے جائیں اور جب امیر دوست محمد خاں مع اہل وعیال کابل میں آجائے تو یہ اول ہندوستان کو واپس کر دیئے جائیں ؎

سیزدہم سردار محمد اکبر خان اور سردار محمد عثمان خان اور ذی جاہ سردار جو تجویز کئے جائیں وہ برٹش سپاہ کے ساتھ پشاور تک جائیں ؎

چہاردہم افغانستان سے برٹش فوجوں کے واپس ہونے کے بعد بھی اقوام افاغنہ اور انگریزوں کے درمیان رشتہ اتحاد ایسا رہے کہ کسی اور گورنمنٹ سے افغان بغیر رضامندی برٹش گورنمنٹ اتحاد کا معاہدہ نہ کریں اور ضرورت کے وقت وہ برٹش گورنمنٹ سے مدد طلب کریں ؎

پانزدہم اگر بعد ازیں اقوام افاغنہ کی یہ خواہش ہو اور برٹش گورنمنٹ اس بات پر رضامند ہو تو کابل میں ایک سفیر انگریزی اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ اسکے ذریعہ سے دونوں گورنمنٹوں کے درمیان دوستانہ مراسلت رکھی جائے اور افغانستان کی اندرونی انتظامات میں وہ کوئی مداخلت نہ کرے ؎

شانزدہم کسی شخص کو گذشتہ جنگ میں شریک ہونے کے سبب سے ایذا و سزا نہ دیجائے اور ہر شخص مجاز ہو کہ وہ برٹش سپاہ کے ساتھ ہندوستان کو چلا جائے ؎

ہفدہم اُن شرائط کی پابندی جس تاریخ سے شروع ہو۔ سرداران متذکرہ بالا پر لازم ہوگا کہ سرکار انگریزی کے لشکر کے لئے سامان رسد مہیا کریں اور اس کی قیمت لے لیں ؎

ہثردہم سرکار انگریزی کے افسر اور فوجیں جو کسی وجہ سے افغانستان کو فوراً نہ چھوڑ سکیں اُن کی ہر

طرح کی تعظیم و تواضع کی جائے اور اُن کی امداد جب تک کرنی چاہیئے کہ وہ افغانستان میں اس وجہ سے رہیں کہ موسم خراب ہو یا وہ سفر کی تیاری نہ کر سکیں ﴿

ان شرایط پر دو گھنٹے تک بحث رہی۔ اور یہ شرائط اعظم طرفین سے منظور ہوئیں کہ انگریزی فوج کے لئے افغان سامان رسد تیار کر دیں گے۔ اور شرایط کے پورا کرنے کے لئے افغانون کی طرف سے محمد اکبر خان کا ایک معتمد الیہ موسے خان اور کپتان ٹریور انگریزوں کی جانب سے کفیل مقرر ہوئے اس مصالحت سے چھاونی بڑی خوش ہوئی کہ اب ہندوستان جلد واپس جائیں گے انگریزوں نے اسباب جنگ جسکی چھاونی میں کچھ ضرورت نہ تھی بالاحصار میں بھیجدیا اور وہاں سے غلہ کی رسد منگالی گئی ﴿

۱۱۔ دسمبر کو جنرل الفنسٹن نے باضابطہ میک ناٹن صاحب کو اطلاع دی کہ اگر جانوروں کے لئے چارہ نہ آئے گا تو وہ بھوک کے مرنے لگیں گے اور قابل نقل و حرکت نہ رہیں گے صاحب ممدوح نے سرداروں کے پاس ایک مراسلہ بھیجا جس کا جواب انہوں نے تحریری دیا کہ جب تک آپ نے مستحکم مقامات اور قلعوں پر جو چھاونی کے متصل ہیں قابض رہیں گے تو افغان آپ کی اُن شرائط پر کہ ملک سے آپ چلے جائیں گے اور اُسے چھوڑ دینگے بالکل باور نہیں کرینگے اور نہ وہ کسی قسم کی رسد دیں گے جب تک کہ آپ ان قلعوں کو خالی کر کے اُن کو حوالہ نہ کر دیں گے۔ میک ناٹن صاحب یہ جواب افغانون کا لے کر جنرل کے پاس گئے اور مصر ہوئے کہ آپ جنگ کے لئے صف بستہ ہو کر باہر نکلیں اور شہر کابل میں داخل ہون آپکے پاس بالاحصار سے تازہ سپاہ آگئی ہے اس کے سبب سے آپ خوب لڑ سکیں گے۔ جنرل الفنسٹن صاحب نے دشمنوں پر حملہ کرنے کی ناقابلیت کا اظہار کیا اور اسی شام کو قلعے اپنی فوج سے خالی کرا دیئے اور افغانوں نے فوراً اُن پر قبضہ کر لیا ﴿

میک ناٹن صاحب نے اس لئے کہ افغانوں کے دلوں میں جو ہماری طرف سے ریاکاری کی بدگمانیاں ہیں دور ہو جائیں ﴿

۱۲۔ دسمبر کو ان سرداروں کے ساتھ دوبارہ ملاقات کے لئے ایک مجلس قرار دی۔ افغانوں کو ایک خط کے پکڑ لینے سے بڑی ناراضی پیدا ہوئی تھی جس میں میجر پلچ صاحب، پولیٹکل ایجنٹ قلات غلزئی نے کابل کے ایک بڑے مہاجن کو لکھا تھا کہ تم اپنے مقدور کے موافق ہماری مدد کرو اور یقین کرو کہ جب ہماری فوجیں افغانستان پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے آئیں گی تو اسوقت تم کو بہت بڑا انعام دیا جاوے گا۔ ملاقات کے وقت میک ناٹن صاحب سے افغان سردار بڑی بداخلاقی سے پیش آئے اور خشمناک آواز

سے گفتگو شروع کی کہ انگریز دغاباز اور بدعہد ہیں اور ان کا قطعی ارادہ ملک چھوڑنے کا نہیں ہے
میک ناٹن صاحب نے اُن لوگوں کو ٹھنڈا کیا اور بیان کیا کہ میجر پاٹنجر نے یہ خط بالکل نادانستہ تحریر کیا ہے
اور اُن کو مصالحت کی گفتگو سے جو ہو رہی ہے خبر نہ تھی یہ مجلس بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہوئی ؎

افغان سرداروں میں باہم ایسی پرانی عداوتیں چلی آتی تھیں کہ کسی ایک سردار سے معاہدہ کرنا کوئی
چیز ہی نہ تھا اس لئے میک ناٹن صاحب نے کہا کہ میں کل سرداروں کی حیثیت مجموعی سے معاملہ کر سکتا
ہوں مجھے یقین ہے کہ کسی شرط معاہدہ کی پابندی نہ کی جائے گی جب تک کہ کل سردار سفرداً اور مشترکاً
بالتصریح اس کی کفالت کے لئے پابند نہ ہوں گے ؎

الغرض یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ افغان سرداروں کے اقرار اور وعدوں پر گو وہ سب ملکر ہی کیوں
نہ کریں کوئی اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ اُنہوں نے جن شرائط کی پابندی کا اقرار کیا تھا اُن میں سے ایک
بھی پوری نہیں کی۔ پس میک ناٹن صاحب نے یہ پولیسی اختیار کی کہ اکبر خان سے جو مصالحت کا
خواستگار تھا اور سب امیروں میں ذی جاہ و والا منصب تھا اور وہ عہدنامہ کے موافق شرائط کو
پورا کر سکتا تھا مصالحت کی گفتگو کرنی چاہیئے ؎

۲۲۔ دسمبر ۱۸۴۱ء کو کپتان اسکنر اور سردار سلیم خان برادر محمد اکبر خان اور سرور خاں لوہانی
سوداگر آئے اور اپنے ساتھ ایک صلحنامہ دستخطی محمد اکبر خان کا میک ناٹن صاحب کے پاس لائے اس میں یہ
تجاویز لکھی تھیں کہ شاہ شجاع پادشاہ رہے اور محمد اکبر خان بطور وزیر کے اُس کے ساتھ رہے۔ چالیس
ہزار روپیہ سالانہ برٹش گورنمنٹ سے پایا کرے اور قلعہ محمد شریف خان میں ایک رجمنٹ اور بالاحصار
میں دوسری رجمنٹ سرکار انگریزی کی رہے اور انگریزوں کی فوجیں افغانستان میں موسم بہار تک مقیم
رہیں۔ اسکے بعد وہ ملک کو خالی کر دیں اسوقت روانگی کے لئے عمدہ موسم ہوگا اور آخری شرط یہ تھی کہ
امین اللہ خان جو خاص محرک مفسدہ کا تھا وہ محمد اکبر خاں کے حوالے کیا جائے۔ میک ناٹن صاحب نے
کہ آخری شرط میں نامنظور کرتا ہوں اور باقی شرائط میرے خیال میں قابل منظوری ہیں۔ بعد اس کے محمد اکبر خان
اور میک ناٹن صاحب کی ملاقات کا وقت قبل از دوپہر مقرر ہوا۔ کپتان ٹرور اور میکنزی اور کپتان
جارج لارنس صاحب بلائے ہوئے دوپہر کو میک ناٹن صاحب کے پاس گئے۔ روانگی کے وقت جنرل الفنسٹن
نے اُن جانے والوں سے کہا کہ مجھے کسی قدر فریب کا خوف ہے اور اس معاملہ میں دھوکا معلوم ہوتا

ہے۔ میک ناٹن صاحب نے جواب دیا کہ اگر آپ اب بھی فوراً فوجوں کو باہر لاکر دشمنوں سے لڑیں تو میں آپ کے ہمراہ ہوں اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ اُن کو شکست دیں گے اس مصالحت کی گفتگو پر مجھے کچھ بھروسہ نہیں۔ مگر جرنیل صاحب نے سر ہلا کر کہا کہ فوجیں قابل اعتبار نہیں رہیں میں لڑ نہیں سکتا۔ میک ناٹن صاحب کے ساتھ گارڈ میں کچھ گھوڑے سے سوار گئے ۔

جارج لارنس سے میک ناٹن صاحب نے کہا کہ میں نے اکبر خان کو اپنے انتفاع کے لئے طرفدار بنا لیا ہے اور اس ملاقات میں اس سے تمام معاملات قابل طمینان حاصل ہو جائیں گے۔ جارج لارنس نے عرض کیا کہ خدا کرے آپ کی امید برآئے مگر کسی فریب کا خطرہ تو ہمیں نہیں ہے ؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ بلاشبہ فریب کا خطرہ ہے لیکن میں کیا کروں جنرل نے جنگ کرنے میں اپنی ناقابلیت ظاہر کی۔ کسی طرف سے ہم کو مدد کی امید نہیں دشمن ہم کو کھلاتے ہیں۔ عہدنامہ کی کوئی شرط اُنہوں نے پوری نہیں کی۔ مجھے ان لوگوں کی کسی قسم پر بھروسہ نہیں ہے چھ ہفتہ سے جس طرح میں زندگانی کو سختی سے بسر کر رہا ہوں آپ اسے بخوبی جان رہے ہیں۔ بجائے اسکے کہ ذلت حاصل ہو اور اسی طرح زندگی بسر کرنے کو جیسی کہ چھ ہفتہ سے ہو رہی ہے سو مرتبہ مرنے کو اچھا جانتا ہوں ۔

کامیابی صرف ہماری عزت بچائے گی اور تمام خطرات سے نکالے گی۔ مقام ملاقات چھاونی سے دریائے کابل کے قریب قلعہ محمد شریف کی طرف تقریباً دو تین سو گز کے فاصلہ پر تھا ۔

اکبر خان اپنے غلزئی سرداروں کے ساتھ یہاں پہلے سے آگیا تھا ملاقات کے وقت طرفین سے معمولی صاحب سلامت ہوئی میک ناٹن صاحب نے اکبر خان سے کہا کہ گرانٹ صاحب کا گھوڑا اور لارنس صاحب کا دونالی تپنچہ جیسکے لئے آپ نے درخواست بھیجی تھی وہ آپ کے لئے موجود ہیں اس نے اُن کو لے کر شکریہ ادا کیا۔ پھر گھوڑوں سے اُتر کر زین پوشوں پر بیٹھے جب کثرت سے افغان مسلح گرد دیکھے تو میک ناٹن صاحب نے اکبر خان سے کہا کہ یہ مجلس راز ہے اُن لوگوں کو پرے بھیجئے تو اکبر خاں نے کہا کہ اُہ صاحب ہم سب لوگ ایک ہی کشتی میں ہیں اکبر خان نے میک ناٹن صاحب سے پوچھا کہ شب کو جو عہدنامہ آپکے پاس بھیجا گیا تھا آپ اس کی شرائط ماننے پر راضی ہیں۔ صاحب ممدوح نے یہ مختصر سا جواب دیا کہ کیوں نہیں ؟ میکنزئی صاحب لکھتے ہیں کہ دفعتاً اکبر خاں پکارا بگیر بگیر میں نے جو پھر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میک ناٹن صاحب کا بایاں بازو بڑا خشمناک چہرہ بنائے ہوئے پکڑے ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا دایاں بازو سلطان خان نے پکڑا اور دونوں اس کو کھینچتے ہوئے

بیچارگی کی ڈھلان پر پڑے گئے میں نے میک ناٹن صاحب کے منہ سے از برائے خدا کی آواز سُنی اُن کے ہمراہی
لارنس اور میکنزی وٹریور کی مشکیں باندھی گئیں اور ہتھیار لے لئے گئے۔ اور اُن کو گھوڑوں پر افغان سرداروں
نے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ ٹریور صاحب رستے میں گھوڑے پر سے گرے اُن کو افغانوں نے مار ڈالا۔ باقی دو بہزار
خرابی خدا خدا کر کے قلعہ محمود آباد میں پہونچ گئے۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اکبر خان نے پہلے سے سر ولیم میک ناٹن
کے قتل کی صلاح کر لی تھی یا نہیں کے صاحب جو تاریخ افغانستان کے سب سے زیادہ اعلےٰ مورخ ہیں ناقل
ہیں کہ اکبر خان کے ساتھ گفتگو میں میک ناٹن صاحب مخالفت اور مقابلہ کرنے سے باز نہیں آتے تھے اسلئے
اکبر خان کو ایسا غصہ آیا کہ وہ اسکو روک نہ سکا۔ اور اپنی کمر سے تپنچہ نکال کر میک ناٹن صاحب کے جسم میں مارا جسکو
وہ فقط گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ یہی مورخ ایک اور جگہ لکھتا ہے۔ یہ کسی طرح نہیں ظاہر ہوتا کہ اکبر خان کا ارادہ پہلے
سے یہ تھا کہ میک ناٹن صاحب کو قتل کیجئے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ اکبر خان کے مغلوب الغضب ہونیکا
تھا جو اس نوجوان بارک زئی کی جبلت میں تھا۔ اور اکثر پہلے بھی وہ اس مغلوب الغضب ہونے کے سبب سے
ایسی حرکتیں کر چکا تھا کہ جن سے وہ خود پچتایا کرتا تھا ؎

لیکن ہنری لارنس صاحب کے کاغذات میں اکبر خان کے اس خط کا ترجمہ خود اُن کا کیا ہوا ملا ہے۔
جو اس نے اپنے بھائی افضل خاں کو لکھا تھا۔ اور اُس کا اُردو ترجمہ یہ ہے کہ یہاں کے واقعات یہ ہیں کہ جب
ہماری تیغ بازی اور قحط سے کافروں کی حالت نہایت تنگ ہوئی۔ اور اُن کی سپاہ ایسی بھوکی مرنے لگی
کہ موت کے لئے دعائیں مانگنے لگی تو لارڈ صاحب (میک ناٹن) نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ سوائے عجز
و انکسار کے نہیں ہے تو اُس نے مجھے لکھا کہ آپ مجلس ملاقات منعقد کیجئے میں آپ کی مرضی کے موافق
کام کروں گا۔ چنانچہ میں تین یا چار سواروں کو ساتھ لے جاکر بی مارو میں اس سے ملنے گیا اُسکے ساتھ بھی
کچھ انگریز تھے۔ اُس نے قسم کھائی کہ میگزین اور توپیں اور ذخائر سامان اور روپیہ اور مال اسباب جو چھاونی
میں ہیں یہ سب چیزیں میرے سپرد کی جائیں گی اور بالا حصار خالی کر دیا جائے گا اور بڑے ذی جاہ چار
انگریز بطور اوّل یا ضامن میرے سپرد کئے جائینگے اور جب امیر صاحب (دوست محمد خان) اُسکے اور میرے
کنبے کے آدمی پشاور میں آجائیں گے تو یہ ضامن چھوڑ دیئے جائیں گے اور اس نے مجھ سے درخواست کی کہ
پشاور میں اُن کے بخیر و عافیت پہونچا دینے کے آپ کفیل ہوں اور شاہ شجاع کو آپ اجازت دیں کہ جہاں
اُنکا جی چاہے چلا جائے اور اگر وہ کابل میں رہے تو اُسکے تئیں کوئی تکلیف نہ دی جائے ؎

میک ناٹن صاحب نے ان باتوں کے کرنے کی قسم کھائی اور اپنی جان کی امان مانگی۔ مجھ بندۂ خدا نے ان باتوں کو منظور کیا اور وعدہ کیا کہ اُسکو پشاور تک بخیریت پہونچادوں گا۔ دوسرے دن لارڈ صاحب اپنی فوجوں اور توپوں کو بالاحصار سے چھاونی میں لے آئے اور ایفاے وعدہ پر آمادہ ہوئے ٭

ہم دو تین دفعہ پھر اُن سے ملے اور اُس نے پھر بھی درخوست کی کہ میں اسکو پشاور میں بخیر و عافیت تمام پہونچا دونگا اگرچہ اس کام کے کرنے میں میرا سراسر نفع تھا مگر میں نے سوچا کہ اسکو اور باقی انگریزوں کو بچا دینا اسلام کے حق میں مضر ہوگا۔ مینے یہ بھروسہ کرکے کہ میرا پروردگار میرے اس کام کو پسند کریگا اور اسلام پر بہت لوگ ایمان لائینگے میں نے باپ اور بھائی اور کنبے کا کچھ خیال نہیں کیا۔ نویں شہر ربیع کو پہلے طرح چار سواروں کو ساتھ لیکر لاٹھ صاحب سے چھاونی کے قریب ملا جسکے ساتھ چار انگریز اور بیس گورے سوار تھے ٭

ہم گھوڑوں سے اُترے اور آپس میں ملے اور کچھ گفتگو کے بعد مجھ بندۂ خدا نے لارڈ کا ہاتھ پکڑا اور چھاتی میں گولی ماری اور اپنی تلوار سے ٹکرے ٹکرے کر دیئے۔ تین یا چار سوار جو میرے ساتھ تھے اُنہوں نے ٹریور پر اور انگریزوں پر ہاتھ چلایا اور ٹریور صاحب کو مار ڈالا اور کونی الگسینڈر رویٹ اور لارنس کو زندہ گرفتار کرلیا۔ لاٹھ کے ساتھ جو سوار تھے اُنہوں نے مجھ پر دو تین دفعہ گولیاں چلائیں۔ لیکن خدا نے مجھے بال بال بچایا۔ غازی قیدیوں اور لاشوں کو شہر میں لے گئے۔ اور چوک کے دروازے پر لاشوں کو لٹکادیا اس کام سے مذہب اسلام کو بڑی تقویت ہوئی۔ اور کافروں اور انگریزوں کو جان ستان سزا ملی۔

چھاونی میں باقی کافروں اور انگریزوں کی سپاہ نے لجاجت سے امان مانگی اور بڑی عاجزانہ درخوست کی کہ ہماری جان بخشی ہو اور ہم پشاور تک پہونچا دیئے جائیں ہم سب توپیں اور اسباب و رسد یہیں چھوڑ جائینگے۔ انشاءاللہ ہم دو تین دن میں ان کو امان دیں گے اور چھاونی سے باہر نکالیں گے یا اُن کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کرینگے اور چھاونی کو لوٹ کر بالکل غارت اور تباہ کردیں گے۔ ملک کے اس حصہ کی طرف اور ہماری طرف سے آپ اطمینان خاطر رکھیں اور آپ اپنا فرض ادا کیجئے اور اس طرف کے کفار کو فی النار کیجئے اور غزنی میں جو سپاہ ہے وہ بھی غارت ہوگئی ہے اور غزنی اور بالاحصار پر اہل اسلام کا قبضہ ہے۔ والسلام ٭

ہاں لڑائی تو ایسی ہوئی ہے۔ اے افغانوں اور پیغمبر کے پیرو مطمئن رہو کہ ہم نے کابل میں کافروں کا مارنا شروع کردیا ہے اور جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ ہندوستان اور انگلستان میں عیسائیوں کا گھر ماتم کدہ اس قتل عام کے سبب سے ہوگا جو ہونے والا ہے۔ والسلام ٭

اب اس خط پر یہ اعتراض ہوتے ہیں کہ میک ناٹن صاحب کے ساتھ ہندوستانی سوار تھے گورے سوار نہ تھے اور اکبر خان کے ساتھ تین یا چار سوار نہ تھے بلکہ بہت سے تھے۔ انگریزوں میں تین کا نام بھی لکھا ہے جو نہیں معلوم ہوتا کہ کون تھے۔ میک ناٹن صاحب کے ساتھ تین افسر کپتان ٹریور۔ اور جارج لارنس و کولسن و میکنزی تھے اس خط کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس میں شبہہ نہیں رہتا کہ اکبر خان کے دل میں پہلے سے میک ناٹن صاحب کے قتل کا ارادہ تھا۔ غرض اس باب میں کوئی امر محقق نہیں کہ میک ناٹن کیونکر قتل ہوا اکبر خان نے اسے مارا یا غازیوں نے مگر اسمیں شبہہ نہیں کہ میک ناٹن صاحب کا سر کابل کے چوک میں پھرایا گیا۔ اور ان کا دھڑ بازاروں میں گھسیٹا گیا ؎

کپتان ٹروٹر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ وہ رنگی میں میک ناٹن صاحب پر اکبر خان سبقت لے گیا۔ ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸۴۱ع کو اکبر خان نے اسکو بلایا کہ اسکی ایمانداری کا امتحان کرے۔ رہائی پانے کے لئے تنکے پر سہارا لینے سے وہ اس گڑھے میں سر کے بل گرا جو اسکے دشمن جان نے اسکے لئے کھودا تھا۔ اکبر خان کا یہ مطلب تھا کہ سر ولیم کو اپنے ملک کی آزادی اور باپ کی بحالی کا ضامن اور کفیل بنائے۔ مگر اس کی تکراروں نے اکبر خان کو ایسا غصہ دلایا کہ اس نے اس تپنچہ سے جو چند گھنٹے پہلے اس نے اس کو دیا تھا اسکو مار ڈالا اسکے جسم کا قیمہ غازیوں نے کیا۔ اور اسکا جسم بے سر بڑی دھوم دھام سے کابل کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ غرض اس طرح ایک لاورد کابل اشراف اور بڑے فاضل اور گورنمنٹ کے بڑے گرم کوش ملازم کی زندگی کا خاتمہ ظلم و ستم کے ساتھ ہوا اور چند سو گز کے فاصلہ پر انگریزی سپاہ چار ہزار موجود تھی۔ ایک سے زیادہ افسروں نے سر ولیم کی لاش پر دیکھا کہ لوگ حملہ کر رہے ہیں اور ایک افسر نے یہ بھی دیکھا کہ افغان اس کی لاش کا قیمہ کر رہے ہیں اور سپاہیوں کے دل جنگ کے لئے بھڑک رہے تھے مگر اس دن ایک ہاتھ نہیں اٹھا کہ مقتول کا انتقام لے یا اسکے زندہ ہمراہیوں کو بچاتے۔ ہندوستانی سوار جو ہمراہ تھے وہ چھاونی میں بھاگ گئے اور افسران جنگی نے اس بات کا یقین نہیں کیا کہ وہاں یہ واقعہ گذرا ہوگا مگر جب اس واقعہ کا یقین ہوگیا۔ تو میجر ایلارڈ پوٹنجر بلائے گئے کہ وہ میک ناٹن صاحب کی ڈپلومیسی کا رشتہ جو ٹوٹ گیا تھا اس کو پھر جوڑیں اور عہد نامے کے موافق جو برائے نام رہ گیا تھا پھر عہد و پیمان کریں ان صاحب نے بھی اپنے ملیٹری دوستوں سے التجا کی کہ بے ایمان دشمن سے اب عہد و پیمان کرنا بے فائدہ ہے اب بالا حصار میں آخر موسم تک رہنا چاہئے یا بزور شمشیر خواہ اس میں کچھ ہی جو کھوں ہوں جلال آباد جانا چاہئے۔ کچھ دیر کے لئے جنرل صاحب

کا ارادہ ہوا کہ بڑا بہادرانہ طریقہ اختیار کریں جس سے عزت قایم رہے۔ مگر شیلٹن صاحب کی ضد نے اُن کی اس بلند ہمتی کو پست کر دیا۔ اور کونسل جنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ اکبر خان اور اُس کے ساتھی جو شرائط پیش کریں۔ اُن کو قبول کرنا چاہئیے ؟

پوٹنجر صاحب نہایت آزردہ دل ہوکر جنرل صاحب کی ہدایتوں کی تعمیل پر مستعد ہوئے۔ عہد نامہ کی جو ترمیم ہوئی اُسکے موافق یہ شرایط ٹھیریں کہ تمام توپیں سوا ۶ میدانی توپوں کے اور تمام بچی ہوئی بندوقیں ہتھیار اور خزانے کے تمام سکے دشمنوں کے حوالے کئے جائیں اور میک ناٹن صاحب نے جو پشاور تک بخیر و عافیت پہونچا دینے کے لئے ساڑھے بارہ لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ روپیہ دیا جائے ؟

۱۸۴۲ء کی پہلی تاریخ کو صلحنامہ جس پر افغانوں کے اٹھارہ رئیسوں کی مہریں تھیں نظر آیا۔ سپاہ کی کی روانگی کی مایوسانہ تیاریاں ہونے لگیں اسمیں بدانتظامیوں اور بلوے کی صورتیں نظر آتی تھیں۔ مگر شیلٹن صاحب نے ان کے انسداد سے انکار کر دیا۔ وقتاً فوقتاً بڑی شدت سے برف برستی تھی۔ ہندوستانی سپاہیوں پر اس موسم میں جس سے وہ بالکل ناآشنا تھے جو مصیبتیں ایسی حالت میں پڑنے لگیں وہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں کہ پیٹ کو آدھا کھانے کو ملتا ہو اور کپڑا اوپرا بدن ڈھکنے کو نہ ملتا ہو۔ شاہ شجاع اور کابل کے دوست جو خبریں بھیجتے تھے وہ اور پریشانی پر حیرانی بڑھاتی تھیں ؟

پانچویں کو پھر پوٹنجر صاحب اور لارنس صاحب نے جنرل صاحب سے بالاحصار میں چلے جانیکے لئے باصرار التماس کیا جنرل نے کہا کہ نہیں ہم کو مراجعت کرنی چاہئیے اور حکم دیدیا کہ کل صبح کو جلال آباد کی طرف کوچ کیا جائے اور ہر جنگی سپاہی تین دن کا کھانا اپنے تھیلے میں رکھے ؟

سپاہ چھاونی میں ہر طرح کی ذلت و خواری اور حقارت اُٹھا رہی تھی اُسکے خالی کرنے کی منحوس گھڑی آئی کہ ۶ جنوری کو صبح سپاہ روانہ ہونی شروع ہوئی کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا زمین اور پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے تھے سردی نہایت گرم کپڑوں کے اندر بھی جسم کو چھیدے ڈالتی تھی ہندوستانی سپاہیوں اور بھیڑ کے آدمیوں کے نیلے کپڑوں اور ناتواں جسموں کے اندر تو وہ کلیجوں میں تیر لگاتی تھی۔ چھاونی سے جو جنگی سپاہ باہر نکلی اس میں چار ہزار پانچ سو مسلح آدمی تھے جن میں ۶۹۰ گورے اور ۲۸۴۰ ہندوستانی پیدل سپاہی اور ۹۷۰ ہندوستانی سوار تھے اور گھوڑ چڑھی توپوں کے سوار گورے تھے اور اُن کے ساتھ تین بھاری توپیں اور تھیں۔ عہدنامہ میں توپخانہ کی توپوں کی تعداد انگریزوں کے لئے مقرر کر دی تھی کہ اس سے زیادہ وہ

اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے تھے اس بہادر سپاہ قواعد دان خوش دل میں اس قدر طاقت تھی کہ وہ اپنے مقام کو افغانوں کے حملے سے بچا سکتے تھے اور ضرورت کی صورت میں ان پر حملہ کر کے کامیاب ہو سکتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ بدنصیب سپاہ کا دل سرد ہو گیا تھا۔ اس کی ڈھارس ٹوٹ گئی تھی اسکے سردار مردہ دل اور ضعیف القلب ہو گئے تھے اسکے ساتھ بھیڑ کے بارہ ہزار آدمی پیچھے لگے ہوئے تھے جن میں عورتوں اور بچوں کا بڑا گروہ تھا سپاہ کا ہراول چھاؤنی سے نو بجے صبح کے روانہ ہوا وہ دریائے کابل پر اس سبب سے رکا کہ عارضی پل اس پر ہنوز نہیں تیار ہوا تھا۔ دوپہر کے بعد ہراول کی سپاہ اسکے پار اُتری اس ہراول کے سپہ سالار شیلٹن صاحب تھے اُن کے ساتھ لیڈیاں اور کمزور اور بیمار آدمی تھے۔ اسلئے ہچ مچ سفر ہوتا تھا۔ یہ اول ہی سے ہراول میں بدنظمی تھی کہ بھیڑ کے آدمی جو کثرت سے پیرتل کا اسباب و چیز و بست لئے ہوئے تھے وہ سپاہ کے ساتھ خلط ملط ہونے سے روکے نہیں جا سکتے تھے۔ چھاؤنی کا جو حصہ انگریزی سپاہ سے خالی ہو جاتا تھا وہ افغانوں سے پُر ہوتا جاتا تھا وہ اپنی خوشی کے نعروں سے ہوا کو پھاڑتے تھے اور ہر طرح کی غارتگری کرتے تھے۔ چھاؤنی سے ہراول کی باربرداری کے اونٹ دوپہر کے بعد نکلے۔ چنداول کی سپاہ چھاؤنی سے باہر اس میدان میں جمع ہوئی جو دریا اور فصیل چھاؤنی کے درمیان تھا۔ افغانوں نے لوٹ کی خوشی کو چھوڑ کر فرنگیوں کو قتل کرنے کی خوشی اختیار کی اور جزائل اُن پر چھوڑنی شروع کیں۔ جب شام کو چنداول کی سپاہ چلی تھی تو ایک افسر اور پچاس آدمی مردہ برف میں پڑے تھے جن کو افغانوں کی آگ نے سرد کیا تھا۔ توپخانہ کے آدمیوں کے مارے جانے کے سبب سے دو توپوں میں کیلیں ٹھونک کر اُن کو چھوڑنا پڑا چنداول کی فوج کے پیچھے جو غازی پڑے اسکے سبب سے اُن کو بہت سا اسباب افغانوں کے لوٹنے کے چھوڑنا پڑا۔ جو افغان لوٹ کے ایسے بھوکے نہیں تھے جیسے کہ انگریزوں کے خون کے پیاسے۔ وہ بے شمار ان سپاہیوں اور بھیڑ کے آدمیوں کو قتل کرتے تھے جو سپاہ سے جدا ہو کر راہ میں لیٹ جاتے تھے یا اینٹھ جاتے تھے۔ مایوسی کی حالت میں موت کے لئے دعائیں مانگتے تھے اس کی کچھ پروا نہ تھی کہ اُن کو افغانوں کے چھرے ذبح کریں یا سردی اُن کو مردہ بنائے اپنے ساتھیوں سے التجا کرتے تھے کہ ہم کو مارتے جاؤ۔ برف پر بچوں کو مائیں چھوڑ جاتی تھیں آگے سو گز نہ جانے پاتی تھیں۔ کہ خود مر جاتی تھیں ؎

دوسرے دن دو بجے دن کے چنداول کا لشکر درہم برہم حیران پریشان چھ میل پر پڑاؤ پر پہونچا اس چھوٹے سے چھ میل کے سفر کے ختم ہونے سے برف میں لیٹنا پڑا۔ چھاؤنی کو افغانوں نے آگ لگائی تھی اسکے شعلے ان کی راہ سفر کی مشعلیں بنتے تھے کافروں کی کسی نشانی کو افغان باقی نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ سب کو مٹاتے چلے جاتے

تھے۔ رات کو بڑا شدت کا جاڑا پڑا۔ جو جائیں برف سے خالی تھیں اُن میں سپاہی اور بھیڑ کے آدمی پڑے۔ نہ انکے پاس کمانے کو تھا اور نہ آگ جلانے کے لیئے تھے۔ اور نہ سر پہ سوائے آسمان کے کوئی سایہ تھا۔ بہت سے آدمی لپٹ کر سوئے کہ ایک دوسرے کو گرمی پہونچائیں رات بڑی سرد اور نہایت تاریک تھی۔ بہت سے آدمی اکڑے کے اکڑے رہ گئے بہت سے سرمازدہ ہوگئے۔ وہ چھاونی کی مسرت ناک صبح کی معمولی آوازیں اس غمناک پڑاؤ میں نہیں سنائی دیتی تھیں۔ جارج لارنس اس غمزدہ حالت کی تصویر یوں کھینچتے ہیں۔ کہ تمام آدمیوں کی خاموشی سے اُن کی مایوسی اور بے حس و حرکت ہونا ظاہر ہوتا تھا۔ سپاہ میں نافرمانی شروع ہوگئی تھی شاہ کی ایک پیدل رجمنٹ اور سیپر و مائی نر سپاہ پہلے ہی سفر کے دن رات میں بالکل بھاگ گئی۔ ساتویں تاریخ کو سفر سپاہ کے لیئے احکام جاری ہوئے۔ بگل نے سفر کے لیئے آواز نہیں لگائی۔ سپاہ بھیر اور مویشی سب آپس میں گڈمڈ ہو کر اس طرح چلے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی لشکر آئینی جاتا ہے اُنہیں کوئی ترتیب و صف بندی سپاہ کی سی نہ تھی آدھے سپاہی بالکل اپنے کام کے قابل نہ رہے تھے۔ اُن کی انگلیاں ایسی اکڑ گئیں تھیں کہ وہ ہتھیاروں کے تھامنے کے کام کی نہیں رہی تھیں۔ پہلے دن جو ہراول سپاہ تھی وہ آج چنداول سپاہ بنی جو اسباب و چیز بست چھوٹی گئی تھی اسکو افغان لوٹ کر چمپت ہوئے۔ اب اُنہوں نے چنداول کی فوج کو ستانا شروع کیا جس کی روانگی میں تاخیر اس سبب سے ہوئی کہ سامنے بے ترتیب بھیڑ نے آن کر رستہ روک لیا تین پہاڑی توپیں کچھ دیر کے لیئے پیدل سپاہ سے جدا ہو گئیں تھیں اُن کو دفعتاً افغانوں نے آن کر لے لیا۔ این کوئٹل صاحب نے ۴۴ رجمنٹ ملکہ معظمہ کو اُن توپوں کے واپس لینے کے لیئے ابھارا مگر اُس نے کچھ بھی نہ سنا۔ گرین صاحب اپنے تھوڑے سے بہادر توپچیوں کو ساتھ لیجا کر اور بریگیڈیر ان توپوں کے پاس پہونچے۔ لیکن کمک کے نہ پہونچنے سے مجبوراً اُن توپوں کو دوبارہ کیلیں ٹھوک کر چھوڑنا پڑا۔ اس سفر میں توپخانے کے گھوڑے ایسے کمزور ہوگئے تھے کہ گھڑ چڑھی توپوں میں سے دو اور توپوں کو میخیں ٹھوک کر چھوڑنا پڑا۔ اب سپاہ کے ساتھ توپوں کی ایک جوڑی رہ گئی۔ جس میں ۶ پونڈ کا گولہ چھوٹتا تھا۔ چنداول لڑ رہا تھا کہ افغان سواروں کے ایک گروہ نے قلب سپاہ پر حملہ کیا اور بہت کچھ مال و اسباب لوٹ کر لے گیا۔ اور دور تک لشکر میں ہلچل ڈال دی۔ چنداول کی سپاہ بالکل غارت ہو جاتی مگر شیلٹن صاحب اس کی کمک کو پہونچ گئے اور اُنہوں نے دشمنوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ بت خاک میں اکبر خاں ملا اُس نے اقرار کیا کہ جلال آباد تک سپاہ کو بحفاظت تمام پہونچانے کا حکم مجھے ہوا تھا مگر اُسنے انگریزوں پر یہ الزام لگایا کہ اُنہوں نے قبل از وقت چھاونی سے سفر کر دیا تھا۔ اُس نے بت خاک میں کل

صبح تک ٹھیرنے کے لئے پاصرار کہا کہ وہ سامان رسد مہیا کر دے گا لیکن اسکے ساتھ پندرہ ہزار روپے مانگے اور پوٹنجر اور لارنس اور میکنزی کو اُول میں دینے کے لئے درخواست کی اور کہا کہ جب تک یہ خبر نہیں آئے گی کہ جلال آباد کو سیل صاحب نے خالی کر دیا آگے سپاہ سفر نہ کر سکے گی جنرل کی ہدایت کے موافق افسران مذکور اُول میں اکبرخان پاس گئے اور اس نے جو روپیہ مانگا تھا وہ فرمانبرداری کے ساتھ دیا گیا۔ سپاہ نے اپنے ساتھ ساڑھے پانچ دن کی خوراک لی تھی جس میں امید تھی کہ وہ جلال آباد میں پہنچ جائیگی۔ اب دو دن میں اس سپاہ نے دس میل اپنے سفر کے طے کئے دوسری رات آئی جس میں وہی مصیبتیں بھوکے مرنے اور سردی میں اکڑنے اور بیدم ہونے اور مرنے کی آئیں ؛

لیڈی سیل صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ اب کوئی پرتل کی خورجی باقی نہ تھی۔ اور نہ آدمیوں کے لئے اور جانوروں کے واسطے خوراک باقی تھی ہر اُونٹ پر کئی کئی سواریاں ہوتی تھیں برف عمق میں ایک فٹ پڑی ہوئی تھی۔ پاس کی ندی میں سے پانی لانا اس سبب سے مشکل تھا کہ پانی لانے والوں پر رستہ میں گولیاں ماری جاتی تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ ایک خیمہ تھا جس میں ہم نو عورتیں آپس میں ایک دوسری سے ملی ہوئی سوئیں۔ دن کے نکلنے پر سراسر بلائیں ہی سر پر آنی شروع ہوئیں ؛

آئر صاحب اپنا بڑا تعجب اس بات پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ دو راتوں کے صرف برف و پالا پڑنے نے سپاہ کو بالکل غیر منتظم کر دیا۔ اُس نے بڑے بڑے مضبوط و تنومند آدمیوں کو بالکل ایسا درماندہ اور فرسودہ کر دیا کہ اُن میں خدمت کرنے کی قوت اور قابلیت ہی نہیں رہی۔ سواروں پر ایسی آفت نہیں آئی تھی پھر بھی وہ بمجبوری اپنے گھوڑوں پر چڑھائے جاتے تھے۔ حقیقت میں چند سو ہی آدمی قابل خدمت باقی رہے تھے۔ جب دشمنوں کی گولیوں کے چلانے کی آواز آتی تو زندہ آدمی برف کے اندر سے بڑی جد و جہد کرکے پاؤں باہر نکالتے وہ سردی کے مارے اکڑ گئے تھے اُن کے وہ ساتھی بڑے خوش نصیب تھے جو مر گئے تھے۔ لشکر کے عقب میں افغان ہلہ کرتے تھے جس سے وہاں کے آدمی دھکا پیل کر کے آگے آتے تھے اور اپنے پرتل کے جانوروں سے بوجھ پھینک کر ساتھ لاتے تھے اور افغانوں کو میگ زین اور خزانے اور پلیٹ اور اسباب سے پٹی ہوئی زمین لوٹنے کے لئے ملتی تھی۔ لیڈیاں پالکیوں اور ڈولیوں میں اب نہیں سوار ہوتی تھیں اور اُن کے اُٹھانے کے لئے کوئی کہار زندہ نہ رہا تھا ؛ وہ اونٹوں پر کجاووں میں سوار ہوتی تھیں اُن میں بعض بڑی ضعیف و ناتوان تھیں ایک میم صاحبہ کی گود میں پانچ دن کا بچہ تھا ؛

لیڈی سیل صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ میں اپنے گھوڑے پر سوار تھی جس پر مجھے بڑی سردی لگی تو میں بڑی ممنون ہوئی کہ میس کورٹ سے ایک تام لیت شیری شراب کا مجھے پینے کو ملا۔ اگر میں اسکو کسی اور وقت میں پیتی تو مست ہوجاتی۔ مگر اب اس سے میں صرف گرم ہوگئی۔ بچوں پر سردی کا اثر ایسا تھا کہ وہ شیری شراب کے پیالے پی جاتے مگر اُسکے نشہ کا اثر کچھ نہ ہوتا تھا ؎

دوپہر کو زندہ آدمیوں اور جانوروں نے پھر ایک دفعہ حرکت کی۔ سپاہ بالکل تتر بتر تھی۔ ہراول کے ساتھ پرتل کا اسباب خلط ملط ہوا تھا۔ اب بڑی مصیبت یہ آئی کہ درہ خرد کابل کی تنگ راہ میں چلنا پڑا وہ پانچ میل لمبا تھا۔ اسکے گرد پہاڑوں کی دیواریں کھڑی تھیں اُن کے اندر ایک پہاڑی ندی زور سے بہتی تھی۔ جس کے کنارے سے بستہ ہو رہے تھے اس میں جانا موت کے منہ میں جانا تھا وہاں لشکر کا قتل ہونا شروع ہوا۔ ہراول کی سپاہ کے ساتھ چند افغانی سوار ہوئے تھے جن کے لازم اپنے آقاؤں کے حکم سے غلزئیوں کو جو بلندیوں پر صف بند کھڑے تھے آوازیں دیتے تھے کہ گولیاں مت مارو۔ مگر ان اقوام نے اُن کے کہنے پر کچھ خیال نہیں کیا غلزئی پچاس گز کے فاصلہ سے گولیاں مارتے تھے جو قاتل ہوتی تھیں۔ لیڈی سیل صاحبہ کے بازو میں ایک گولی لگی اور تین گولیاں اُنکے کپڑوں میں سے ہوکر باہر نکل گئیں۔ سب سے زیادہ اثر افغانوں کی گولیوں کا ہراول اور چنداول کے سپاہیوں اور پرتل کے آدمیوں پر ہوا۔ اکثر لیڈیاں اونٹوں پر سوار تھیں جن میں سے بعض کو عجیب جان جوکھوں کے واقعات پیش آئے اونٹ کے کجاوہ کے ایک طرف ایک لیڈی صاحبہ اور اُن کا چھوٹا بچہ اور کجاوہ کی دوسری طرف لیڈی صاحبہ اور ایک بڑا بچہ سوار تھے۔ ایک اونٹ کے ایک کجاوہ میں مسس بونڈ اور اُن کا چھوٹا بیٹا۔ اور دوسرے کجاوہ میں مسس وائرنگ صاحبہ مع اپنے بچے اور مسس انڈرسن کے بڑے بچے کے بیٹھی تھیں کہ اونٹ کے گولی لگی اور وہ گرا مسس بونڈ کو ایک سوار ہندوستانی صحیح سلامت لے گیا اور اُنکا بچہ جو دوسرے کے پیچھے بیٹھا تھا وہ سوار مارا گیا اور بچہ افغانوں کے ہاتھ آیا۔ انڈرسن کی لڑکی بھی ماری گئی مسس وائرنگ جن کی گود میں ایک بچہ تھا ایک پرتل کے ٹٹو پر چڑھنے لگیں تو اُس پر بوجھ اُترا تو وہ پیدل چلیں کہ ایک افغان سوار تلوار لے کر آکے پیچھے پڑا۔ اور جس شال میں کہ بچہ لپٹا ہوا تھا اسکو چھیننا چاہا مگر ایک ہندوستانی سوار نے افغان کو مار ڈالا مسس صاحبہ تو پڑاؤ پر پہونچ گئیں مگر سوار جس نے اُن کی جان بچائی تھی مارا گیا ؎

چنداول کی سپاہ پر جس میں ۴۴ پلٹن ملکہ معظمہ کی تھیں بڑا ہولناک حملہ ہوا۔ درہ کی ایک تنگ راہ

میں اسکو ایک سد راہ نے روکا جس کے سبب سے اُسکو ٹھیرنا پڑا - اور اس ٹھیرنے میں اسکو بڑا نقصان پہونچا بڑی بہادری سے گورے مقابلہ کرتے ہوئے درے سے باہر نکلے اور ان میں سے جو زندہ رہے اپنے کیمپ کی جگہ میں پہونچے اس درے میں پانچسو سپاہیوں اور ۲ ہیر کے آدمیوں کا نقصان ہوا - اکبر خاں اور سرداروں نے انگریزوں کو ساتھ لئے ہوئے سوار ہو کر سپاہ کے قدموں پر آگے چلے - اکبر خاں نے اقرار کیا کہ اسکا مقصد یہ تھا کہ آتش افشانی کو دور کرے - لیکن میکنزئی صاحب لکھتے ہیں کہ پوٹنجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میکنزئی تم اس بات کو یاد رکھنا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ اکبر خان پشتو زبان میں تو یہ کہتا تھا کہ قتل کرو اور فارسی میں یہ کہتا تھا کہ آتش فشانی کو موقوف کرو ؛

اُن کے آدمی غضبناک غازیوں سے پہاڑیوں کے غاروں میں شام تک چھپائے گئے - جب شام کو نکلے تو وہ ان مقاموں سے گذرے جہاں بہت سے آدمی قتل ہوئے تھے - تو اُن کو ایک ہولناک مقام سے دوسرا مقام زیادہ ہولناک نظر آیا - تمام لاشیں ننگی پڑی ہوئی تھیں بچوں کے دو دو ٹکڑے ہوئے تھے ہندوستانی مرد اور عورتوں میں بعض یخ بستہ ہو کر مر گئے تھے بہت سے قیمہ قیمہ کئے گئے تھے - بہت سے آدمیوں کے گلے کان سے کان تک کٹے ہوئے تھے ؛

خرد کابل کے پڑاؤ جس میں کوئی خیمہ نہ تھا رات کو برابر برف ریزی رہی - ۹ - تاریخ صبح کو منتشر سپاہ نے سفر شروع کیا وہ ایک میل چلکر ایک دن کے لئے ٹھیرائی گئی اور قیام کا حکم اس سبب سے ہوا کہ اکبر خان نے کپتان سکر صاحب کو بھیجا کہ وہ اُس کی طرف سے یہ امر پیش کرے کہ لیڈیوں اور بچوں کی حالت بڑی قابل افسوس ہے اور مجھے اُن کے ساتھ بڑی ہمدردی ہے وہ سب میری محافظت اور نگرانی میں سپرد کئے جائیں اور جو انگریز متاہل ہیں وہ اپنی بیویوں کے ساتھ چلے آئیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس گروہ کو کچھ تکلیف اب آیندہ نہیں ہوگی - اور سپاہ کے پیچھے اس کو میں عافیت گاہ میں پہونچا دوں گا - جنرل کو اکبر خان کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہ تھا مگر اُس نے اکبر خاں کی درخواست کو بھی منظور کر لیا - اُن بیچاری عورتوں اور بچوں کو کابل سے روانہ ہو کر ایک وقت کا کھانا بھی نہیں ملا سوا اس کے کوئی اور چارہ نہ تھا - اُن میموں میں سے بعض اپنے بچوں کو جو ابھی پیدا ہوئے تھے، دودھ پلاتی تھیں - بعض ایسی تھیں جن کے وضع حمل کے دن قریب تھے بعض اُن میں ایسی ضعیف اور ناتوان تھیں کہ جب اونٹ پر کجاووں میں بیٹھتیں تو برف کے مارے کانپتیں اور اُن کے پاس سوائے اس رات کے لباس کے جو اُنہوں نے پہاڑیوں میں پالکیوں میں سوار ہونے کے وقت پہنا تھا کوئی اور لباس نہ تھا اکبر خاں نے رسد نہیں بھیجی تھی - ۱۰ - کی

صبح کو گرسنہ سرمازدہ شامت نصیب لشکر نے سفر شروع کیا کثرت سے آدمیوں کے بھاگنے سے وہ قلیل ہو گیا اس نے دو میل سفر خیر و عافیت کے ساتھ کیا کہ وہ ایک تنگ اور تاریک درے میں آیا جو پانچ میل تھا اُس کا عرض دس فٹ سے زیادہ نہ تھا بلندیوں پر سے افغانوں نے گولیاں مارنی شروع کیں۔ ہراول لڑتا بھڑتا باہر نکل آیا اور اپنی قیام گاہ کبار جبار میں پہونچ گیا وہاں باقی لشکر کا منتظر تھا مگر اُس لشکر کی قسمت میں نہ تھا کہ وہ اس تنگ تاریک درہ سے زندہ نکلتا۔ چند آدمی مشکل سے مرتے گرتے ہراول کے پاس پہونچے اب معلوم ہوا کہ جس قوی توانا برگیڈ کو کابل کی چھاونی سے سفر کرتے ہوئے چار دن گذرے ہیں اُن میں کتنے زندہ باقی ہیں۔ افغانوں نے گولیوں سے آدمیوں کو مار کر تنگ راستہ کو مردوں اور لڑنے والوں سے بھر دیا۔ ایک طرف غلزیوں نے درے سے نکلنے کا رستہ بند کر دیا اور پہاڑ کے ڈھلانوں سے افغانوں نے اوتر کر تلواروں سے آدمیوں کو ذبح کرنا شروع اور جب تک آدمی زندہ رہے انہوں نے قربانی کرنا نہ چھوڑا۔ چنداول کی ہندوستانی سپاہ کی رجمنٹ بالکل قتل ہو گئی سوائے دو تین زخمی افسروں کو جو کسی حکمت سے باہر نکل آئے تھے اور ہراول کی فوج سے مل گئے تھے ❊

اب سپاہ جو باقی رہی اسمیں ۴۴ ویں گوروں کی پلٹن میں دو سو سپاہی اور ہندوستانی رجمنٹوں میں بحساب اوسط ہر ایک میں سو سپاہی اور ساٹھ توپچی اور ایک توپ باقی رہی۔ جنرل نے اکبر خاں سے اس حملہ کی شکایت کی کہ باوجودیکہ آپ نے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ سپاہ کو آیندہ کوئی تکلیف نہیں پہونچائی جائے گی اس حملہ کرنے کو جایز رکھا۔ اکبر خان نے اپنا نہایت افسوس ظاہر کیا اور عذر کیا کہ کوہستانی غلزئی کو اس حالت میں کہ ان کو خون و لوٹ کی اشتہا ہو الکا اپنا افسر بھی محکوم نہیں بنا سکتا لیکن میں اس بات کی ضمانت کرنے پر راضی ہوں کہ تمام یورپین افسروں کو جلال آباد تک بخیر و عافیت پہونچا دوں گا۔ اگر وہ سب اپنے ہتھیار مجھے حوالے کر دینگے اور بالکل اپنے تئیں مجھے سپرد کر دینگے۔ جنرل نے اس درخواست پر ناک بھوں چڑھائی اور سفر شروع کیا۔ سپاہ بے ترتیب بہیر کے آدمیوں کے مل جانے سے روانہ ہوئی ہفت کوتل سے ڈھلانوں پر اوتر کر تزئین کی گھاٹی میں آنے میں سپاہی کچھ فاصلہ پر اور آدمیوں کے گروہ سے جاتے تھے کہ دفعتاً نئے قسائی اُن کے ذبح کرنے کے لئے آئے اور ڈھلانوں کو مردوں اور قریب المرگوں سے بھر دیا ❊

کبار جبار سے تزئین تک سپاہ کے سفر کرنے میں شیلٹن صاحب نے بڑی بہادری کر کے سپاہیوں کو بالکل غارت ہونے سے بچایا اس نے اپنی رجمنٹ کے چند دلیر سپاہیوں کو ساتھ لیجا کر غلزئیوں کے حملہ کو رفع

دفع کر دیا اور مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ انہوں نے کہا کہ اکبر خاں یہ عہد لینا چاہتا ہے کہ تمام سپاہ ہتھیار دیدے پس اس لیئے ایک مستقل کوشش کر کے چوبیس میل رات کو جلد سفر کر کے جگدلک میں پہونچ جانا چاہیئے تاکہ ہمسایہ پہاڑوں کو پہلے اس سے صاف کر دیں کہ دشمنوں کا وہاں قبضہ ہو۔ یہ تجویز شیلٹن صاحب کی اختیار کی گئی۔ شب کی اول چاندنی میں چپ چاپ سفر شروع ہوا۔ اس سفر کی پہلی نحوست یہ تھی کہ توپ جو ایک باقی رہ گئی تھی وہ مجبوری چھوڑنی پڑی سید بابا و کنٹش سنگ کے درمیان مہلک تاخیر اسلیئے ہوئی کہ آدمیوں میں چند گولیوں کے پڑنے سے ایسی ہل چل پڑی کہ وہ کبھی آگے آئے اور کبھی پیچھے گئے انہوں نے شیلٹن صاحب اور اس کی ہینداول سپاہ کا رستہ روک دیا صبح کو جگدلک ۱۰ میل پر تھا اسمیں متصل کی بلندیوں پر افغانوں کا ہجوم ہوگیا شیلٹن صاحب نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے سپاہ کو لڑایا اور ۱۱ تاریخ کی دوپہر کو جگدلک میں پہونچے اور شکستہ دیواروں کے نیچے سپاہ ٹھیری مگر اس کو یہاں آرام لینا نصیب نہیں ہوا۔ افغانوں نے ایسے مقامات پر سے گولیاں مارنی شروع کیں جن سے بچنا مشکل تھا اور مرنا آسان تھا۔ دن بھر طرفین سے گولیاں چلتی رہیں اور افغانوں سے ان کے بعض مقامات چھین لئے گئے۔ مگر انہوں نے پھر ان کو لے لیا۔ اور گولیاں بڑی شدت سے مارنی شروع کیں ۔

اکبر خاں نے کپتان سکنر کو بلایا وہ جا کر یہ پیغام لایا کہ جنرل الفنسٹن اکبر خاں سے ملاقات کرنے جائے کہ وہ ایک مجلس شورہ میں شریک ہو اور بریگیڈیر شیلٹن اور کپتان جانسن اوّل میں جب تک دیئے جائیں کہ جلال آباد کو انگریزی سپاہ خالی کرے اکبر خاں کے ارشاد کی تعمیل ضرور تھی۔ بریگیڈیر این کوئی ٹل کو الفنسٹن صاحب کام سپرد کر کے اکبر خاں کے پاس گئے۔ اکبر خاں نے اصرار کیا کہ جنرل الفنسٹن صاحب کو بھی اوّل میں رکھے۔ جنرل نے کہا کہ میں موت کو اس بے عزتی سے بہتر جانتا ہوں کہ جوکھوں کے وقت میں میں اپنی سپاہ کی حکمرانی سے جدا ہو جاؤں لیکن اکبر خاں پر اُسکے کہنے کا کچھ اثر نہیں ہوا اس نے یہ تجویز پیش کی کہ انگریز جو زندہ بچے ہیں وہ ہندوستانیوں سے الگ ہوں اور ان میں سے ہر ایک میرے ایک ایک ہمراہی کے ساتھ سوار ہو اس لیئے کہ غلزئی جرگے والے ایسے غضبناک ہو رہے ہیں کہ وہ کسی طرح انگریزوں کے قتل سے باز نہیں آئینگے جبتک ان کو اس بات کا خوف نہ ہوگا کہ انگریزوں کے قتل کرنے سے ان کے ساتھی افغان بھی قتل ہوں گے لیکن جنرل الفنسٹن اور بریگیڈیر شیلٹن نے بے عزتی کے خیال سے اکبر خاں کی تجویز کے منظور کرنے میں پس و پیش کیا۔ حالانکہ ان دونوں نے اپنے مقام کو اپنے انبار خانے کے ذخیروں اور خزانوں کو اس حال میں چھوڑ دیا

تھا کہ پانچ ہزار فوج آراستہ دشمنوں کے ہاتھ سے بچنے کے لئے موجود تھی۔ اُنہوں نے بہیر کے آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کرا دیا اور اتنے جنگی سپاہیوں کو بھی ہلاک کرایا کہ دو سو سپاہیوں سے کم رہ گئے تھے۔ اتنی بے عزتیوں کے اُٹھانے کے بعد عزت باقی رکھنے کی گفتگو عجب بے محل اور نامعقول تھی بلکہ باقی آدمیوں کے بچنے کی صرف یہی ایک تدبیر تھی کہ وہ اپنے تئیں محمد اکبر خاں کے حوالہ کر دیتے ۔

دوسرے دن بارھویں تاریخ کو محمد اکبر خاں نے اپنے اُن قیدی مہمانوں کے ساتھ اُن غلزئی سرداروں کے سامنے مباحثہ شروع کیا جو اپنے میر جلاوطن کے بیٹے کے آداب بجالانے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اُنہوں نے انگریزوں کے ساتھ اپنی نفرت عداوت کو بڑی خشمناک آوازوں میں ظاہر کیا کہ کافروں کا خون کرنا چاہیئے اکبر خاں نے اُن کو بہت کچھ سمجھایا کہ اُن کے دل سے یہ عداوت دور ہو۔ مگر اُنہوں نے اُسکے سمجھانے پر کچھ خیال نہیں کیا۔ شام کو آخر کار اس نے اُن کو یہ ترغیب دی کہ دو لاکھ روپے لے لو اور انگریزی سپاہ اور آدمیوں کو جلال آباد بخیر و عافیت پہونچا دو۔ مگر انگریزوں پر تقدیر نے موت کا دروازہ کھول دیا تھا وہ کسی طرح بند نہیں ہو سکتا تھا۔ پہلے اس سے کہ نہ جنرل رہا نہ سپاہ رہی جب اوجالا ہوا تو وادی جگدلک کے نیچے لشکر نے بغیر جنرل یا دو سالانہ سفر شروع کیا کچھ دونوں لشکر بغیر جنرل کے اور جنرل بغیر سپاہ کے رہا۔ جس جگہ اس وادی میں دو پہاڑوں کے بیچ راستہ تنگ تھا وہاں دشمنوں نے دو بڑے کچے مورچے درختوں کے ٹھنوں سے بنا لیے جس کے سبب سے لشکر کا آگے بڑھنا رک گیا۔ اس مورچہ پر چڑھنے میں کوشش کرنے کے اندر دفعتاً ہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور افغانوں کا ایک گروہ چھرے اور تلواریں لے کر سپاہیوں اور بہیر پر آن پڑے ۔ مورچوں کے آگے مردوں کے ڈھیر لگ گئے چند افسر اور سپاہ کئی کوڑی ان میں سے راہ میں سے لڑتے ہوئے باہر نکلے پھر سپاہ نہ رہی گندمک جاتے جاتے سب مارے گئے ایک دو قید ہوئے۔ بارہ افسر جو اپنے ہمراہیوں سے جدا ہوئے تھے اُن میں سے چھ فتح آباد پہونچے۔ بعض دہاتیوں نے اُن کو خوراک دی وہ اُسکو کھاتے تھے کہ دو ان میں سے قتل کئے گئے تین کا تعاقب کیا گیا اُنکو بھی جلال آباد سے چند میل کے فاصلہ پر پکڑ کر مار ڈالا۔ اُن میں سے صرف ڈاکٹر برائی ڈن جو بھوک اور تکان اور زخم شدید کے سبب سے نیم جان ہو رہے تھے اپنے تیز ٹٹو پر سوار ہو کر قلعہ جلال آباد میں پہونچے۔ سیل صاحب نے اس قلعہ کو جاڑے تک بچائے رکھنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ ۶۔ جنوری کی صبح کو جو ہزاروں آدمی کابل سے جلال آباد میں جانے کے قصد سے روانہ ہوئے تھے اُن میں سے ۱۳ جنوری ۱۸۴۲ء کو جلال آباد میں صرف ڈاکٹر برائی ڈن صاحب پہونچے کہ وہ اپنے ہم وطنوں

کی کہانی سنائیں کہ اُن پر کیا کیا گذری ۔

سر ہنری ڈیورینڈ صاحب لکھتے ہیں کہ اس پولیسی کا یہ خاتمہ تھا جس میں کہ سچ کی ہنسی اُڑائی جاتی تھی اور رائے صواب پر جوتی کی ٹوک ماری جاتی تھی ۔ دور کی جلوہ گاہیں سراب کی رائے کو سراب نمائی کرتی تھیں ۔ اس پولیسی کا ناتوان ہونا خواہ وہ کیسی بڑی بد و پرخطا ہو اسکے ایجنٹوں کے انتخاب کے سبب سے پیدا ہوا ہے جو اپنے کام کے لائق نہ تھے ۔ میک ناٹن صاحب کی خوش طبعی کے ساتھ راست بازی ۔ الفنسٹن صاحب کی جسم و دماغ کی ناتوانی ۔ شیلٹن صاحب کی سفیہانہ ہٹ ۔ سول اور ملٹری افسروں کے درمیان مخفی مخالفت ۔ سیل صاحب کا عین وقت پر امداد سے انکار کرنا ۔ ان سب باتوں نے اس حادثہ کی صورت پیدا کی جس کے خیال سے ہمارے آئندہ نسلیں حب الوطنی کے سبب خجل اور شرمندہ ہونگیں ۔

کابل پر جو ناحق بے ڈھنگا حملہ کیا گیا اسکے قدرتی سلسلہ نتائج سے کابل کی سپاہ کا بالکل غارت ہونا پیدا ہوا ۔ یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان کی پولیسی پر اپنے وقت سے پھٹکار پڑنی شروع ہوئی کہ بالا حصار میں سرکار انگریزی کی سپاہ شاہ شجاع کے ساتھ گئی ۔ اس پھٹکار نے میک ناٹن صاحب کی آنکھوں پر پٹی باندہ دی کہ اُن کو شاہ شجاع کا عام خلایق کا ناپسند کرنا نظر نہ آیا ۔ سر ولوبائی کوٹن نے چھاونیوں کے لئے بدترین مقام پسند کیا جس میں بیمار بڈھا جنرل اس عہدے پر مقرر ہوا جس کو وہ خود جانتا تھا کہ میں اس کے لئے نامناسب ہوں ۔

لارڈ آک لینڈ نے برخلاف کمانڈر انچیف سر نکولس کے الفنسٹن صاحب کو مہم افغانستان میں سپہ سالار مقرر کیا تھا ۔ وہ ۲ نومبر کے بلوے سے پہلے بیماری کی رخصت لے کر ولایت جانے کو تھے ۔ اُن کی غلطیوں کے سبب سے بڑے بڑے بہادر افسروں کو بیوقوف بننا پڑا ۔ جو سپاہ غارت ہوئی اسمیں سے ایک سو میں مرد عورتیں بچے جو محمد اکبر خاں کی قید میں تھے ۔ ایشیا میں سرکار انگریزی کی سپاہ پر کبھی ایسا حادثہ جانکاہ واقع نہیں ہوا تھا ۔ اس کی خبر سے ہر ایک انگریز کا دل لرزتا تھا اور ہندوستان کے ہر بازار میں اس کا چرچا رہتا تھا ۔ لیکن نہ رئیسوں نے انگریزوں کے خلاف کوئی سازش کی نہ اُن سے عام رعایا کے دل میں بغاوت کا خیال آیا ۔ انگریزوں کو اس بات سے بڑی تسلی ہوتی تھی کہ انگلینڈ کی عزت کے برقرار رکھنے والے اُن کے ہم وطن ناٹ اور رالنسن قندھار میں اور سیل اور میرز اور برڈوفٹ جلال آباد میں اور ہنری لارنس و کلارک و میکسن پنجاب میں موجود ہیں ۔

باب پنجم

جنگ افغانستان کا آخر کام

جب لارڈ آک لینڈ کو معلوم ہوا کہ الفنسٹن کی سپاہ بالکل معدوم ہوئی تو اُن کی زندگی نہایت تلخ ہوئی اُن کے ولایت جانے سے چند ہفتے پہلے افغانستان کی پالیسی کی دھجیاں اُڑ گئیں۔ جس سے لارڈ آک لینڈ کی ساری نیک نامی ہمیشہ کے لئے خاک میں مل گئی۔ ۳۱ جنوری ۱۸۴۲ء کو کلکتہ سے اُنہوں نے ایک جنرل اورڈر جاری کیا جس میں اُنہوں نے بیان کیا کہ یہ مصیبت اور آفت انگریزی سپاہ پر واقع ہوئی ہے وہ ایک جزوی انقلاب ہے اور اُس کے سبب سے ایک نیا موقع ہاتھ لگا ہے کہ ایسی قوت انگلیشیہ از سر نو اپنے اقتدار اور عظمت کو اپنی ہندوستانی سپاہ کو اپنی دلیرانہ اولوالعزمی کو دکھائے" لیکن گورنر جنرل کے دل پر تاریکی چھا گئی کہ اُن کو بہت جلد جنگ کرنے کا خیال بالکل جاتا رہا اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اسکے سوا کوئی خیال نہ تھا کہ جسقدر جلد ہوسکے افغانستان سے تمام انگریزی سپاہ باہر نکال لیجائے اس کوفتہ جان شکستہ خاطر کو یہ خیال ہی نہیں آتا تھا کہ یورپ اور ہندوستان میں اپنے اغراض کے لئے ہم یہ ثابت کریں کہ افغانستان میں شامت زدہ اور بداقبال ہونے سے نہ ہماری قوت میں کوئی ضعف اور نہ ہماری صلاح اور مشورے اور تدابیر میں کوئی فتور آیا ہے۔ اُس نے جو خط سر نکولس اور جارج کلرک پولیٹکل ایجنٹ انبالہ کو لکھا اس کا منشا یہ تھا کہ اگر زیادہ سپاہ خیبر سے پرے بھیجی جائے تو وہ کوئی کام سوا اسکے نہ کرے کہ سر روبرٹ سیل کی اعانت کرکے سپاہ قلعہ نشین کو پشاور میں لے آئے۔ کرنیل وائلڈ کا برگیڈ فیروز پور سے نومبر کے آخر میں روانہ ہوا۔ ستلج سے پشاور تک تین سو میل سفر کرنے میں ایک مہینہ لگ گیا۔ ۱۵ جنوری کو دو رجمنٹیں علی مسجد کے قلعہ میں پہونچیں۔ چار روز بعد وائلڈ صاحب کا باقی برگیڈ روانہ ہوا جس سے خیبر میں کوہستانی آدمیوں سے لڑائی ہوئی۔ سکھوں سے جو پشاور میں چار توپیں مستعار لی تھیں وہ سب پھٹ گئیں سپاہ میں بیدلی اس سبب سے پھیلی کہ سکھ بھاگ گئے وائلڈ صاحب کے بھی ایک زخم لگا۔ علی مسجد سے بھی سپاہ جمرود میں واپس چلی آئی +

ناٹ صاحب کے پاس دو قوی برگیڈ تھے اُن سے اُنہوں قندھار پر اچھی طرح قبضہ کر رکھا تھا جو کوئی خوفناک امر اُن کو پیش آتا اس کا وہ خوب مقابلہ کرتے۔ اُن کا پرانا دشمن اکبر خان اور اُس کے ساتھ ہمسایہ کے اور

رؤسا اور شاہ شجاع کا رشتہ مند صفدر جنگ میدان جنگ میں آئے قندھار سے پانچ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہاں دشمنوں کے لشکروں کا جاؤ تھا۔ ناٹ صاحب نے حملہ کیا اور ڈیڑھ گھنٹے میں اُن کو شکست دے کر بھگا دیا۔ چاروں طرف سے دشمن اُسکو گھیرے ہوئے تھے اور قندھار میں بھی اُس کے برخلاف سازشیں ہو رہی تھیں اس حال میں بھی اس نے اپنے مقام کو استوار بنایا اور رسد کا انبار جمع کیا۔ جب دشمنوں کے سرداروں نے قندھار کے خالی کر دینے کا وہ حکم اُن کو دکھایا کہ جس پر پوٹنجر اور الفنسٹن صاحب کے دستخط تھے تو اس دلاور سپہ آرا نے فرمایا کہ ہم پر کسی حکم کی تعمیل جو ہماری گورنمنٹ کا نہ ہو واجب نہیں ہے۔ سپاہ تو منت و توانا ایسے افسر کے ماتحت تھی جو اُن کو لڑانا جانتا تھا۔ اور اور افسر بھی اُسکے ساتھ دلیر دلاور موجود تھے ؎

ناٹ صاحب نے شہر قندھار سے ہزار کنبوں کو باہر نکال دیا اور ایک بڑی سپاہ ساتھ لے کر دشمنوں کے تعاقب میں گیا۔ جتنا وہ آگے بڑھتا گیا دشمن پیچھے ہٹتے گئے۔ جب اس نے دیکھا کہ تین روز سے کوئی دشمن بندوق کی گولی کے فاصلہ پر نظر نہیں آتا۔ تو اُس نے جانا کہ میں بہت دور چلا آیا۔ اسی رات کو دشمنوں نے قندھار کے تین دروازوں پر حملہ کیا اور ایک دروازے کو جلا دیا چار گھنٹے تک لڑائی رہی۔ افغانوں نے شکست پاکر ہزیمت کی اور کئی سو آدمی اُن کے مارے گئے۔ اور کئی اور لڑائیاں ہوئیں جن سے افغانوں نے انگریزی قوت کے ادب کرنے کا سبق سیکھ لیا ؎

غزنی میں کرنیل پامر سپاہ کے ساتھ حصار نشین تھا۔ یہاں سپاہ کو آدھی خوراک ملتی تھی وہ کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ اور لکڑیاں جلانے کو نہ تھیں۔ سردی نے بہت ستا رکھا تھا۔ ۶۔ مارچ کو کرنیل پامر مع سپاہ کے حصار سے باہر نکلے کہ ان سے افغانوں نے اقرار کیا تھا کہ پشاور میں اُن کو عافیت کے ساتھ پہونچا دینگے۔ لیکن اُن پر غازیوں نے حملہ کیا جب سپاہ نے بھاگنا شروع کیا تو افسروں نے ہتھیار دیدیئے اور وہ مقید ہو کر کابل روانہ ہوئے ؎

جلال آباد کے اندر سیل بریگیڈ جاڑے کے موسم میں اپنی جگہ جما رہا تھا۔ ۱۳۔ نومبر کو اس نے دیکھا کہ یہ قلعہ بالکل کھنڈروں کا ایک ڈھیر ہے اسکے گرد ہزاروں افغان مسلح جمع ہو رہے ہیں لیکن کرنیل مونٹیتھ نے گیارہ سو سپاہیوں کو قلعہ سے باہر لیجا کر دور تک افغانوں کو بھگا دیا۔ کپتان بروڈفٹ انجنیر نے قلعہ کی مرمت کی اسکو درست کیا۔ پہلی دسمبر کو کرنیل ڈینی نے افغانوں کے جمگھٹ کو پریشان کیا۔ اس وقت دو طرح کی محنتیں سپاہیوں کو اور زیادہ کرنی پڑتی تھیں ایک قلعہ کی مرمت کرنے میں دوسرے رسد کے بہم پہونچانے

میں۔ موسم بھی کابل کی نسبت اچھا آگیا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہوا پلٹنے کو ہے اور ادبار کی جگہ اقبال آنے کو ہے جلال آباد میں پرائی ڈن صاحب ابھی نہیں آئے تھے کہ قلعہ نشین سپاہ کے پاس یہ حکم آیا تھا کہ سپاہ قلعہ کو خالی کر کے ہندوستان کو چلی جائے اس لئے کہ کابل میں جو عہدنامہ الفنسٹن صاحب نے کیا ہے اس کے شرائط میں یہ ایک شرط ہے کہ جلال آباد کو انگریزی سپاہ خالی کردے۔ مگر جنرل سیل نے ایسی شرایط کی پابندی کو لازم نہ جانا جو میک ناٹن اور الفنسٹن کے گلوں پر چھری رکھ کے لکھائی گئی ہوں*

جنرل سیل صاحب کی نیت اس معاملہ میں صاف اور راست تھی کہ اس قلعہ کو گورنمنٹ کی طرف سے اپنے قبضہ میں جب تک رکھوں گا کہ گورنمنٹ اُسکے خلاف کوئی حکم صادر کرے۔ سیل صاحب کی یہ نیت تاریخ میں بڑی وقعت رکھتی ہے جس پر آئندہ مہم افغانستان کا سارا مدار تھا۔ ۱۹ فروری کو ایک زلزلہ عظیم آیا جس نے قلعہ کی عمارات کو وہ نقصان پہونچایا کہ حال کی خوفناک توپیں بھی وہ نقصان نہیں پہونچا سکتی تھیں مگر بروڈ فٹ صاحب کے سیپر و مائی نرنے اور سپاہیوں کی مدد سے قلعہ کی سب طرح کی مرمت کرلی اُسکے دروازے پر اپنے مورچے جمائے۔ دیواروں کی دڑاڑوں کو بند کردیا۔ سپاہ باہر جاتی اور رسد کا انبار ساتھ لاتی۔ ۱۰ اپریل کو بیاک ڈینی صاحب نے حملہ کرکے افغانوں کی سپاہ کو ایک دفعہ اور بھگایا۔ زلزلہ کے نو دن بعد نیا گورنر جنرل کلکتہ میں آیا اور اسل آک لینڈ سے اُس نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی دو ہفتہ کے بعد لارڈ آک لینڈ نے اپنے گھر کی راہ لی اسکے جسم و روح دونوں اس سبب سے ضعیف ہو گئے تھے کہ اس پولیسی میں ناکامیابی ہوئی تھی جس کے اختیار کرنے کے لئے اسکو ترغیب اُس کی بہترین رائے کے برخلاف دی گئی تھی* اس کا کوشش اُسکے نہ اختیار کرنے کے لئے سرگوشی کرتا تھا۔ مگر اب وہ یہ چاہتا تھا کہ میں افغانستان کو اس طرح چھوڑوں جیسے کوئی فاتح بزرگ اس کو چھوڑتا ہے۔ چھ برس تک خوش حال اور مالدار ملک پر حکومت کرنے آیا تھا۔ اب جاتی دفعہ اُس کو خزانہ بالکل خالی اور قرض بہت بھاری ورثہ میں دے گیا۔ افغانوں کی دیوانہ وار پولیسی میں ایسا گرفتار رہا کہ ہندوستان کی اصلاحوں کے لئے فرصت کم ملی۔ اس نے تعلیم کے باب میں ایک عمدہ مراسلہ لکھ بھیجا۔ سائنس کی اشاعت کے لئے بھی اعانت کی اس نے عدالت میں جو شہادت کے لئے مسلمانوں سے قرآن اور ہندوؤں سے گنگا جلی اُٹھوانے کا قاعدہ تھا اُس کو موقوف کیا اور اُن دونوں کی جگہ عدالت میں قانوناً یہ حلف مقرر کیا کہ گواہ یہ کہے کہ میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر ایمان سے اقرار کرتا ہوں کہ جو میں جانتا ہوں اس کو سچ سچ کہونگا۔ ایک بڑا کام جو اُس نے کیا وہ

تاریخ میں یادگار رہے گا کہ ۱۸۴۰ء میں مندروں کا اور اُن کے اندرونی معاملات اور بیرونی انتظامات کا اہتمام جو برٹش گورنمنٹ کے ذمے تھا اسکو موقوف کردیا۔ اور تیوہاروں میں جو جاتریوں سے محصول لیا جاتا تھا اور مندروں میں جو چڑھاوا چڑھایا جاتا تھا اور یہ آمدنیاں ملک کی آمدنیوں میں شمار ہوتی تھیں۔ اُن سے گورنمنٹ دست کش ہوئی۔ ہندوستانیوں کے تیوہاروں میں سرکار کمپنی کی سپاہ کا اور سول افسروں کا جانا موقوف کیا گیا۔ قدیم سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ جاتریوں سے ٹیکس لی جاتی تھی۔ جس کا جمع کرنا بھی آسان تھا۔ اسمیں کسی کو تکلیف بھی نہیں پہونچتی تھی مگر بعض عیسائیوں کو اس طرح بتوں اور بت خانوں سے گورنمنٹ کا تعلق رکھنا برا معلوم ہوتا تھا۔ موقوف کیا گیا گو وہ ملک کی آمدنی کا صیغہ تھا ؎

لارڈ آک لینڈ کے جانشین لارڈ ایلن برا ہوئے جو اُسوقت انگلینڈ میں بورڈ آوف کنٹرول کے پریسیڈنٹ تھے اور ہندوستان کے معاملات سے خوب واقف تھے وہ لشکر گاہ میں رہنے کی زندگی کو پسند کرتے تھے۔ اُن کی زبان میں اُن کی اولوالعزمیوں میں اُن کی پولیسی میں ایک خاص مشرقی پن تھا۔ وہ اعلی درجے کے فصیح بیان و مدبر تھے اُن سے توقع تھی کہ وہ اپنے ملک کی سپاہیانہ عزت کو برقرار رکھیں گے کابل کی شرمندگی کو مٹا کر تھام لینگے ؎

نومبر ۱۸۴۱ء میں کورٹ دائرکٹرز نے جب ان کا جلسۂ وداعی کیا تو اُنھوں نے کہا کہ میں جنگ افغانستان غلطی اور گناہ جانتا ہوں۔ میں ہندوستان میں جنگ و رزم سے بیزار رہوں گا اور آشتی اور صلح سے کام رکھونگا جسوقت وہ مدراس میں آئے تو اس پریسیڈنسی کی سپاہ میں بغاوت کے آثار نمایاں تھے۔ سپاہ کے بھتے اور پنشن کے قاعدوں میں جو ناوقت تغیرات ہوئے تھے۔ سپاہ اُن سے سخت ناراض تھی۔ اس ناراضی نے ایک جگہ تو کھلی بغاوت کا رنگ پکڑا تھا اور وہ ہندوستانی رجمنٹیں جن کو مہم چین میں جانے کا حکم ہوا تھا وہ دلیں باغی ہوگئی تھیں گو ظاہر میں باغی نہ تھیں۔ لارڈ ایلن برا کے آنے نے مدراس گورنمنٹ کو سپاہ کی بغاوت کی آفت سے بچالیا۔ سپاہ سے اقرار کئے گئے کہ آیندہ ان کے بھتے وغیرہ کے باب میں تحقیقات کی جائے گی ؎

مہم افغانستان میں یہ بڑا دانشمندانہ کام لیا گیا کہ سپاہ سالار جنرل پالک مقرر ہوا جس کو ہندوستان کی لڑائیوں کا چالیس برس سے تجربہ تھا وہ آگرہ سے بہت جلد پنجاب کو روانہ ہوا۔ جب گورنر جنرل کلکتہ میں آئے تو اُن کے پاس یہ خبر آئی کہ کلارک صاحب نے جلدی کر کے سپاہ فیروزپور سے پشاور بھیجی تھی جنرل پالک نے یہاں آکر دیکھا کہ وائلڈ کی چار رجمنٹیں بالکل کام کی نہیں اُن کے آدھے سپاہی تو اسپتال میں پڑے

ہوئے ہیں اور باقی اے وٹ بائیل سکھوں کے باغیانہ عزموں میں مبتلا ہیں وہ درہ خیبر سے ایسے ڈرے ہوئے ہیں کہ اُسکے اندر جانا نہیں چاہتے اور بعض انگریزی افسر بھی اُن کے ہم خیال ہیں۔ پشاور کے گرد سکھوں کی سپاہ ایسی گستاخ و بے ادب ہے کہ وہ اپنے افسروں کے حکم کی بھی اطاعت نہیں کرتی۔ شیر سنگھ جو ابھی کھڑک سنگھ کا جانشین ہوا تھا وہ کلرک صاحب کی اُن درخواستوں پر جو کمک اور رسد کے وعدوں کے ایفا کے باب میں کی جاتی تھیں کم توجہ کرتا تھا۔ میکسن صاحب کی پیش کشوں اور وعدوں کو خیبر کی آفریدی قومیں سنتی تھیں وہ درہ خیبر میں انگریزی سپاہ کے رستہ روکنے کے لئے حتی المقدور تیار تھیں۔ سیل صاحب جو پالک کی امداد کی درخواستیں کرتا تھا تو پالک صاحب اس کو یہ جواب دیتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہوگا میں امداد کروں گا۔ تم بتاؤ کہ جلال آباد کو کتنے عرصہ تک بچائے رکھوگے۔ قندھار سے وسط جنوری تک کچھ خیر خبر نہیں آئی۔ پالک صاحب کمک کے منتظر تھے جسکے بغیر وہ آگے جانا نہیں چاہتے تھے۔ لاہور میں کلرک صاحب فرمان روائے پنجاب سے استعانت کی استدعا کر رہے تھے کہ جس میں دونوں کا بھلا تھا۔ ۱۵۔ مارچ کو لارڈ ایلن برا نے سر جسپر نکولس کو ایک خط میں صاف صاف اپنی پولیسی لکھ بھیجی کہ میرا مقدم فرض یہ ہے کہ افغانستان میں سرکار انگریزی کی جو سپاہیں موجود ہیں اُن کی سلامتی کے لئے خبر گیری کروں۔ اور مطلب عظیم یہ بھی ہے کہ افغانوں کو اُن کی عہد شکنی اور گزند رسانی کی سزا دیکر انگریزوں کی سپاہیانہ ناموری کو دوبارہ قائم کروں۔ اس کام کے کرنے کے بعد پھر ہم یہ خیال کرینگے کہ افغانستان سے اپنی سپاہ کو بلالیں اس سے ہم کو اطمینان ہوگا کہ جس شخص کو ہم نے پادشاہ بنایا ہے اس کو وہ قوم جسکا وہ پادشاہ بنا ہے اپنا پادشاہ بنانا نہیں چاہتی۔ وہ اس کا پادشاہ نہیں ہو سکتا۔ جو سپاہ محصور ہو رہی ہے اُس کی اعانت کرنے کے بعد کابل کے قیدیوں کا چھڑانا ہے جو ایک بڑی بات ہماری عزت کی اور دلی رنج دور کرنے کی ہے اس نے سر نکولس سے کہا کہ وہ ایک لشکر عظیم الشان ستلج پر جمع کرے جس سے کہ ہماری قوت و اقتدار کا اظہار سکھوں پر بھی ہو اور ہمارے سپاہیوں کے دلوں میں بھی ہمارا اعتبار پیدا ہو جائے

آخر کو پالک صاحب کو کلرک صاحب اور سر ہنری لارنس سمجھا سمجھا کر آگے لے گئے۔ دو مہینوں میں پالک صاحب نے اپنی تحمل طبیعت اور فرزانگی کے سبب سے اُنڈ صاحب کے رگیڈ کو درست کرلیا اور جتنے سپاہی اُنکے ماتحت تھے اُنکے دلوں میں اپنا اعتبار پیدا کیا۔ گلاب سنگھ راجہ جو ابھی ابھی دوست انگریزوں کے ساتھ اعانت کرنے پر مستعد ہو گیا وقت پر انگلش ڈریگونس اور گھوڑوں کا توپخانہ آگیا (ڈریگونس اُن سپاہیوں کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں

پیدل اور سوار دونوں کا کام دیں ۔ غرض پالک صاحب کو سب طرح سے کامیابی کی امید ہوگئی تو وہ خیبر کو بڑھے ۔

۵- اپریل کو صبح کی تاریکی میں سپاہ نے درہ خیبر کی طرف کوچ شروع کیا ۔ بڑے بڑے پتھروں سے اور مٹی میں درختوں کے ٹھنوں کے گاڑنے سے درہ میں راہ بند کی گئی تھی ۔ پہاڑ کی بلندیوں پر خیبری آفریدیوں کا ہجوم تھا دو قوی رجمنٹیں چڑھائی گئیں اُنہوں نے آفریدیوں کو سب مقامات سے بھگا دیا اور قلعہ علی مسجد کو بھی اُن سے خالی کرالیا ۔ یہ قلعہ سکھوں کو سپرد کرکے ۷- تاریخ کو پالک صاحب درے کے اندر پچیس میل لڑتے ہوئے گئے اُن ابتدائی لڑائیوں میں اُن کے ایک سو پینتیس سپاہی مقتول اور مجروح ہوئے ۔

۷- اپریل کو تین کالم اٹھارہ سو سپاہیوں کے اور توپ خانہ اور سوار جن میں افسر ڈینی و مونٹیتھ و بیولک تھے ۔ دشمنوں کی چھ ہزار سپاہ پر حملہ آور ہوئے اور دو گھنٹے میں اکبر خاں کی سپاہ کو مار کر تتر بتر کر دیا ۔ مگر اس فتح کی خوشی میں یہ رنج ہوا کہ ڈینی صاحب جو ہمیشہ سب سے آگے اپنا قدم بڑھاتے تھے قتل ہوئے اور اور سپاہی سات مقتول اور ستر زخمی ہوئے بس اب یہ اندیشہ بالکل باقی نہیں رہا کہ اکبر خاں جلال آباد کا محاصرہ کریگا ۔ اس فتح نمایاں کے جلدو میں لارڈ ایلن برا نے سیل صاحب کو خطاب نامور کا دیا ۔ اب سیل صاحب کی سپاہ پالک صاحب کے تحت ہوئی ۔ اور پولٹیکل خدمات سے سول افسر موقوف ہوکر اُن کے سرکاری کام پالک اور ناٹ کو سپرد ہوئے ۔ اس وقت گورنر جنرل کے دل میں یہ خیال آیا کہ مہم افغانستان میں پہلے جو بُرے نتائج ظہور میں آئے تھے اُس کا سبب یہ تھا کہ مہم کے اختیارات سول اور ملٹری افسروں کو دیے گئے تھے اُن کے اختلاف آرائے سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوئی تھیں ۔ جب ایسے دو لائق جنگی افسر میدان جنگ میں موجود ہوں تو سول افسروں کی کچھ ضرورت نہیں ہے ۔ دو ملانوں میں مرغی حرام ۔

جب لارڈ ایلن برا نے سنا کہ دشمنوں نے غزنی لے لیا اور انگلنڈ صاحب جو ناٹ صاحب کے پاس خزانہ اور رسد لئے جاتے تھے اور اُن کے ساتھ تھوڑی سی سپاہ بھی تھی اُسکو وادئے پیشین کے اندر ہیکل زئی میں شکست فاش ہوئی تو لارڈ ایلن برا کا جو مقصد میدان جنگ میں آگے بڑھنے کا تھا ۔ اُس میں اُن کو تذبذب پیدا ہوا ۔ اُنہوں نے اور افسروں کے پاس جو میدان جنگ میں تھے ایسے احکام بھیجے ۔ جن کا مقصود یہ تھا کہ افغانستان سے سب انگریزی سپاہی جلدی سے واپس چلے آئیں ۔ اُنہوں نے اسوقت میں سپاہ کے معاملات پر نظر کرنے میں اپنے مورخہ ۱۵ - مارچ ۱۸۴۲ء مذکورہ بالا کے مضامین اخلاقی اور پولیٹیکل

سے قطع نظر کی۔ جونہیں ناٹ صاحب قلات غلزئی کی کمک رسانی سے فارغ ہوئے۔ اُن کو ہدایت کی گئی کہ اگر وہ کابل کی طرف آگے نہ بڑھے تو قندھار سے کوئٹہ میں جلد واپس آنے کی تدابیر کریں اور جلد واپس چلے آنے میں کوئی اندیشہ اکبرخاں سے قیدیوں کے چھڑانے کے عہدو پیمان کرنے میں نہ واقع ہو تو حتی الامکان پشاور میں اپنی سپاہ کو واپس لائیں۔ اس بیان سے پالک صاحب صاف صاف سمجھ گئے کہ لارڈ ایلن برا کی رائے ہے کہ سلامت روی کا طریقہ یہ ہے کہ سپاہ کو بہت جلد درۂ خیبر کے اُن مقامات میں لے آنا چاہئے کہ جہاں سے ہندوستان میں آمدورفت آسانی سے ہو سکے۔ چند ہفتوں تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگریزی لشکر کا عزت کا حاصل کرنا اور زندانیوں کو زندان سے نکالنا اس لائق بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ جو نقصانات اور جانوروں کی قربانیاں اب تک ہو چکی ہیں اُن پر ذرا سا بھی اضافہ کیا جائے۔

یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ پالک صاحب نے ان دونوں ہدایتوں کی تعمیل میں تاخیر کی وہ انکے برخلاف کچھ بڑبڑائے نہیں گو وہ ان کے لشکر کے ہر سپاہی کو تلخ و ناگوار معلوم دیتی تھیں بلکہ اُنہوں نے یہ دانائی اور ہوشیاری کی کہ اُن کی تعمیل کے لئے یہ عذرات بیان کئے کہ گاڑیاں موجود نہیں قیدیوں کو چھڑانا ہے اور سب سے زیادہ پاس اور لحاظ برٹش خصائل کا ہے یہ ضروری دلائل اُنہوں نے اپنے قیام کے لئے جہاں وہ تھے یا چند منزلیں آگے بڑھنے کے لئے بیان کیں۔ کابل کی طرف آگے بڑھنے کے لئے ناٹ صاحب کی مشارکت ضرور تھی اور وہ بغیر اپنی قوت اور اقتدار ثابت کئے قندھار کو چھوڑنا آسان نہیں جانتے تھے۔

قندھار میں جب مراجعت کرنے کا حکم آیا ہے تو رالنسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے بجلی اُن پر آن کر گری ہے ناٹ صاحب جانتا تھا کہ مجھے اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اختیار نہ تھا۔ وہ ایک عمدہ سپاہی کی طرح اُنکی تعمیل کے لئے جب تیار ہوا کہ جوانمرد کریچی صاحب کو اعانت کرکے آفت سے بچائے اور سپاہ کے لئے ضروری باربرداری کا سامان بہم پہونچائے۔ ہندوستانی سپاہ کا برگیڈ واقعی بڑا شاندار تھا۔ وہ خجالت سے پرے راہوں کو اس لئے صاف کر رہا تھا کہ انگلینڈ صاحب کا برگیڈ قندھار کی طرف آگے بڑھے وہ ۱۹۔ مئی کو کچھ اور سپاہ کے ساتھ اس لئے بھیجا گیا کہ کریچی صاحب کے حصار نشین سپاہ کی مدد کرے اور قلات غلزئی کو مسمار کرے۔ باربرداری کی مشکلات اور گرمی برسات میں سپاہ کے سفر کرنے کے اندیشوں کے سبب سے گورنر جنرل نے اپنے احکام کی تعمیل پانچ یا چھ مہینے کے توقف کرنے کی اجازت دیدی۔

لارڈ ایلن برا کے مراسلات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کے چھڑانے کی پرواگورنمنٹ کو نہ تھی جنرل پالک بڑی جدوجہد کرتے تھے کہ ہندوستان میں سپاہ کی مراجعت سے پہلے قیدیوں کو چھڑا لیں۔ انہوں نے اس عمدہ خدمت کو سر رو برٹ سیل کو سپرد کیا تھا جن کی بی بی مقید تھیں۔ برخلاف امید یہ قیدی بڑی آسانی سے رہا ہو گئے۔ ان قیدی لیڈیوں کی حرمان نصیبی عجیب وغریب تھی وہ جلدی جلدی ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں بھیجی جاتی تھیں۔ اکبر خاں کو جب جلال آباد میں بالکل شکست ہوئی تو اُس نے اُن قیدیوں کو بدیع آباد سے کابل کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ جلال آباد سے دور ہو جائیں یہ قیدی کبھی سردی میں اکڑتے تھے اور کبھی گرمی میں تپتے تھے کھانا ان کو برا ملتا تھا۔ مکان رہنے کو ایسے ملتے تھے جن کے مقابلہ میں مہذب ملکوں کے جیلخانے عشرتکدے معلوم ہوتے تھے۔ وہ ہمیشہ خوف ورجا میں رہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ ہم پر آیندہ کیا گذرے گی مگر اُن کی علو ہمت جرأت اور عالی حوصلگی میں کبھی فرق نہیں آیا۔ عورتیں نہایت مصیبت وجان جوکھوں کے وقتوں میں اپنے بچوں کو ہشاش بشاش ہو کر کھلاتیں وسلاتیں اور ان کو خوش کرتیں۔ جب اُن قیدیوں کا سفر بدیع آباد سے ہوا تو راہ میں ۲۴- اپریل کو جنرل ایلفنسٹن صاحب کا انتقال ہوا اُن کی ٹانگ میں زخم لگا تھا وہ اچھا نہ ہوا۔ اس کی تکلیف نے اور ناکامی کے رنج والم نے انکا خاتمہ جلد کر دیا۔ جارج لارنس لکھتے ہیں کہ انمیں ایسے محاسن اخلاق تھے کہ ہم سب انکی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ محمد اکبر خاں نے جو فیاض وحشی دشمن تھا اُس کی نعش جلال آباد میں بھیجدی۔ اسی زمانہ میں بدنصیب شاہ شجاع جس کو انگریزوں نے بڑی دھوم دھام سے اُسکے باپ دادا کے تخت پر بٹھایا تھا کابل میں ۵- اپریل ۱۸۴۲ء انگریزوں کے ایک بڑے پکے معزز دوست نواب زمان کے بیٹے نے مار ڈالا اُس کی لاش سے شاہانہ لباس اور جواہر اُتار کر ایک خندق میں پھینکدیا۔ مورخین اس سوال پر بڑا مباحثہ کرتے ہیں کہ شاہ شجاع انگریزوں کے ساتھ معاملات کرنے میں راست باز تھا یا نہ تھا۔ کوئی مشرقی آدمی ایسی حالت میں جیسی شاہ شجاع کی تھی انگریزوں کے ساتھ جو محض اجنبی تھے خالص اتحاد ووداد میں غالباً سچا نہیں ہو سکتا تھا۔ انگریزوں کا ظن غالب اس طرف ہے کہ وہ وقت کے مناسب حال کام کرتا تھا کبھی وہ وفادار تھا کبھی بیوفا ہو کر یہ چاہتا تھا کہ انگریزوں کے ہاتھ سے اپنا پیچھا چھڑائے۔ مگر وہ بہ حیثیت مجموعی انگریزوں کی محبت وحفاظت وحمایت کو ترجیح دیتا تھا۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ انگریزوں کا ممنون منت وشاکر احسان ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ انگریزوں نے کوئی اسکے ساتھ سلوک اس سبب سے تو کیا نہیں تھا کہ وہ اسکے ساتھ الفت وموانست رکھتے

تھے یا اسکے حق دلانے کو انصاف عدل سمجھتے تھے۔ اُنہوں نے تو اسکو اپنے ہاتھ کی کٹ پتلی بنایا تھا اُس کو ہاتھ میں اسوقت نچاتے تھے کہ کوئی کام انکا اس سے نکلتا تھا اور اگر کوئی کام نہیں نکلتا تھا تو اسکو اُٹھا کر رکھ دیتے تھے۔ شاہ شجاع کو انگریزوں کا یہ احسان ماننا چاہیئے کہ اسکو چند ہفتے کے لیئے پادشاہ بنا دیا۔ جس میں جھوٹی شان و شوکت بیہودہ خوابوں کی طرح دکھائی دی جس کی تعبیر تلخ بیداری اور شرمناک موت ہوئی۔ اُس کے مرنے کے بعد نواب زمان شاہ نے سازشوں کا ایک سلسلہ باندھا کہ اس کے بیٹے شاہزادہ فتح جنگ کو اُسکے باپ کا جانشین بنائے اور اکبر خان کو اُس کا وزیر۔ کابل میں اور قیدی بھی تھے۔ جن کو اس نیک نہاد نواب نے اکبر خان کے پیر مقدس کی حراست میں رشوت کا وعدہ کر کے دیدیا۔ اُن لوگوں اور قیدیوں کی حالت افغانوں کی دغابازی اور اکبر خان کے انتقام ستانی کی حالتوں کے بدلنے سے غیر محقق ہوتی جاتی تھی۔ اب ہر طرف سے ہندوستان میں لارڈ ایلن برا اور کمانڈر انچیف کی پولیسی کے برخلاف انگریز شور و غل مچاے تھے اور ہندوستان سے حکم آتے تھے کہ قومی عزت کی حمایت یہی ہے کہ افغانوں کے ہاتھ سے ہر قیدی چھڑایا جائے۔ جب اس طرح سے گورنر جنرل پر دباؤ چاروں طرف سے پڑا تو ۴۔ جولائی ۱۸۴۲ء کو ناٹ اور پالک کو چھٹیاں لکھیں کہ میری رایوں میں تو کچھ فرق آیا نہیں۔ سپاہ کا واپس چلا آنا بہتر ہوگا۔ مگر ناٹ صاحب کو اختیار ہے کہ وہ کوئٹہ سے ہو کر سکھر کو آوے یا غزنی و کابل و جلال آباد میں ہوتا ہوا پشاور میں مراجعت کرے۔ پالک صاحب کو بھی آزادی دی گئی تھی کہ وہ ناٹ صاحب سے پہلے اس سے کابل میں مصافحہ کرے کہ پشاور کو مراجعت کرے ؏

لارڈ ایلن برا نے جو جواب دہی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھانا چاہیئے تھا وہ جنرل پالک اور جنرل ناٹ کے سر پر رکھا جنہوں نے اُسکو بڑی خوشی سے اُٹھانا قبول کیا ؏

جنرل ناٹ نے تیرہ سو سپاہیوں سے ۲۹ مئی کو آٹھ ہزار غلزیوں کو شکست فاش دی جسکا سپہ سالار اکبر خان خود تھا اسکے بعد قندھار کے گرد کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔ اس سے چند روز پہلے کوچی کی سپاہ حصارنشین نے اپنے حملہ آوروں کو شکست دے کر پرے ہٹایا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ جب قلات غلزئی میں ڈاکٹر کی سپاہ اپنا کام کر کے آئی تو ناٹ صاحب نے دیکھا کہ اگر بار برداری اور رسد کا سامان بہم ہوجائے تو سپاہ میرے پاس اسقدر ہے کہ جہاں چاہوں سارے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کراؤں اُس کی سپاہ ایسی توانا اور تنومند و بہادر تھی کہ اس کی ایک ہزار سپاہ پانچ ہزار افغانوں

کے برابر تھی۔ اس نے انگلینڈ صاحب کے ماتحت ایک دستہ سپاہ اور بھاری توپیں کوئٹہ کو روانہ کیں اور خود ۷۔ اگست ۱۸۴۲ء کو سب قسم کی آٹھ ہزار فوج ہمراہ لے کر قندھار سے روانہ ہوا جس کو اپنے اوپر اور سپہ سالار پر بھروسہ تھا۔

اس عرصہ میں پالک صاحب کی سپاہ بیکار نہیں بیٹھی۔ جون اور جولائی کے اکثر ہفتوں میں ایک کولم سپاہ کا مونٹیتھ صاحب کے ماتحت وادی شنواری میں اُن قوموں کو سخت سزا دیتا رہا جنہوں نے الفنسٹن صاحب کی سپاہ کی لوٹ میں حصہ لیا تھا اور مشہور تھا کہ اُن کے پاس انگریزوں کی ایک توپ ان توپوں میں سے تھی جو چھینی گئیں تھیں۔ صرف اُن کے قلعے مسمار اور گھر منہدم نہیں کئے گئے بلکہ جن درختوں کے سایہ کے تلے وہ بیٹھے تھے اُن کو جڑ پیڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔ آخر کار ۲۰۔ اگست کو پالک صاحب نے اپنی قوی آٹھ ہزار سپاہ کے ساتھ آگے کوچ کیا جن میں سے ہر ایک کے سینہ میں شرمندگی اور مصیبت زدگی کے انتقام لینے کی آگ روشن تھی گندمک میں اس سپاہ کا قیام دو ہفتے تک اس انتظار میں ہوا کہ ناٹ صاحب کے لشکر کی آیندہ کیا خبر آتی ہے۔ ۷ ستمبر کو پالک صاحب نے آگے سفر کیا دوسرے دن جب وہ جگدلک کے قریب پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ پہاڑوں پر دونوں طرف غلزئی پیادوں اور سواروں کا ایک جم غفیر موجود ہے۔ توپوں نے خوب کام دیا۔ مگر غلزئی جمے رہے۔ جب پالک کے پیدل سپاہی ہُرّاہ کا غل مچاتے ہوئے اور سنگینوں کو چلاتے ہوئے پہاڑ پر چڑھے تو غلزئی لڑنے والے بھاگ گئے۔ سیل کے برگیڈ نے حملہ کی سختیوں کی برداشت کی اور ایسے کام کئے کہ ناٹ صاحب نے اُس کی تحسین و آفرین کی۔ مگر لوک وڈہ کی ڈریگیوں کی گرمجوشی کو ناہموار زمینوں نے روکا۔ تھوڑے سے دشمن بچ کر بھاگ گئے۔ انگریزوں کا نقصان اس قدر کم ہوا کہ اس پر تعجب آتا تھا۔

۱۱۔ ستمبر کو مقام گیا۔ اور تیزین میں دو دن آرام لیا۔ اس عرصہ میں محمد اکبر خان نے اپنے برائے نام آقا فتح جنگ کو تخت سے اتارا اور اپنی سپاہ کو خرد کابل میں انگریزوں سے لڑنے لے گیا۔ ۱۳۔ تاریخ کو دونوں لشکروں میں مٹ بھیڑ ہوئی۔ اکبر خاں کی سپاہ ایسی بلندیوں پر مقام رکھتی تھی کہ پہلے دن انگریزوں کی بندوقوں نے افغانوں کی جزائیل کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں کیا۔ لیکن کوئی چیز انگریزی قواعد دان سپاہ کے استقلال میں خلل نہیں ڈال سکتی تھی۔ ان کو اپنے متحمل سپہ سالار پر بھروسہ تھا وہ جو گندمک سے آگے اپنے مردوں کی اٹری لاشیں دیکھتی تو اسکے سینہ میں آگ لگتی۔ انگریز اور ہندوستانی سپاہی۔ سوار۔ پیدل اور توپچی سب کے سب اس دن جیسا اچھا لڑ سکتے تھے لڑے توڑہ دار بندوقوں کو سنگینوں نے خاموش کیا اور ہندوستانی سواروں نے افغان سواروں

کو خوب قتل کیا۔ افغان اپنے طور پر خوب بہادرانہ لڑکے بہت نقصان اُٹھا کے اپنے گھر بھاگے۔ اکبر خاں کابل کے شمال میں بہت دور مرتفع زمینوں پر چڑھ گیا ؏

دو دن بعد جنرل پالک کابل کے گھوڑدوڑ مقام میں خیمہ زن ہوا۔ دوسرے دن بالاحصار پر انگریزی توپوں کی سلامی میں انگریزی پھریرا پھر پھرایا۔ ۱۷ ستمبر کو ناٹ صاحب بھی آن پہونچے اور دونوں جرنیلوں میں آپس میں مبارک سلامت ہوئی۔ ناٹ صاحب کا بڑا لمبا سفر قندھار سے کابل تک ایسا ہی فتحیابی کے ساتھ ختم ہوا جیسا کہ جرنیل پالک کا چھوٹا سفر جلال آباد سے کابل تک۔ رستہ میں غزنی تک تو کسی جگہ ناٹ صاحب کی سپاہ کا کسی سے بڑا مقابلہ نہیں ہوا۔ لیکن غزنی میں دس ہزار افغان ۳۰ اگست کو رستہ روکنے کے لئے مستعد ہوئے مگر ناٹ صاحب کی پیدل سپاہ نے اپنی ایک دفعہ بندوقیں ایسی چلائیں کہ وہ بھاگ گئے۔ اور فتحمندوں کو لوٹ بہت ہاتھ آئی۔ ۵ ستمبر کو ناٹ صاحب غزنی کے سامنے خیمہ زن ہوئے اُن کے نام کا خوف ایسا قلعہ نشینوں پر طاری ہوا کہ رات کو قلعہ کو خالی کر کے بھاگ گئے۔ دیواروں پر جو توپیں لگی ہوئی تھیں اُن کو انجنیروں نے توڑ پھوڑ دیا اور لکڑی کے کاموں میں آگ لگا دی مورچوں کو اُڑا دیا اور شہر اور قلعہ دونوں کو مسمار کر کے کھنڈروں کا ڈھیر بنا دیا محمود غزنوی کے مقبرے کا صندل کے لکڑی کے دروازے کو اُتار لیا جس کا حال آیندہ لکھا جاوے گا ؏

غزنی سے کابل تک ناٹ صاحب بغیر کسی روک ٹوک کے دشمنوں کو جہاں اتفاقیہ وہ سامنے آئے بھگاتے ہوئے اور پہاڑوں پر جو قلعہ متصل آئے اُن پر آگ برساتے ہوئے اپنے رستہ پر منزل پیما ہوئے اس جنگ آزمودہ پیر کہن سال نے وادی کابل میں جو سطح سمندر سے چھ ہزار میل اونچی تھی اپنی سپاہ اور مویشی کو چند روز آرام دیا۔ پالک صاحب نے چھ سو قزلباش سواروں کو سر رچمنڈ شکسپیر کے ماتحت قیدیوں کے مانگنے کے لئے بھیجا جن کو اکبر خاں نے بامیاں میں بھیجدیا تھا۔ انہوں نے ناٹ صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے ایک برگیڈ کو شیکسپیر صاحب اور اُس کی تھوڑی سی سپاہ کی امداد کے لئے بھیجدے مگر اس دیرینہ سال نے یہ عذر کیا کہ میں اپنی سپاہ کو تقسیم کرنا نہیں چاہتا اس لئے اس خدمت کو جنرل سیل ہمارا اپنا برگیڈ لے جا کر بجا لائے جن کی شیر دل بی بی قیدیوں میں تھی۔ سیل برگیڈ ارغندی کے آگے نہیں گیا تھا کہ کام پورا بن گیا۔ پہلے ہی سے قیدی سوار ہوئے چپکے چپکے سیل کی سپاہ کی طرف چلے آتے تھے۔ ہنری لارنس اور شیکسپیر کے سوار اور کچھ افغان سوار جن کا افسر صالح محمد تھا ان کی حراست کرتے تھے۔ صالح محمد پہلے انگریزی سپاہ میں نوکر تھا۔ وہ سنہ ۱۸۴۰ء میں مع اپنی کمپنی کے دوست محمد خان کے پاس بامیاں میں چلا گیا تھا۔ اکبر خان

نے اسکو حکم دیا تھا کہ اُن قیدیوں کو خلم لے جائے جہاں غالباً وہ ترکستان میں ازبکوں کے پاس غلاموں کی طرح رہیں گے۔ لیکن جب اکبر خاں کی قسمت خاک میں مل گئی تو صالح محمد رشوت لینے کو تیار ہوا۔ قیدیوں نے بیس ہزار روپے کی اور بارہ ہزار روپے سالانہ پنشن پانے کی دستاویز لکھدی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اس کی سپاہ کو خدمات کا صلہ دیا جاے گا ؂

۱۱ستمبر کو صالح محمد کے منہ میں یہ رشوت کا لقمہ دیا گیا۔ اس نے قلعہ پر جہاں یہ انگریز مقیم تھے انگریزی علم کھڑا کیا۔ پوٹنجر صاحب نے ہمسایہ کے رئیسوں کو بلایا کہ وہ اپنے نئے حاکموں کا آداب بجالائیں۔ ۱۵ستمبر کو یہ خوشخبری آئی کہ اکبرخان تزین سے بھاگ گیا۔ جس سے اس چھوٹے سے گروہ کو جرأت ہوئی کہ وہ سفید کوہ پر ہوکر کابل کی طرف سفر کریں۔ ۱۷تاریخ کو شیکسپیئر کے سوار سامنے نظر آئے تو پھر کوئی خوف و خطر پاس تھا پاس نہیں رہا۔ دونوں سپاہیں ملکر آگے چلیں اور ۲۰تاریخ کو سیل صاحب اپنی بی بی سے ہم آغوش ہوئے جو دس مہینے سے جدا رہی تھیں جن میں آٹھ مہینے وہ قید رہیں اگرچہ یہ قید سخت نہ تھی مگر خطرناک تھی۔ دوسرے دن شام کو یہ سب جنرل پالک کے خیمہ گاہ میں ملے۔ تمام ہندوستان میں اُن قیدیوں کی رہائی کی بڑی خوشی منائی گئی ؂

ابھی سپاہ انتقام خواہ کا کام پورا نہیں ہوا تھا کوہستان میں اکبرخاں کی فوج جو شکست پانے کے بعد باقی رہی تھی لڑنے کے لئے موجود تھی میکسکل صاحب کے ماتحت سپاہ کا ایک کولم بھیجا گیا کہ وہ اس سپاہ کو برباد کرے جو انگریزی سپاہ کے سدراہ ہونے والی ہے۔ میکسکل صاحب نے ہیولوک صاحب کی مدد سے اپنا کام بہت اچھی طرح سے انجام دیا۔ استلاف کا بڑا مضبوط قلعہ حملہ کرکے فتح کر لیا۔ اوپر سے افغانوں کی گولیاں برس رہی تھیں کہ اسکے پیچھے برو ڈفٹ کے سیپرنے جاکر اس قلعہ کو تسخیر کرکے لوٹ لیا اور اس میں آگ لگادی۔ چاریکار جس میں ہاٹن کے بہادر گورکھے قتل ہوئے تھے بالکل برباد کر دیا گیا۔ ۷اکتوبر کو میکسکل کی سپاہ کابل میں واپس آئی ؂

انتقام کا ایک کام باقی رہا تھا یہ انتقام نہ پولیٹکل تھا نہ مہذب عیسائی قوت کے لئے زیبا تھا کابل میں جو چارچتہ کا بازار علی مردان خاں نے شاہجہاں کے عہد میں بنایا تھا اور اس میں میکناٹن صاحب کی لاش کی تشہیر و تذلیل ہوئی تھی اس کو پالک صاحب کے انجنیروں نے دو دن میں مسمار کرکے ڈھیر کر دیا۔ ایشیا کے عمدہ عمارات میں یہ بازار شمار ہوتا تھا۔ اس کے بعد بڑا فساد اور شور و شر برپا ہوا جس میں بڑے ظلم و ستم ہوئے تمام بندشیں بندیوں اور احتیاطوں کے برخلاف دونوں کیمپوں کے سپاہی اس افواہ کو سُن کر کہ

کابل کے لوٹنے کا حکم ہوا ہے۔شہر کے لوٹنے پر پل پڑے۔ اور جہاں پہرہ چوکی نہ تھا وہاں لوٹ مچا دی گھروں میں آگ لگادی دونوں دوست اور دشمنوں کی دکانوں کو لوٹ لیا۔ ہزاروں بے گناہ تجارت پیشہ جنمیں سینکڑوں ہندو تھے اور اُنہوں نے دکانوں کو دوبارہ کھولا تھا بالکل لُٹ لٹا کر تباہ ہوگئے۔ اور وہ اپنی عورتوں کو اس شرم آلود فساد سے نہ بچا سکے بمشکل سے قزلباشوں کا محلہ جو انگریزوں کا ہوا خواہ تھا سپاہ کے حملہ سے بچا جو اس وقت انتقام لینے میں دیوانی ہورہی تھی۔ اُس کو پہلے اپنی مصیبتیں یاد تھیں جن کے عوض میں وہ سارے بُرے کام کرنے بھلے جانتی تھی ؛

۱۲۔اکتوبر کو سپہ سالار پالک صاحب اپنے تمام سپاہیوں کو لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے نابینا زمان شاہ جس کا لارڈ ولزلی کے زمانہ میں وہ دور دوران تھا کہ اُسکے نام سے ہندوستان کا نپتا تھا اور اُسکا بھتیجا فتح جنگ جو بغیر استعانت انگلشیہ کے بالا حصار میں سانگ کا پادشاہ بننا نہیں چاہتا تھا یہ دونوں اس لشکر کے ساتھ تھے اور کابل اور غزنی کے فاقہ زدہ ہندؤں کا گروہ کچھ کوڑی لنگڑے لولے سپاہی اور بھرے کے آدمی جو پہلے لشکر کے باقیماندہ تھے اور بہت سی جنگ کی یادگاریں اس عسکر انتقام جو کے ہمراہ ہوئیں۔

پالک صاحب کی سپاہ ہراول تھی اور ناٹ صاحب کی سپاہ چنداول تھی۔ رستہ میں جلال آباد کو ایسا بے سامان کردیا۔ کہ وہ کسی کام کا نہیں رہا۔ اس کے بعد پالک صاحب کے پاس لارڈ ایلن برا کا یہ حکم پہونچا کہ جلال آباد بغیر کسی نقصان کے سکھوں کے حوالہ کیا جائے۔ پالک صاحب نے یہ پیش بندی کی کہ پہاڑ جو سفر کے اندر آئیں اُنکے اوپر ایسا بندوبست کیا کہ کہیں لڑنا نہیں پڑا۔ ناٹ اور میکسکل نے جو قلب لشکر کے سپہ سالار تھے۔ ایسی دور اندیشی نہیں کی۔ اُن کو اس دن سے کہ ہفت کوتل کے قریب پھر پہنچے۔ جب تک درہ خیبر سے باہر نکلے پہاڑیوں سے لڑنا پڑا اور دونوں کو مجبوری بعض بھاری توپیں توڑنی یا پھوڑنی پڑیں۔ ڈھاکہ سے علی مسجد تک میکسکل کے ایک بریگیڈ کی دو بھاری توپیں چھن گئیں مگر دوسرے دن وہ پھر ہاتھ آگئیں۔ اسی مقام کے قریب ناٹ صاحب کو کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ جن میں بہت اسباب لُٹ گیا۔ اور آدمی بھی مارے گئے۔ لیکن اُس کے انجنیروں نے علی مسجد کے مستحکم مقامات کو مسمار کردیا۔ ۷۔ نومبر کو پشاور کے سبز میدانوں میں کل سپاہ خیمہ زن ہوئی اور کمانڈر انچیف نے اپنے پاس ایک اور بڑی سپاہ فیروزپور میں جمع کی جسے دیکھکر سکھوں کی آنکھیں کھلیں کہ وہ انگریزی فتحمند سپاہ کی جو پنجاب میں گذر رہی تھی کوئی مزاحمت نہ کریں۔ سرکار انگریزی کے ساتھ سکھوں کی خیر خواہی مدت سے مشتبہ ہورہی تھی۔ اسی اثنا میں انگلینڈ صاحب قندھار سے کوئٹہ میں بغیر کسی مزاحمت

کے درۂ بولان کی راہ سے سندھ میں آ گئے۔ اسی زمانہ کا ایک اور واقعہ بخارا کے قیدیوں کا دردناک یہ ہے کہ کرنیل سٹوڈارٹ ۱۸۳۸ء کے آخر میں بخارا میں سفیر سرکار انگریزی بنا کر بھیجے گئے تھے کہ امیر سے دوستانہ تعلق برٹش گورنمنٹ کا پیدا کریں امیر بخارا نے اول اُن کی مدارات اچھی طرح سے کی مگر پھر اُس کو یہ شبہ ہوا کہ انگریز اُس کے ملک کو فتح کرنے چاہتے ہیں تو پھر اُس نے اُن کے ساتھ سختی کی اور اُن کو جیل خانے کو بھیج دیا
دو برس بعد کپتان کونولی مقرر ہوئے کہ وہ بخارا اور اضلاع بخارا میں سیاحت کریں۔ اُنہوں سٹوڈارٹ کے چھٹانے کے لئے کوشش کی۔ جس کے سبب سے وہ خود مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔ امیر نے ملکہ معظمہ کو ایک خط لکھا تھا۔ جس کا جواب فوراً سکرٹری نے اسکو لکھا کہ وہ گورنر جنرل سے خط و کتابت کرنے کے لئے رجوع کرے اسکو وہ اپنی ایسی کسر شان سمجھا کہ اپنا سارا غصہ قیدیوں پر نکالنے لگا۔ اس نے اُن پر جاسوسی کا اور اسکے دشمنوں کو امداد دینے کا جرم لگایا۔ گورنمنٹ ہند کی یہ رائے ہے کہ ان سفیروں نے ان ہدایتوں سے تجاوز کیا جو اُن کو کی گئی تھیں جس کا خمیازہ کرنیل کونولی صاحب کو خود اُٹھانا پڑا۔ اس لئے اُن کی رہائی میں کوئی کوشش سوائے اس کے نہیں کی گئی کہ امیر کی عالی جناب میں گذارشیں رہائی کے لئے کی گئیں جن کا کچھ نتیجہ نہ ہوا ؛
ڈاکٹر وولف جو بڑے نامور سیاح اور مشنری ہیں وہ ان قیدیوں کے چھٹانے کے لئے گئے مگر وہ بخارا میں اسوقت پہونچے کہ وہ قتل ہو چکے تھے یہ امر تحقیق نہیں کہ وہ کہاں اور کس طرح دونوں ساتھ ایک ہی دن قتل ہوئے۔ کپتان کونولی کے روزنامچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی قید کی حالت ایسی مصیبت ناک تھی کہ اُن کے نہایت عزیز دوستوں کو بھی اس بات کے جاننے سے خوشی ہوئی کہ اُن کو اس قید سے جلاد کے چھُرے نے نجات دی۔ ہنوز پالک صاحب کابل ہی میں تھے کہ گورنر جنرل نے شملہ میں ایک اشتہار فتح کابل کا اور دوسرا اشتہار فیروزپور میں جشن فتح و ظفر کا مسودہ تحریر کیا۔ پہلی اکتوبر کو یہ اشتہار دیا گیا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا ؛
گورنمنٹ ہند نے سندھ کے پار اپنی سپاہ کو اس غرض سے بھیجا تھا کہ ایک امیر کو جسکو اُسنے دشمن خیال کر لیا تھا معزول کرے اور ایک اپنے دوست کو وہاں پادشاہ بنائے اُس کا یہ مطلب حاصل ہوا کہ اُس نے دشمن کو قید کیا اور دوست کو پادشاہ بنایا۔ مگر پادشاہ مارا گیا اور سارے ملک میں بدنظمی پھیل گئی ؛
یہ ساری خرابیاں اُن کی نامعاملہ فہمی سے وقوع میں آئیں۔ جو اس مہم کے بانی و مجوز تھے۔ مگر ایک مختصر

لشکر کشی سے تمام آفتوں اور بلاؤں سے نجات حاصل ہوگئی ہزیمتوں کی کلفت کی جگہ فتحوں کی مسرت نے چھین لی۔
اب وہ فیروز مند سپاہ جس کے قبضہ میں افغانستان ہے ہندوستان کو واپس بلائی جاتی ہے اور افغانوں کو اپنے
ملک میں اختیار دیا جاتا ہے کہ جسے چاہیں پادشاہ مقرر کریں۔ یہ امر برٹش گورنمنٹ کے اصول کے خلاف ہے اور نظم و
نسق ملکی کا بھی مقتضا نہیں ہے کہ افغانستان کی رعایا مجبور کیجائے کہ وہ ایک شخص کو جس کو اُنکا دل فرمانروا بنانے
کو نہیں چاہتا اسکو وہ اپنا فرمان وہ بنائیں۔ افغان جس کو خود پادشاہ بنائیں گے۔ اور وہ اپنے ہمسایہ کی ریاستوں
سے مصالحت رکھے گا اسکو برٹش گورنمنٹ بھی افغانستان کا شہریار مانے گی۔ ہماری سپاہیں انگلستانی و
ہندوستانی مل کر اپنے سامان اسباب اور قواعددانی اور بہادری اور اپنے افسروں کی حسن لیاقت کے سبب سے
ایسی ہے کہ ایشیا میں خواہ کوئی لشکر اسکے سامنے مقابلہ میں کھڑا ہو تو وہ خدا کے فضل سے اپنی قوت اور زور کے سبب سے
جنبش نہیں کرے گی۔ وہ اس شاندار سلطنت میں جو اُس نے اپنی مردی اور مردانگی سے حاصل کی ہے امن و امان
اور اپنی عزت کو قایم رکھتی ہے۔ اب گورنر جنرل بے تکلف اس امر کو تمام رئیسان ہمسایہ پر اعلان کرتا ہے کہ برٹش
گورنمنٹ کا دستور العمل صلح جوئی ہے اور وہ اپنی حالت موجودہ پر قایم ہے اور افغانستان اور چین نے اس کی
صولت اور قوت کو دیکھا کہ وہ کس زور اور اثر سے اُن کو کام میں لاسکتی ہے۔ وہ اپنی صفائی نیت سے صلح اور
امن کو قایم رکھنا چاہتی ہے۔ اور اگر کوئی ریاست ناحق اس سے پرخاش کرے تو اسکے برخلاف وہ اپنی ساری
قوت کے استعمال کے لئے بھی موجود ہے۔ بعد اسکے سومنات کے کواڑوں کے باب میں یہ اشتہار ہندوستان
میں رئیسوں اور نوابوں اور راجاؤں کی مخاطبت میں جاری کیا کہ اے میرے بھائیو اور دوستو ہماری فیروزمند
فوج سومنات کے کواڑوں کو محمود غزنوی کے مقبرہ سے اوتار کر لائی ہے۔ اُس نے آٹھ سو برس بعد اس ذلت
ہند کا انتقام لیا ہے جو ان کواڑوں کے چلے جانے کے سبب سے ہوئی تھی۔ اے سرہند۔ راجواڑہ۔ مالوہ۔ اور
گجرات کے رئیسو فتح افغانستان کے اس یادگار صندلین کو تم لے لو اور اپنے سومنات کے مندر میں پھر لگادو۔
اس ایڈریس کا نام ڈیوک ولنگٹن نے نغمہ فتح رکھا ہے

اس اشتہار کی عبارت میں الفاظ بھائی اور دوست کے خوب تھے مسلمانوں کو جن میں افغان بھی
شامل ہیں بھائی بنا کر یہ خوب ارمغان جان خراش اُن کے پاس بھیجا۔ ہندوؤں کو اُن کی فراموش شدہ ذلت
کہنہ کو یاد دلا کے اچھا دل دکھایا۔ دنیادار انگریزوں نے تو اس اشتہار کو گورنر جنرل کا حماقت نامہ سمجھکر خوب
قہقہے لگائے اور دیندار انگریز اُسکو گناہ کبیرہ سمجھ کر چشم پرنم ہوئے۔ غرض گورنر جنرل کے ان دونوں

اشتہاروں کو مدبران اور منتظمان انگلشیہ خوب خاک اڑاتے ہیں ۔

تاریخ سے ثابت نہیں کہ محمود غزنوی سومنات کا دروازہ اوتار کر لے گیا تھا سوائے اس کے وہ کواڑ بہت دنوں کے بعد سومنات کی فتح سے بنے ہوئے ہیں۔ جب پالک پنجاب میں سفر کر رہے تھے تو گورنر جنرل ایک ایسا تماشا دکھلانے کے لئے تیاریاں کر رہے تھے جو انگریزی عملداری میں پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ۹۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو فیروزپور میں آئے یہاں بڑے بڑے راجہ مہاراجہ نواب رئیس اور گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدہ دار اور انگلش لیڈیاں اُن کے آنے کے منتظر تھے۔ فیروزمند سپاہ کی مبارکباد کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں لاہور سے شیر سنگھ کا بیٹا اور اس کا وزیر اس جشن میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے۔ چالیس ہزار سپاہ جمع ہوئی سینکڑوں ہاتھی اکٹھے ہوئے تھے اُن کی سنگین طرح طرح سے رنگی گئی تھیں اور جھولیں زرق برق کی اور ہیکلیں سونے اور چاندی کی اور ساز و سامان زریں اُن کو پہنائے گئے تھے۔ مختلف مقامات میں مصنوعی چوبی عمارتیں و محرابیں آراستگی کے لئے بنائی گئی تھیں۔ ستلج پر ایک پل بنایا گیا تھا اور اس پر رنگ برنگ کی جھنڈیاں سرخ و سبز لگائی گئیں۔ سب طرح کی چمک دمک کی تیاریاں کی گئیں گو وہ انگریزی مذاق کے موافق نہیں تھیں۔ ۱۷ دسمبر کو سر رو برٹ سیل نے پل سے مع اپنے فیروزمند سپاہ کے عبور کیا۔ جب وہ پل کی خوشنما محرابوں سے نکلے تو سب انگریزوں نے قہقہہ لگایا۔ لارڈ ایلن برا خود اس سپاہ کے استقبال کو گئے اور سپاہ کو دو ردیہ قطاروں کے درمیان لے گئے ہاتھیوں نے گھٹنا ٹیک کر سلام کیا۔ مگر اُن کو مبارک دینے کے لئے آواز دینی جو سکھائی گئی تھی وہ دینی بھول گئے۔ مگر توپوں کی آوازوں نے اُس کا معاوضہ کر دیا۔ بینڈ میں فتحمند ہیرو گایا گیا نکولس کی رجمنٹیں جو کھڑی تھیں۔ اُنھوں نے اپنے جنگ فرسودہ سپاہ کے روبرو اپنے ہتھیار پیش کئے۔ دو دن کے بعد پالک صاحب کی سپاہ نے ستلج سے عبور کیا۔ اور ۲۳ کو ناٹ صاحب کی سپاہ نظر آئی جس کے ساتھ سومنات کے کواڑ فتح کے مرکب میں سوار تھے۔ لارڈ ایلن برا نے پل پر ہر جنرل کا استقبال کیا۔ مہینے کے باقی دنوں میں جشن فتح کی خوشیاں ہوتی رہیں۔ سپاہیوں کے ریویو ہوئے پبلک سپیچیں ہوئیں۔ سپاہیوں کو ڈھیروں مٹھائیاں اُن کے دل پسند کھلائی گئیں۔ چالیس ہزار سپاہ اور سو توپیں فیروزپور کے میدانوں میں کمانڈر انچیف نکولس اور گورنر جنرل لارڈ ایلن برا کے روبرو اپنے ہنر اور کرتب دکھاتی تھیں بڑے بڑے بزرگ مہمان فرنگستان اور مشرقی ملکوں سے آئے تھے اس جشن پر وہ سانگ ختم ہوا جس میں انگلستان کو سوائے اسکے کچھ فائدہ نہیں ہوا کہ اس کی عزت میں جو خفت آیا تھا اُسے دور کیا اور انگلش گورنمنٹ اپنے خیال کے موافق ایک مہم سے نبٹ کے ہندوستان کو خرچ جنگ

سے زیر بار کیا ان آخر فتحوں سے انگریزوں کے ساتھ افغانوں کو بڑی نفرت اور عداوت ہوگئی اور اس نفرت اور عداوت پر اور اضافہ ہو جاتا اگر لارڈ ایلن برا کی اس تجویز پر عمل ہوتا کہ افغانستان کے قیدی اس جشن فیروز پور میں رہا کئے جاتے ۔ امیر دوست محمد خان گورنر جنرل نے حکم دیا تھا کہ وہ دربار میں حاضر ہو مگر اور انگریزوں نے گورنر جنرل کو اس حرکت نازیبا سے باز رکھا کہ امیر پر جس کو ناحق گورنمنٹ بہت سی تکلیفیں دے چکی ہے یہ ایک اور حقارت کا زخم لگائے ۔ امیر دوست محمد خان کو بغیر کسی شرط کے اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مفلس اور منجبر ملک کو چلا جائے ۔

پہلی اکتوبر ۱۸۴۲ء کو ٹھیک چار سال بعد لارڈ آک لینڈ کے اس اشتہار کے جس میں انہوں نے شاہ شجاع کے بحال کرنے کے لئے اپنی مداخلت کرنے کو انصاف بتایا تھا لارڈ ایلن برا نے ایک اور اشتہار دیکر لارڈ آک لینڈ کی پولیسی کی بالکل ناکامیابی اور بطلان کا اعلان کر دیا انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ ناراض رعایا پر اس کی مرضی کے خلاف زبردستی سے بادشاہ بنانا جیسا پولیسی کے برخلاف ہے ایسا ہی برٹش گورنمنٹ کے اصول کے برخلاف ہے ۔ بس اسواسطے وہ اسی گورنمنٹ کو تسلیم کرے گی جس کو افغان خود اپنے لئے پسند کریں گے اور برٹش گورنمنٹ اپنی سپاہ کو واپس بلاتی ہے اور گورنمنٹ ان حدود پر جو قدرت نے اس کی سلطنت کی مقرر کر دی ہے قانع ہے ۔ دوست محمد خاں کو قید سے رہائی ہوئی وہ کابل میں جہاں مدتوں تک فرمان روا رہا تھا پھر فرمان روا ہوا اس طرح سے انگریزوں کی مہم کی کہانی ختم ہوئی ۔ جو افغانستان کی اندرونی حالت کے دوبارہ منتظم کرنے کے لئے کی گئی تھی ۔ ایک بے شمل چار برس کی آزمایش و مصیبت کے بعد ہر چیز نے اپنی اسی حالت میں معاودت کی جو انگریزوں نے اس کے پہلے پائی تھی سوائے اسکے کہ ان کے بڑے بڑے بہادر دلیر انگریز اپنی خونی قبروں میں سوتے تھے ۔ ڈیوک ولنگٹن نے اس مہم کی ناکامیابی کے آٹھ سبب بتلائے ہیں ۔ اول ہندوستان میں امن وامان تھا ۔ جنگ و پیکار کا زمانہ نہ تھا فوجی سامان جو امن کے زمانہ کے موافق ہوا کرتا ہے وہ موجود تھا اس سے معرکہ آرائی کرنی ایک معاملہ نافہمی تھی دوم اپنے کاموں کی آسایش کو بغیر مستحکم کئے کارزار شروع کر دینا ۔ سوم ہندوستان سے ہندوستانی سپاہ کو ایسے ملک میں لے جانا جو نہایت سرد ہو اور اس میں وہاں ان کے افسر دونوں اجنبی ہوں اور وہاں کے لوگ ان کو ملعون اور کافر سمجھتے ہوں ۔ چہارم ایک ایسے غیر آباد اجاڑ ملک پر حملہ کرنا جو انگریزی سپاہ کے مایحتاج کا سرانجام نہ کر سکے اور جانوروں کے لئے دانہ چارہ کا بہم نہ پہونچا سکے ۔ پنجم پولٹیکل ایجنٹوں کو حد سے زیادہ اقتدار اور اختیار دینا ۔ ششم ناعاقبت اندیشی

سے میک ناٹن صاحب کا افغانوں کی وفاداری غیر واجب پر اعتبار کرنا ؛

ہفتم میگ زین کا کیا بلکہ خزانوں کو غیر محفوظ جگہ میں رکھنا ؛

ہشتم ہنگامہ کے برپا ہونے کے بعد سپاہیانہ کاموں میں پرلے درجہ کی بدنظمی اور غفلت شعاری کا واقع ہونا۔ بیشک قومی اعتبار سے مہم کی ناکامیابی کے لئے یہ دلائل تھیں جس نے ہندوستان کی آمدنیوں میں سے بڑا خزانہ خرچ کیا لارڈ آک لینڈ نے خود لکھا ہے کہ جسوقت افغانوں نے رشتہ اتحاد توڑا اور فساد برپا ہوا تو آٹھ کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا تھا اب اس پر سپاہ کے اس مصیبت میں آنے کا خرچ اور پھر سپاہ کی جانیکا اور انتقام لے کر آنے کا صرف اور زیادہ کیا جائے تو سترہ کروڑ روپے سے بھی زیادہ خرچ ہوا۔ ڈیوک ولنگٹن نے جو ناکامی کے اسباب تبلائے اُن سے زیادہ اور عمیق سبب ناکامی کے تھے۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اس مہم میں جو غلط و مہلک پولیسی پر مبنی تھی اگر نپولین اپنی ذہانت اور فراست کو اور ڈیوک ولنگٹن اپنی دوربینی و مآل اندیشی کو کام میں لاتے تو کوئی مستقل کامیابی حاصل کرتے۔ جن لوگوں کو اس مہم کی کارروائی سپرد کی گئی تھی۔ اُن کی قابلیت و لیاقت اور ہمہ تن مصروف ہونے میں کوئی چیز ایسی نہ تھی کہ وہ کامیابی کے مستحق ہوتی۔ اول اصول کی یہ غلطی تھی کہ ہندوستان پر روسیوں پر حملہ کے خوف کا ایسا خیالی پلاؤ پکانا اور ہوا میں قلعے بنانا کہ بالکل اپنی راہ سے باہر چلے جانا اور دوسری بڑی غلطی یہ تھی جس کو لارڈ ایلن برا نے اپنے اشتہار میں اعلان کیا کہ زبردستی ایسی رعایا پر کسی کو بادشاہ بنانا جو اُس کو ناپسند کرتی ہو ؛

ملکہ معظمہ کے عہد و سلطنت کا اول واقعہ جنگ افغانستان تھی جس میں اُن کی پارلیمنٹ نے بھی کچھ حصہ لیا۔ اور اس کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ اس کے سبب سے بیس کروڑ روپے کا قرض گورنمنٹ کا بڑھا اور سال کے آخر میں دو کروڑ روپے کا اضافہ اور رہا اور ہند اور ایشیا میں جو برٹش گورنمنٹ کی ہیبت و شوکت کا سکہ جما ہوا تھا اُس میں تنزل ہوا۔ مسٹر ٹکر پریسیڈنٹ بورڈ کنٹرول نے کمپنی کی طرف سے یہہ کہہ کر اس جنگ کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی کہ اصل میں یہ لڑائی روس کے ساتھ تھی اسلئے یہ یوروپین معاملہ ہے کورٹ ڈائرکٹرز نے اس پولیسی کا نہ حکم دیا نہ اُس کو پسند کیا نہ ہندوستان کی محافظت کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس جنگ کا خرچ ہندوستانیوں کے ذمے نہیں ڈالنا چاہیئے مگر ان کی اس دلیل کو کسی نے نہیں سنا ؛

انگریزوں نے تو افغانوں کو اپنے نزدیک ایسی سزا دی کہ وہ اس کے دل میں انگریزوں کا خوف

وہ وحشت پیدا کرتی مگر اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد جو فرنگستانی . اب وہاں گئے اُن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ کا اثر ان کے دلوں پر اُلٹا یہ ہوا کہ وہ یقین کرتے ہیں کہ انگریزوں پر ہم کو فتح حاصل ہوئی ہے جس پر تعجب ہوتا ہے . وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دشمنوں سے اپنے ملک کو خالی کرا لیا اپنی آزادی کو قایم رکھا اور آخر کار ہم نے اس اپنے امیر کو پھر بلا لیا - جس کو ہم پادشاہ بنانا چاہتے تھے ۔

جنگ افغانستان کا خلاصہ

یہ جنگ بھی انگریزی قوم کے لوح دل پر فولادی قلم سے کندہ ہے جو کبھی نہیں محو ہوگی - اس میں عجیب عجیب باتیں وقوع میں آئیں کہ گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ نے اول وہلہ بغیر اپنی کونسل کے صلاح و مشورہ کے افغانستان میں جو انگریزی عملداری کی سرحد سے چار سو میل تھا انگریزی سپاہ کو اس لئے بھیجدیا کہ وہاں کے پادشاہ جو فرمانروائی کر رہا تھا معزول کرے اور ایک جلاوطن پادشاہ کو اس کا قایم مقام بنائے جب اس کام میں سپاہ کو بالکل ہزیمت ہوئی تو لارڈ آکلینڈ نے بالکل ہوش و حواس باختہ ہوئے وہ مشکل سے ایک رجمنٹ بھی ہندوستان سے نہیں بھیج سکتے تھے ۔ کے صاحب مورخ لکھتے ہیں کہ انگلینڈ میں جو پارلیمنٹ کے وگ اور کون سرو ٹو فریقوں میں اختلافات ہوتے ہیں اسکے اثر نے بھی لارڈ آکلینڈ کا ناک میں دم کیا - وہ وگ تھا اور یہ لڑائی بھی وگ تھی - کون سرو ٹو اس جنگ پر تبرا بھیجتے تھے ہمیشہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے طرفدار تھے اس وقت کون سرو ٹو ای وزارت اور لارڈ آکلینڈ کا قایم مقام ایک کون سرو ٹو آتا تھا کے صاحب بیان کرتے ہیں کہ اب یہ مباحثہ تو ہوتا ہی نہ تھا کہ جنگ کابل کی پولیسی صحیح تھی یا غلط تھی مگر اس پر بحث ہوتی تھی کہ کیا کرنا چاہئے کہ برٹش گورنمنٹ کی عزت اور ہندوستان میں سلطنت کی سطوت و صولت قایم رہے - گورنر جنرل تو ایسا دل شکستہ تھا کہ اس سے کسی تدبیر کی امید نہیں ہو سکتی تھی اب بعد اس کے کمانڈر انچیف سر جیسپر نکولس تھا وہ ابتدا ہی سے جنگ کابل کی پولیسی کے مخالف تھا - اور پیشین گوئی کرتا تھا کہ یہ جنگ بے اصول ہے اس میں ہزیمت ہوگی اور جب ہزیمت ہوگئی تو اس نے اپنا پیغمبری لباس بدل کر تلوار ہاتھ میں نہیں لی - بلکہ اس پردہ میں اپنا منہہ چھپا لیا کہ تم کہدو میں کچھ نہیں کرونگا - مگر ضعیف فرمانرواؤں کے لئے یہ ایک نعمت آلہی ہے کہ سرو دست ایسے کارپرداز موجود ہوں کہ وہ جانتے ہوں کہ کیا کرنا چاہئے اور اُن کا دل گردہ بھی ایسا ہو کہ جو کام کرنا چاہئے اس کو وہ دلیری سے کریں - اس دور دراز ملک پر جو مہم کی گئی تھی اُس میں سکھوں کی امداد پر جو افغانوں کے جانی دشمن تھے بھروسہ کیا گیا تھا - مگر اب وہ مہاراجہ

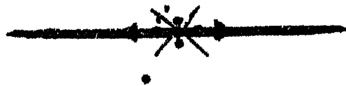
رنجیت سنگھ کے مرنے سے اور انگریزوں کی اس ہزیمت پانے سے انگریزوں کی نسبت بہت بے ادب و گستاخ ہوگئے تھے ؏

۱۸۴۲ء کے شروع میں سہ سالہ جنگ افغانستان کے نتائج یہ تھے ا۔ وہ کابل میں جو انگریزی سپاہ تھی وہ بھیڑوں کی طرح وہاں سے نکالی گئی اور دارالسلطنت اور جلال آباد کے درمیان ذبح کی گئی اور تھوڑے سے افسر اور لیڈیاں اور بچے افغانوں کے ہاتھ میں مقید ہوئے ؏

امیر دوست محمد خاں مع اپنی بیویوں اور بہت سے بچوں کے انگریزوں کے ہاتھ میں مقید ہوا ایک پتلی شاہ شجاع تین مہینے کے لئے تخت نشین ہوا اور پھر اُس کی رعایا نے مار کر کھائی میں ڈال دیا ؏

غزنی جس کی فتح سر جان کین نے ۱۸۳۹ء میں بڑی دھوم دھام سے کی تھی وہ کابل کی طرح جنوری سنہ ۱۸۴۲ء کو عاجزانہ انگریزوں کو دشمن کو حوالہ کرنا پڑا - بہادری جو نوجوان افسر نے اسکے بچانے میں دکھائی تھی اُس پر حوالہ کرنے کی ذلت طاری ہوئی - انگریزوں نے جیسا کہ اُن کی بہادری کا اقتضا تھا - قلات غلزئی اور قندہار اور جلال آباد پر قبضہ کر رکھا تھا ؏

جنرل پالک ہندوستان سے سپاہ لے کر گئے اور خیبر پر حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور سیل صاحب سے جلال آباد میں ملے اور پھر کابل پر قبضہ کیا اور ناٹ صاحب قندھار سے غزنی کو فتح کرتے ہوئے کابل میں آئے پھر یہ افسر مع سپاہ اپنے قیدیوں کو چھڑا کر پشاور میں آئے اور امیر دوست محمد خان کابل گیا اور فیروزپور میں فتح کا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا ؏



جنگ سندھ

فصل اوّل

امیران سندھ اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان معاہدے

۱۸۳۲ء میں برٹش گورنمنٹ کو یہ خیال ہوا کہ مغربی سرحد پر جو وحشی قومیں آباد ہیں اُن سے رشتہ اتحاد وارتباط مضبوط ومربوط کیا جائے اس لئے اس نے سر ہنری پوٹنجر کو اپنا نائب بنا کے سندھ بھیجا کہ وہاں کے حاکموں کے ساتھ جدید معاہدے کرے چنانچہ صاحب ممدوح نے نیا عہدنامہ مرتب کیا جس کی شرائط یہ تھیں کہ ملک سندھ میں خاص قیود کے ساتھ سوداگر مسافر آیا جایا کریں۔ دریائے سندھ انگریزی تجارت کے لئے کھلا رہے مگر مسلح کشتیوں جہازوں و سپاہ و سامان جنگ کی آمد ورفت کے لئے مسدود رہے ان شرائط کے سوائے اور چھوٹی چھوٹی شرطیں تھیں بس۔ نیا عہدنامہ پرانے عہدنامہ کے ساتھ موثق ہوا اور وہ معاہدہ کرنے والے فریقین کی دوستی واتحاد کی سند ٹھرا انہوں نے آپس میں بہ قسم اقرار کیا کہ ایک دوسرے کے مقبوضات پر کوئی طمع کی آنکھ سے نہیں دیکھے گا۔ ۱۸۳۲ء کے عہدنامہ کے موافق ۱۸۳۴ء میں جہازی مال کے محصولوں کی فہرست مرتب ہوئی اور سارے دریائی محصولوں کی مقدارین اور ان کی تحصیل کے طریقے قابل اطمینان مقرر ہوئے۔

۱۸۳۸ء کے ابتدا میں عہدنامہ مذکور میں یہ شرائط اور منظور ہوئیں کہ حیدرآباد میں اور انگریزی پولیٹکل ایجنٹ مستقل رہے اور وہ اپنی محافظت کے لئے پہرہ چوکی رکھے اور امیران سندھ اور رنجیت سنگھ مہاراجہ لاہور کے درمیان برٹش گورنمنٹ دوستانہ متوسل ہو۔ اسی سال کے آخر میں امیران سندھ کو ترغیب دی گئی کہ انگریزی سپاہ جو افغانستان میں جاتی ہے اُسکو اپنے ملک میں سے وہ گذرنے دیں اور بزرگ منش رستم خان کو ترغیب دیگئی کہ جب تک لڑائی رہے قلعہ بکھر انگریزوں کو مستعار دیدے۔ ابھی برٹش نے ملک سندھ میں قدم رکھا ہی تھا کہ اُس نے امیروں پر شاہ شجاع کی طرف سے اکیس لاکھ روپے کے خراج کا دعوے کیا جس سے شاہ پہلے دست بردار ہو چکا تھا اور امیروں سے یہ درخواست کی گئی کہ ایک سپاہ محافظ ملک سندھ میں رہا کرے

اور اس کا خرچ بہ طور خراج تین لاکھ روپے سالانہ وہ دیا کریں اور پھر اس پر پچاس ہزار روپے کا اور اضافہ کیا کہ وہ میر شریف دیا کرے اور دریائے سندھ کے سارے محصول راہداری کے معاف کیے جائیں۔ پھر اس ثانی محصول کی حد کو یہاں تک بڑھایا کہ رعایا سندھ بھی اس سے ... ہو گئی جس سے امیران سندھ کے دلوں میں نفرت پیدا ہوئی اور کبھی اُنہوں نے اس شرط میں خاموشی نہیں اختیار کی اور کہا کہ ہم تو عہدنامہ کے معافی کی اجازت دیتے تھے کہ انگریزی اور پردیسی مسافروں کے لئے یہ محصول معاف ہو رعایائے سندھ کے لئے اس محصول کا موقوف ہونا چہ معنی دارد؟

لارڈ آک لینڈ نے کرنیل جیمس اوٹرم کو سندھ اور اس کے آس پاس کی ریاستوں میں پولیٹکل ایجنٹ کے عہدے پر سرفراز کیا۔ صاحب ممدوح کے نزدیک عہدنامہ موجودہ قابل اطمینان نہیں تھا وہ کم صاف اور طرفین کے حق میں کم مفید تھا۔ اُنہوں نے اُسکے نقص اور اُن کے دور کرنے کی تدابیر بتائیں جو مناسب تھیں۔ اور اُن میں طرفین کی بھلائی کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ لیکن جلد ایک زمانہ ایسا آگیا کہ جن نقصانوں کو اُنہوں نے بتایا تھا وہ دور کرنے پڑے۔

اول اول افغانستان میں انگریزوں کو فتحیابیاں ہوئیں اور اس کے بعد پریشانی کا زمانہ ایسا آیا جس کا خاتمہ اُن آفات اور مصائب پر ہوا جنہوں نے انگریزوں کو افغانستان سے نکال دیا اور حکم یہ ہوا کہ افغانستان سے ہر انگریزی سپاہی چلا آئے اور آیندہ مغربی سرحد سلطنت کی دریائے سندھ قرار پائے۔ امیران سندھ کے عہدنامہ کے شرائط پہلے تو بے چینیاں پیدا کرتی تھیں اور اب انگریزوں کے متغیر حالات میں وہ سخت برائیاں پیدا کرتی تھیں۔ اس لئے بہر نہج یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ یہ عہدنامہ از سر نو ترمیم و تبدیل ہو جس سے خاص انگریزوں کو ایسے فائدے حاصل ہوں کہ اُن میں یہ قابلیت پیدا ہو کہ وہ اس ملک پر مفید طور پر استیلا رکھیں اور غالب رہیں۔ میجر اوٹرم نے نیا عہدنامہ مرتب کیا کہ کراچی اور سکھر کا ملک لے کر اسمیں انگریزی سپاہ کی دو چھاونیاں ڈالی جائیں جس سے برٹش کی جنگی قوت کو تقویت ہو اور کل محصول دریائی بے چون و چرا موقوف ہو جس سے تجارت کی پاؤں کی بیڑیاں کٹ جائیں اور انگریزوں اور امیروں کے درمیان جو غلط فہمیاں ہوتی ہیں اور اُن سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ بند ہو جائیں۔ اور ہندوستانی بیڑوں میں جو دخانی جہاز ہوتے ہیں اُن کے واسطے جو ایندھن کی لکڑیوں کے لئے قیود ہیں وہ موقوف کی جائیں۔ جس کے سبب سے کافی ایندھن میسر نہیں ہوتا اور اندیشہ ہے کہ وہ بالکل باقی نہیں رہے۔ ان سب کے عوض میں امیروں کو ساڑھے تین لاکھ روپیہ سالانہ جو اب تک

خراج کے طور پر دیتے ہیں اور خراج کے بقایا جات جو ان کے ذمہ ہیں معاف کی جائیں ۔

[illegible] صاحب [illegible] قیام [illegible] سندھ میں استحکام پائے یہ تجویز کی کہ شکارپور اور مضافات سبزل کوٹ اور بھکر کے [illegible] انگریزوں [illegible] دریا [illegible] جو تعلقات انگریزوں کے پہلے سے ہیں وہ بدستور قایم رہیں [illegible] کا حکم [illegible] صاحب کے پاس آیا کہ وہ ایسے عہد و پیمان کرنے کا سامان کریں کہ جس سے ہمیشہ کے لئے ضلع شکارپور پر انگریزوں کا قبضہ ہو جیساکہ تم وحشی قوموں میں دستور ہے کہ کبھی کبھی وہ رعایا پر ظلم وستم کیا کرتے ہیں امیروں کے اہلکار سندھ میں بھی ظلم کیا کرتے تھے جس کی شکایت رعایا پولیٹکل ایجنٹ اور اُس کے نائب سے کرتی تھیں وہ سوائے دوستانہ صلاح دینے کے کسی طرح کی مداخلت نہیں کرسکتے تھے ۔ سندھ میں جو اپنی گورنمنٹ کا انتظام اور بندوبست تھا وہ رعایا کے خیالات اور عادات کے موافق تھا ۔ اس میں قومی دماغ کا پرتو ایسا ہی پڑتا تھا جیسا کہ برطانیہ کی گورنمنٹ کی کونسٹیٹیوشن میں ۔ اُن کی عادت میں ترقی اور فراخ دلی پیدا کرنے کے واسطے اور اُن کے موافق اپنی گورنمنٹ کے نظام بہتر بنانے کے لئے یہی ترکیب تھی کہ برٹش گورنمنٹ اپنا نمونہ شکارپور میں انکو دکھائے ۔ جس کی پیروی اور تقلید سے امیروں کی گورنمنٹ خوش اسلوب ہو جائے اور اُن کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر ہم رعایا پر ظلم وجبر کریں گے تو مظلوم رعایا کے لئے شکارپور پناہ گاہ موجود ہے وہاں وہ مفرور ہو جائیگی ۔ اسلئے وہ ظلم میں کمی کریں گے ۔ امیران سندھ کی عقل ایسی طفلانہ تھی کہ وہ کوئی بھاری سازش انگریزوں کے برخلاف نہیں کرسکتے تھے اور امیر جو سازشیں کرتے تھے وہ ایسی سفیہانہ ہوتی تھیں جیسی کہ مشرقی درباروں میں ہوا کرتی ہیں میر رستم کا وزیر فتح محمد غوری محمد شریف کی کارندگی سے انگریزوں کو دروں کے اُوپر ستاتا تھا ۔ میر نور محمد نے میجر اوٹرم کو پرانا عہدنامہ دکھا کر کہا کہ جب سے سندھ کو انگلش سے تعلق ہوا ہے تب سے نئی نئی باتیں ہوتی رہتی ہیں ۔ آپ کی گورنمنٹ کبھی مطمئن نہیں ہوتی ہم تمہاری دوستی کے شایق ہیں مگر متواتر ظلم وستم سہنا نہیں چاہتے حیدرآباد کے امیر نصیرخاں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اول سے آخر تک انگریزوں کے برخلاف بغاوت کی سازشیں کرتا رہا خیرپور کے امیروں رستم خاں اور نصیرخاں کی نسبت شبہہ تھا کہ وہ انگریزوں کے برخلاف سازشیں کرنے میں شریک ہوتے ہیں ۔ رستم خان اپنی ذات سے سازشوں سے کچھ تعلق نہیں رکھتے تھے مگر اُس کا وزیر فتح محمد غوری اُن میں شریک ہوتا تھا ۔ جس کا الزام امیر رستم پر لگایا جاتا تھا ۔ میر رستم نے انگریزوں کے ساتھ ایسے دوستانہ سلوک کئے تھے کہ وہ مستحق تھا کہ اس الزام پر برٹش گورنمنٹ کچھ خیال نہ کرتی ۔ حیدرآباد کے امیروں میر محمد خان اور

خراج کے طور پر دیتے ہیں اور خراج [illegible] باقی تھا وہ ان سے نہیں معاف کی جائیں ہو

اب [illegible] اس [illegible] انگریزوں کا قیام بہت سندھ میں استحکام پائے یہ تجویز کی کہ شکارپور اور مضافات
بھی [illegible] بھکر کے انگریزوں [illegible] دربار جو تعلقات انگریزوں کے پہلے سے
امیروں سے [illegible] قائم ہیں [illegible] میر رستم [illegible] کے پاس آیا کہ وہ ایسے عہد و پیمان کرنے کا سامان
کریں کہ جس سے ہمیشہ کے لئے ضلع شکارپور پر انگریزوں کا قبضہ ہو۔ جیسا کہ نیم وحشی قوموں میں دستور ہے کہ کبھی
کبھی وہ رعایا پر ظلم و ستم کیا کرتے ہیں امیروں کے اہل کار سندھ میں بھی ظلم کیا کرتے تھے جس کی شکایت رعایا
پولیٹکل ایجنٹ اور اس کے نائب سے کرتی تھیں۔ سوائے دوستانہ صلاح دینے کے کسی طرح کی مداخلت
نہیں کر سکتے تھے۔ سندھ میں جو پہلی گورنمنٹ کا انتظام اور بندوبست تھا وہ رعایا کے خیالات اور عادات کے
موافق تھا۔ اس میں قومی دماغ کا پرتو ایسا ہی پڑتا تھا جیسا کہ برطانیہ کی گورنمنٹ کی کونسٹی ٹیوشن میں۔ ان کی
عادت میں ترقی اور فراخ دلی پیدا کرنے کے واسطے اور ان کے موافق اپنی گورنمنٹ کے نظام بہتر بنانے
کے لئے یہی ترکیب تھی کہ برٹش گورنمنٹ اپنا نمونہ شکارپور میں ان کو دکھائے۔ جس کی پیروی اور تقلید سے امیروں کی
گورنمنٹ خوش اسلوب ہو جائے اور ان کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر ہم رعایا پر ظلم و جبر کریں گے تو مظلوم رعایا کے لئے
شکارپور پناہ گاہ موجود ہے وہاں وہ مفرور ہو جائیگی۔ اسلئے وہ ظلم میں کمی کریں گے۔ امیران سندھ کی عقل ایسی
طفلانہ تھی کہ وہ کوئی بھاری سازش انگریزوں کے برخلاف نہیں کر سکتے تھے اور امیر جو سازشیں کرتے تھے وہ
ایسی سفیہانہ ہوتی تھیں جیسی کہ مشرقی درباروں میں ہوا کرتی ہیں میر رستم کا وزیر فتح محمد غوری محمد شریف کی کارندگی
سے انگریزوں کو دروں کے اوپر ستاتا تھا۔ میر نور محمد نے میجر اوٹرم کو پرانا عہدنامہ دکھا کر کہا کہ جب سے سندھ
کو انگلش سے تعلق ہوا ہے تب سے نئی نئی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ آپ کی گورنمنٹ کبھی مطمئن نہیں ہوتی ہم تمہاری
دوستی کے مشتاق ہیں مگر متواتر ظلم و ستم سہنا نہیں چاہتے۔ حیدرآباد کے امیر نصیر خاں کی نسبت بیان کیا جاتا
ہے کہ وہ اول سے آخر تک انگریزوں کے برخلاف بغاوت کی سازشیں کرتا رہا خیرپور کے امیروں رستم خاں اور نصیر خاں
کی نسبت شبہ تھا کہ وہ انگریزوں کے برخلاف سازشیں کرنے میں شریک ہوتے ہیں۔ رستم خان اپنی
ذات سے سازشوں سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا مگر اس کا وزیر فتح محمد غوری ان میں شریک ہوتا تھا۔
جس کا الزام امیر رستم پر لگایا جاتا تھا۔ میر رستم نے انگریزوں کے ساتھ ایسے دوستانہ سلوک کئے تھے
کہ وہ مستحق تھا کہ اس الزام پر برٹش گورنمنٹ کچھ خیال نہ کرتی۔ حیدرآباد کے امیروں میر محمد خاں اور

شہداد خان پر بغاوت کا بہت ہی کم شبہ ہو سکتا تھا اور باقی حکمران امیر خیرپور میر محمد نے اور حیدرآباد کے اُمراء حسین علی خاں و صفدر خان نے ذرا سا کام بھی ایسا نہیں کیا تھا کہ وہ انگریزوں کے ساتھ دوستی کے برخلاف ہوتا۔ سندھ میں جب سے انگریز داخل ہوئے صفدر خاں اُن کے ساتھ دوستانہ کام کرتا تھا۔

کرنیل اوٹرم کی جگہ سر چارلس نے پیر سندھ کے سپہ سالار اور پولیٹکل ایجنٹ اعظم مقرر ہوئے۔ وہ بڑے جری دلاور سپاہی اور روشن ضمیر عالی دماغ مدبر تھے مگر وہ ہندوستان کے حالات سے جاہل تھے خود اعتماد اس درجہ کے تھے کہ اپنی جہالت کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کرنیل اوٹرم نے جو عہدنامہ کا مسودہ تیار کیا تھا۔ اسمیں لارڈ ایلن برا نے یہ شرائط اور بڑھائیں کہ جن امیروں کے بدخواہی کی شہادت قوی ہوگی تو اُن کو یہ سزا دیجائے گی کہ اُن کے ملک کا تھوڑا سا حصہ چھین کر بہاول خاں کو دیا جائے گا۔ جو برٹش کا بڑا خیرخواہ دوست ہے اور وہ اس انعام کا بھی مستحق ہے کرنیل اوٹرم نے اُن ہدایتوں کے موافق جون ۱۸۴۲ء میں یہ انتظام پیش کیا کہ سبزل کوٹ جو بہاول خاں سے ۱۸۳۶ء میں چھین لیا گیا تھا۔ وہ حیدرآباد کے امیر نصیر خاں سے لے کر پھر اس کو دیدیا جاوے۔ یہ امراء اس سزا کے مستحق ہیں کہ اُن کا ملک اس قدر ضبط کیا جائے۔ گورنر جنرل نے اب عہدنامہ میں یہ اور اضافہ کیا کہ بونگ بڑا جو بہاول خاں سے ناحق لے لیا گیا تھا اور اب وہ میر رستم کے قبضہ میں ہے اس سے لیکر اسکو واپس دیا جائے جو اضلاع ضبط ہوئے اُن کی سالانہ آمدنی ۱۳۰۰۰۰ روپے تھے۔ اور انتظامات میں جو اور ضبطیاں ہوئیں وہ سب ملکر ۲۴۶۰۰۰ روپے کی ہوئیں جس کے برابر امیروں کو خراج معاف کیا گیا تھا۔

۱۳۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو گورنر جنرل نے جنرل نیپیر کے پاس حکم بھیجا کہ ملک اور زیادہ بہاول خاں کی سرحد سے روہڑی تک ضبط کیا جائے۔ جس کی آمدنی ۴۸۰۰۰ روپے سالانہ ہے پہلے ضبطی پر ۳۹۴۰۰۰ روپے کا اور اضافہ کیا نئے عہدنامہ کا مسودہ سر چارلس نے پیر کے پاس ۱۲۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو کرنیل اوٹرم کی روانگی سے ایک دن پہلے بھیجا۔ کرنیل صاحب نے ملک کی ضبطی کا اضافہ دیکھ کر جرنیل صاحب سے کہا کہ اس میں کچھ غلطی ہے آپ جب تک اس معاملہ کو گورنر جنرل سے رجوع نہ کریں نئے عہدنامہ کی تعمیل نہ کریں۔ مگر جرنیل نے یہ کام دو مہینے اٹھارہ دن تک نہیں کیا یعنے ۳۰۔ جنوری ۱۸۴۳ء تک گورنر جنرل کا حکم اس اضافہ ضبطی کی موقوفی کا ۹۔ فروری ۱۸۴۳ء کو صادر ہوا۔ جو جنرل کے پاس میانی کے جنگ کے بعد پہونچا کہ ہزاروں مُردے خونی قبر میں سوتے تھے۔ اور سندھ کے ملک پر انگریز قابض تھے اور امیر مقید اور جلاء وطن تھے۔ نئے عہدنامہ میں امیروں کا ملک ہی نہ ضبط ہوا تھا بلکہ وہ اپنی ٹکسال اور سکوں کے جاری کرنے سے بھی منع کئے گئے تھے ٹکسال کی آمدنی سے اور اپنے

سلطانی استحقاق سے محروم ہونے کا دل میں امیر بڑا رنج کرتے تھے اور اس سے زیادہ اُن کو یہ شاق تھا کہ سندھ میں جو سکہ جاری کریں اس کی ایک طرف ملکہ معظمہ کی مورت ہو وہ مورت کے ہونے کو اپنے عقیدہ اسلام کے برخلاف سمجھتے تھے لارڈ ایلن برا نے کرنیل اوٹرم کو امیروں کی چشم نمائی اور دھمکانے کے لئے یہہ خط امیروں کے نام لکھا تھا کہ میں تمہاری وفاداری اور خیر خواہی اور دوستی پر جب تک اعتبار کرونگا کہ تمہاری بدخواہی اور دغابازی کا ثبوت کامل میرے ہاتھ میں نہیں آئے گا لیکن اگر ایسا ثبوت مجھ کو مل گیا تو پھر میں اس میں تامل نہیں کروں گا کہ تمہاری حکومت کو جس کو تم نے بُری طرح استعمال کیا چھین لوں ؀

اس خط کو کرنیل اوٹرم نے مصلحت سمجھکر دبائے رکھا۔ امیروں کو اس خط کے دینے میں یہ اندیشہ کیا تھا کہ اگر وہ اس کو دیکھ کر بگڑ بیٹھے تو افغانستان سے سپاہ کا سندھ میں ہو کر آنا مشکل ہو گا ابتک تو صرف تین امیر تھے جو انگریزوں کے بدخواہ تھے پھر سب امیر بدخواہ ہو جائینگے ؀

خلاصہ یہ ہے کہ کرنیل اوٹرم نے جو نیا عہدنامہ تیار کیا تھا اُس میں ۳۱۶۰۰۰ روپے سالانہ کا ملک لے لینا تجویز کیا تھا اور اس کے عوض میں امیروں کو اسی قدر خراج سالانہ اور باقیات خراج جو پہلے عہدناموں کے موافق اُن کے ذمے واجب الادا تھیں معاف کرنا قرار دیا تھا۔ لارڈ ایلن برا نے ہدایت کی کہ ۱۲۰۰۰ کا ملک ضبط کر کے بہاول خان کو دیا جائے یہ ملک اُن امیروں کا ضبط ہوا جن کا رویہ اور طریقہ ایسا تھا کہ اُنکو یہ سزا ملنی چاہیئے تھی۔ لیکن گورنر جنرل نے کرنیل اوٹرم کو تھوڑے دنوں کے لئے سندھ سے علیحدہ کر دیا۔ اور اُن کے قایم مقام سر چارلس نیپیر کو ہدایت کی کہ وہ ملک کی ضبطی کو روڑی تک بڑھائیں جسکی آمدنی سالانہ ۴۸۰۰۰ روپے تھی۔ کرنیل اوٹرم نے اس حکم کی غلطی کو بتلایا مگر غلطی کے درستی ہونے میں دو مہینے اُٹھا۔ روز کا التوا ہوا یہ غلطی درست نہ ہوئی سر چارلس نیپیر نے علی مراد کے ساتھ ایسا انتظام کیا کہ بالائے سندھ کے امیروں کا ملک ۷۰۰۵ ۲۰ روپے سالانہ آمدنی کا ضبط کیا اس لئے انگریزوں نے کل ملک کو ۱۴۴۷۷۰ روپے سالانہ آمدنی کا ضبط کیا کل ملک کی آمدنی ۲۰۳۹۵۰۰ روپے سالانہ تھی۔ اس امر سے گورنر جنرل کو ۱۲۔ اگست ۱۸۴۳ء تک اطلاع نہیں ہوئی اب آگے اس بیان کی تفصیل ہو گی ؀

فصل دوم

سر چارلس نیپیر کی ڈپلومیسی اور امیروں کے ذمے الزامات کو معاملات کی پیچیدگیوں کو سمجھنا اور

خصائل کے خصوصیات کا جانچنا اور اُن کو جائز رکھنا بس سے ہندوستانی ریاستوں کے مقدمات کا فیصلہ
ایسا کیا جائے کہ اُن کے حق میں مفید ہو اور برطانیہ عظمےٰ کی گورنمنٹ کا احترام و اعتبار و رسوخ بڑھے۔
ان باتوں کا حاصل ہونا تجربہ اور مطالعہ و مشاہدہ پر موقوف ہے ایشیا میں سلطنت کے نظم و نسق کے
لئے رعایا کے عادات و رسوم اور دستورات و قوانین اور آئین سے ماہر ہونا ایسا ہی ضرور ہے جیسا کہ
یوروپ میں مہذب قوموں کے لئے۔ ہر ملک کی بعض باتیں ان آدمیوں کو عجیب معلوم ہوتی ہیں جو اُن کو
سمجھتے نہیں۔ عدم واقفیت و لاعلمی کے سبب سے ایک ملک کے تمدنی و قانونی و پولیٹکل خصص و احکام
اور اختلافات دوسرے ملک والونکو بیہودہ و لغو معلوم ہوتے ہیں۔ اس سبب سے یوروپ والے ایشیا والوں کی اور
ایشیا والے یوروپ والوں کی بہت باتوں کو لغو و بیہودہ جانتے ہیں سچ یہ ہے کہ انگریزی سلطنت کی
عظیم الشان عمارت کو اس نظام نے قایم کیا ہے کہ جب تک کسی شخص میں یہ لیاقتیں نہ ہوں کہ اس ملک کے
کاموں میں آگہی اور تجربہ ہو اور علاوہ عقلی کمالات کے اُس میں محاسن اخلاق بھی ایسے ہوں کہ وہ ہندوستانی
ریاستوں میں اپنے پولیٹکل اختیارات کو استقلال کے ساتھ جو شخص میں سمویا ہوا ہو اس طرح کام میں لائے کہ
نہ خود تکلیف اُٹھائے اور نہ اوروں کو تکلیف پہنچائے اور جو معاملات مبہم پیش ہوں اُن کو مہربانی کی نظر
سے دیکھے اور جہاں سزا دینے کی ضرورت نہ ہو وہاں بدرجۂ چشم پوشی کرے اس کو پولیٹکل جواب دہی
سپرد کی جائی۔ سر ولیم اوٹرم صاحب لکھتے ہیں کہ سر چارلس نے پیر ان لیاقتوں میں کچھے تھے فقط یہی بات نہ تھی
کہ وہ جن لوگوں کے حسن انتظام کے لئے مقرر ہوئے تھے اُن کی زبان سے رسوم سے دل کے تاثرات سے
ناواقف تھے بلکہ اُن کے اوضاع و اطوار میں خشونت اور ظلم تھا۔ اُن کو ہندوستانیوں کے خصایل کی نسبت
ایک تعصب تھا کہ وہ ہندوستانی امیروں کی سچی خیر خواہی اور وفاداری کو بغیر کسی وجہ کے مشتبہ اور بے اعتبار
جانتے تھے غالباً اسی سبب سے اُن میں یہ لیاقت نہ تھی کہ سچ کو جھوٹ سے جدا کر لیتے یا بے ریائی اور ریا میں تمیز
کرتے یہ بات اُن میں بالطبع تھی۔ کچھ ارادتاً علماً نہ تھی اسی سبب سے انہوں نے زبردستی کی اور انگریزی ہتھیاروں
کے خوف کی طرف رجوع کی جس میں وہ اپنے تیئں اُستاد جانتے تھے ✤

سر چارلس نے پیر کے سبب سے امیران سندھ کو جو اشتعال پیدا ہوا اُس کے جانچنے کے لئے
یہ جاننا اور یاد رکھنا ضروری تھا کہ امیر آزاد اور خود مختار بادشاہ تھے اور اُن کی رعایا اُن کی اطاعت اور
فرمان برداری ایسی ہی کرتے تھے جیسے کہ بادشاہوں کی کیا کرتے ہیں۔ سر چارلس نے پیر کے آنے کے وقت

برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدہ داراُن سے جو خط و کتابت کرتے تھے اُنہیں اُن کو القاب وآداب ایسے ہی تحریر کرنے تھے جو اُنکی شان عظیم کے شایان گورنمنٹ نے مقرر کئے تھے۔ یہ امر رائے صاحب کے برخلاف تھا کہ تحریر کی طرز ایسی اختیار کی جائے کہ جس سے امیروں کی دلشکنی ہوے ؛

لارڈ ایلن برا نے ہندوستان میں وارد ہوتے ہی کل پولیٹکل افسروں کو ہدایتیں فرمائیں کہ وہ ہندوستانی رؤسا اور اُمراء کے ذاتی عزت کا بڑا ادب اور لحاظ کیا کریں اور اُن کے ساتھ خط وکتابت اور ملنے جلنے میں اُن کی ذاتی خواہشوں پر خیال کیا کریں اور اُن کو دوستوں کا قایم مقام جانا کریں اور اُن کو برٹش گورنمنٹ کی قوت سمجھا کریں۔ اور یہ بھی خیال رکھیں کہ حکومت کے ضروری کاموں پر محاسن اخلاق کا لباس پہنانا ضروری ہوتا ہے

ان ہدایتوں کے خلاف امیران سندھ کے ساتھ سر چارلس نے پیر کا برتاؤ تھا انہوں نے جب سندھ کے پولیٹکل فرایض منصبی کو اپنے ذمے لیا تو اوّل ہی اُنہوں نے یہ خیال کیا کہ اُن سے جو پہلے انگریز یہاں پولیٹکل افسر تھے اُن کا نظام ضعیف و مذبذب تھا۔ اور اُنہوں نے اپنی آزادی اور زور آوری سے امیروں کو متنبہ کیا کہ اب اس نظام کا خاتمہ ہے۔ دوّم اُنہوں نے بغواے احکام گورنر جنرل میجر اوٹرم کی تحریرات سے ثابت کیا کہ امیران سندھ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بدخواہی اور دشمنی کے کام کرتے ہیں۔ سوّم اُنہوں نے امیروں کو ترغیب دی کہ چپ چاپ وہ اس نئے عہدنامے کو منظور کرلیں جو لارڈ ایلن برا نے اس سبب سے مرتب کیا ہے کہ امیر پہلے عہدنامے کی شرایط پر عمل نہیں کرتے تھے اور برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بدخواہی کی مخفی تدابیر کرتے تھے۔ بس آخر امر کی تحقیقات پر اس مہم سندھ کا حق و ناحق ہونا موقوف ہے ؛

۹ ستمبر ۱۸۴۲ء کو سر چارلس نے پیر سندھ میں وارد ہوئے اس وقت اس ملک میں امن وچین تھا اور کسی بلوہ و فساد کا اندیشہ نہ تھا۔ انگریزی افسر مع اپنی میموں اور بچوں کے بغیر کسی پہرہ چوکی کے جہاں چاہتے تھے سارے ملک میں پڑے پھرتے تھے۔ مگر سر چارلس نے پیر نے اُس ملک کا نام دشمنوں کا ملک رکھا۔ امیروں سے جو اول ملاقات کی تو وہ مٹھائیوں و میووں کے خوان اور نذرانہ میں روپیوں کی تھیلیاں پیش کرتے تھے وہ اُن سے یہ کہتے تھے کہ اگر تم عہدنامہ کے برخلاف کام کروگے تو میری دوسری ملاقات تمہارے لئے بہت کم مبارک ہوگی۔ امیروں کے ملاقات کے جو رسوم اور آداب تھے وہ اُن کے پابند نہ تھے اُن مشرقی امیروں کو بغیر القاب وآداب کے اُنہوں نے مکاتبات بھیجنے شروع کئے ؛

میجر اوٹرم کی جگہ جنرل چارلس نے پیر مقرر ہوئے تھے۔ ان دونوں صاحبوں میں اتفاق آراء نہ تھا

جنرل صاحب نے جو سندھ کی تاریخ لکھی اُس میں سحر اور ٹرم صاحب پر اعتراضات کئے کہ اُن کی عزت پر بٹا لگاتے تھے اسلئے
اس کے جواب میں میجر صاحب نے بھی ایک کتاب لکھ کر اپنے تئیں سب اعتراضات سے بری کیا اور جنرل صاحب کے
کاموں میں مین میکھ نکالیں اوپر جو کچھ لکھا ہے وہ میجر صاحب کی کتاب سے بالاجمال نقل کیا ہے اب آگے جنرل
صاحب کی تاریخ سے نقل ہوتا ہے اور اُن کی تحریر پر جو میجر صاحب نے جرح و قدح کئے ہیں وہ بھی کہیں کہیں نقل
ہوئے ہیں۔ جنرل صاحب کی تاریخ بطور روزنامچہ کے تاریخ وار تحریر ہوئی ہے اُس میں سے ضروری حالات تاریخ وار
اپنی زبان میں نقل کرتا ہوں ؀

۱۳۔ ستمبر ۱۸۴۲ء کو کراچی میں اپنی توپ کے ایک گولہ کے چھٹنے سے جنرل صاحب کی پنڈلی زخمی ہوئی جس سے
اُن کو بڑی تکلیف ہوئی۔ مگر اس حال میں بھی وہ اپنے کاموں کو بڑی مستعدی اور چالاکی سے کرتے رہے سندھ
کے معاملات میں پولیٹکل ایجنٹوں کے تذبذب کے سبب سے بہت سی پیچیدگیاں اور گُل جھٹیاں واقع ہو گئی تھیں
سو سب اُنہوں نے سلجھائیں۔ لارڈ آک لینڈ کی حکومت میں امیران سندھ کے ساتھ ایک بڑا سلسلہ عہد و
پیمان کا شروع ہوا تھا۔ اس کے سبب سے سندھ میں انگریزوں کا ایک جزوی قبضہ ہو گیا تھا اور امیران سندھ خود
مختار بالکل اختیار رکھتے تھے۔ ساٹھ برس کا عرصہ گذرا تھا کہ تال پوری بلوچوں نے سندھ سے کلورائی قوموں
کو خارج کر کے اپنی حکمرانی قایم کی تھی۔ اُنہوں نے سندھیوں کو اپنا تابع بنا لیا اور اپنی پہاڑی قوموں کو میدانوں
پر فرمان روائی کے لئے نیچے لے آئے تھے مفصلہ ذیل قومیں آپس میں مربوط تھیں۔ کوہستانی بلوچی۔ میدانی بلوچی۔
خاص سندھی اور ہندو۔ آخر دو قوموں پر پہلے قوم جابر حکمران تھی اور دوسری قوم کے امیر پہلے قوم کے سردار تھے۔
تال پوری بلوچیوں میں چار یاری دستور تھا یعنے ملک کو چار بھائی آپس میں تقسیم کر کے قابض ہوتے اور شریک
فرمان روائی کرتے اُس کی اولاد کی اولاد میں یہی دستور چلا آتا تھا۔ لیکن اس وقت اُن میں تین ہی خاندان حیدرآباد
اور خیرپور اور میرپور میں حکمران تھے۔ اول جنوب میں دوسرے شمال میں تیسرا مشرق میں جس کی حد ریگستان تھا۔
اس چار یار نظام سے یہ دستور نکلا کہ بھائی کا جانشین بھائی ہوتا بیٹا نہ ہوتا اور اس کے سر پر دستار امارت ہوتی۔
جس وقت سر چارلس نے پیر سندھ میں آ کے توحید رآباد میں نصیر خان اور خیرپور میں میر رستم اور میرپور میں شیر محمد
صاحب دستار تھے۔ میر رستم بڑا بوڑھا تھا اُس نے کلورائی امیروں کو سندھ سے خارج کیا تھا ؀

۲۵۔ ستمبر ۱۸۴۲ء کو حیدرآباد میں میرے پاس ہر امیر اور سردار نے مینڈ خوان مٹھائی کے بھیجے
سو سے زائد آ چکے ہیں اُن سے تمام کنارہ دریا کا پٹا ہوا ہے آدمی کے سر پر خوان گول چتر کی شکل آتا ہے امیروں

نے عجب انسانیت کو الٹ پلٹ کیا ہے اور یہ جانتے ہیں کہ میں اور میرے افسر اس مٹھائی کا ایک بھور از بان پر نہیں رکھتے مگر وہ اُن کو بھیجے جاتے ہیں اور اگر انہیں نہ لوں تو بہت ناخوش ہوں۔ امیروں نے میرا استقبال بڑے احترام سے کیا مگر اُن کو عہدنامہ کا پابند ہونا چاہیئے میرا ارادہ ہے کہ اُن کو محاصل ملکی کے باب میں سبق پڑھاؤں گو وہ اچھے طالب العلم نہیں ہیں ﷺ

۲۶ ستمبر ۱۸۴۲ء کو میں امیروں کی ملاقات کو گیا اُنہوں نے میرا بڑا احترام کیا میں نصیر خاں کی داہنی طرف بیٹھا وہ بڑا فربہ اندام ہے مگر نہ خوبصورت ہے نہ بدصورت میں نے اُس کے چہرے میں کوئی بری بات سوائے اس کے نہیں دیکھی کہ وہ انگریزوں سے نفرت رکھتا ہے لیکن وہ یہ نہیں پسند کرتا ہے کہ اُس کا ملک کسی غیر کا تابع ہو گو وہ ہم سے نفرت رکھتا ہے لیکن بظاہر بڑا تپاک کرتا ہے وہ اپنے دستورات میں اشراف معلوم ہوتا ہے ﷺ

امیر بار بار میرے مزاج کی خیر و عافیت پوچھتے تھے میں اُن کو اس کہنے سے خوش نہیں کر سکتا تھا اگر وہ وہ عہدنامہ کے موافق راہداری کا محصول لینا موقوف نہ کریں گے تو میری دوسری ملاقات اُن کے لئے کم مبارک ہوگی ﷺ

۱۔ اکتوبر ۱۸۴۲ء چٹھی مسٹر ڈوکس گورنمنٹ سکرٹری کے نام

امیر کسی طرح ہماری نیک خواہی کے ساتھ کام کرتے ہوئے نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے لفٹنٹ ایل صاحب کو یہ خط دیا جس کی نقل ملفوف ہے میرے نزدیک یہ نامناسب ہے کہ عہدنامہ کی دفعہ کا جو مقصود و مطلوب ہو اُن کو ایک دفعہ کے کچھ الفاظ باطل کر دیں امیر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کراچی میں رسد نہ آنے پائے اور جب ہم اُس کی شکایت کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم عہدنامہ کی دفعہ کے برخلاف کام کرتے ہو۔ (اس دفعہ میں لکھا ہے کہ انگریزوں کو اختیار نہیں ہے کہ امیروں کی رعایا جو اُن کی شکایت کریں اُس کی شنوائی کریں) اس دفعہ کے الفاظ پر ایسی چون و چرا ہو سکتی ہے جس سے امیر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اُن کے اس فریب سے بچنے کے لئے میرے نزدیک یہ ترکیب ہے کہ اُن کے اس بیان سے ہم انکار کریں کہ ہم نے عہدنامہ کے خلاف کام کیا ہے کہ اُن کی رعایا نے جو اُن کی شکایتیں کیں تو اُن کی شنوائی کی۔ میں اس پر اصرار کرتا ہوں کہ شکایتیں ہم نے خود اپنے سبب سے کیں ہیں اور یہ سچ ہے۔ عہدنامہ کا نتیجہ یہ ہے کہ امیروں کی رعایا کی حفاظت اُن کے جور و جفا سے کی جائے۔ یہ عہد شکنی کا عذر نہیں ہو سکتا۔ امیر دریا پر محصول راہداری لیتے ہیں یہ صریح عہد شکنی عہدنامہ کی دفعہ ۹ کے موافق ہے اُنہوں نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ بہاولپور کے

تاجروں کی کشتیوں اور اُن کی اپنی کشتیوں پر راہداری کا محصول لیا جائے ☆

میں نے جو امیر حیدر آباد کو شکایتیں لکھیں اُن کا جواب اُس نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ مگر میرا اُس کو متنبہ کرنا درست تھا۔ اُن کو یہ حق حاصل ہے کہ میں نے عہدنامہ کے جو معانی بیان کئے ہیں وہ اُن کو نہ مانیں اور پھر اپنے معانی بیان کرکے گورنر جنرل سے فیصلہ کرائیں۔ اُن کے دعوے کی بڑی بنیاد یہ ہے کہ ہم خود مختار پادشاہ ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ گورنر جنرل میری اس تحریر کو پسند کریگا جس نے نصیر خان کو متنبہ کیا ہے کہ کیا وہ ہمارے ساتھ علانیہ دشمنی اختیار کرے یا عہدنامہ کا پابند ہو۔ غالباً وہ دوسری بات اختیار کرے گا اور مخفی اپنی ایسی ہی چال بازیاں کرے گا جیسی کہ اب تک کی ہیں۔ لیکن اس صاف تنبیہ کے بعد اس کے مقدمہ کی صورت سنگین ہو جائے گی۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں میں نے سنا ہے کہ نصیر خاں نے محصول راہداری وصول کیا ہے اور بہاولپور کی کشتیوں میں جو دریائے سندھ میں چلتی تھیں آگ لگا دی اور اُس کو عہدنامہ کے موافق درست سمجھا یہ امر مجھ کو ایسا اہم معلوم ہوا کہ میں نے لفٹننٹ بروُن کو ہدایت کی کہ وہ اُن واقعات کا ثبوت بہم پہنچائے جس کی مجھے اُمید ہے کہ وہ دس روز میں حاصل کرے گا ☆

لفٹننٹ مائل لی کو میں نے ہدایت کی ہے کہ وہ بروُن کے اس پروانہ کی نقل حاصل کرے جو چند مہینے ہوئے کہ نربل کو دیا گیا تھا کہ وہ انگریزی چھاؤنیوں میں بغیر کسی محصول دینے کے اسباب کو فروخت کرے اور نصیر خاں کے اُس حکم کی بھی نقل حاصل کرے جو نربل کے گرفتار کرنے کے لئے دیا گیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کس لئے امیروں سے اس کام کے لئے اجازت لیجائے۔ عہدنامہ کی دفعات ۱۲ و ۱۳۔ امیروں کو منع کرتی ہیں کہ برٹش چھاونیوں میں جو اسباب بیچا جائے اُس پر محصول لیا جائے یہ ضرورت نہیں ہے کہ امیروں سے اجازت لی جائے اور برٹش رعایا یا ملازم اس کو قبول کریں ۔ ۸۔ اکتوبر ۱۸۴۲ء کو میجر اوٹرم کو لکھا کہ شل اور وحشیوں کے امیران سندھ بھی وحشی اور سیانے مکار ہیں۔ وہ پہاڑ پر چڑھ سکتے ہیں مگر اُن کے گلے میں عہدنامہ کی رسّی ایسی پڑی ہوئی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس سے پرے ایک اِنچ نہیں جا سکتے اور اگر جائیں گے تو اُس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں سندھ کا مالک ہوا تو کیا ہوگا اور غالباً جو ہونے والا ہے وہ میرے گمان میں ہے ☆

لفٹننٹ مائل لی لکھتے ہیں کہ امیر صفدر کو جو جواب آپ نے لکھا تھا وہ بھیجدیا گیا۔ وہ نصیر خاں کی دل کی باتوں کو ٹٹولتا ہے یا وہ ڈرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دونوں طرف رہے یہ دونوں آپس میں نوچ گھسوٹ نہیں کریں گے۔ اگر وہ کریں تو خدا اُن کو روکے لیکن ہماری حکومت سے وہ اور ان کی رعایا بہتر حالت میں

ہوجائیگی۔ میرے خط نے اُن کی جیلائی کی ہے کہ معاملہ صاف اچھی طرح سمجھ میں آنے لگا ہے لیکن ہم کو معاملہ کو اور صاف کرنا چاہئے ✤

امیروں کی حکومت سے جو رعایا اپنی نفرت ظاہر کرتی تھی اُس سے امیروں کو بار بار اطلاع دیجاتی تھی کہ وہ اپنے اوپر گھمنڈ کرنے سے باز رہیں ✤

حیدرآباد میں برٹش رزیڈنٹ اور امیر شہداد کے ایک معتمد کے درمیان گفتگو ہوئی۔ امیر کے دوست نے یہ سوال پوچھا کہ اگر امیر برٹش گورنمنٹ کے اغراض اور فائدوں کے لئے امیروں کی عداوت اور دشمنی کو فرو کرے تو برٹش گورنمنٹ اُسکی اعانت کریگی۔ جواب سرچارلس نے پیر کا۔ عہدنامہ کی دفعہ ۱۴ کے موافق برٹش گورنمنٹ اپنی ساری قوت سے اس امیر کو سہارا دیگی۔ اگر عہدنامہ کی پابندی کے ساتھ اسکی ذات معرض خطر میں آئے تو وہ برٹش رزیڈنٹ کی حمایت میں آجائے اسکی جو اہانت ہوگی اُس کا انتقام گورنر جنرل لے گا ✤

امیر کا دوست۔ اگر اور امیر پروانوں کے عطا کرنے سے انکار کریں اور اس بابت لکھیں اور آپ اسپر میر شہداد کی مہر دیکھیں تو اس پر آپ کچھ توجہ نہ کریں اور کسی بات پر سوائے اس بات کے جو اسوقت ملاقات میں ہوئی ہے کسی بات پر خیال نہ کریں ✤

جواب۔ میں کسی مخفی سازش میں شریک نہیں ہونگا کہ امیر کی امداد کرکے اور امیروں کو جو اسکے رشتہ دار ہیں دھوکہ و فریب دوں۔ امیر جس کاغذ پر دستخط کریں اُس کا خود جواب دیں اگر امیر عہدنامہ کا پابند ہوگا تو گورنر جنرل اُس کو سہارا دے گا۔ اگر عہدنامہ سے وہ منحرف ہوگا تو اُس کا خمیازہ بھگتے گا۔ گورنر جنرل دوستوں کی اعانت کرنے کے لئے اور دشمنوں کو سزا دینے کے واسطے یکساں صاحب طاقت ہے۔ امیر خود مختار مطلق العنان فرمان روا ہے عہدنامہ کا پابند گروہ اور امیر اپنے حق میں آپ انصاف کریں اور اُن کے نتائج کو اُٹھائیں اگر امیر میری نصیحت کا متمنی ہے تو وہ عہدنامہ کا پابند ہو۔ اور گورنر جنرل کی حمایت پر پورا اعتماد رکھے اور ہمیشہ دل میں یہ خیال رکھے کہ وہ انفراداً اور مجموعتاً عہدنامہ پر عمل کرنے کا عہد کر چکا ہے۔ گورنر جنرل کی ہدایت کے موافق سندھ کی حکمرانی میں میری دلی خواہش ہے کہ امیروں اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان جو عہدنامہ کے موافق دوستی و اتحاد ہے اُسے قایم رکھوں یہ عہدنامہ دونوں کے اتحاد کی ایک بندش ہے اگر وہ شکستہ ہوگئی تو رشتہ اتحاد بھی شکستہ ہوجائے گا۔ اس واسطے میں نے مستحکم ارادہ کرلیا ہے کہ اگر عہدنامہ کے خلاف ذرا سی بھی عہدشکنی ہو تو اُس کی رپورٹ گورنر جنرل کو کروں سرے سے عہدنامہ کا نہ ہونا اس سے بہتر ہے۔

کہ وہ ملحوظ رکھا جائے *

چار امیروں نے اطاعت قبول کی اور دو اطاعت نہیں قبول کرتے لیکن عہد و پیمان کرتے ہیں جن کی شرایط کو پورا نہ کریں گے - وہ جابر حکمران ہیں اور ہم بھی جابر حکمران ہیں - مگر ہماری حکومت سے غربا زیادہ آرام بنسبت اُن کی حکومت کے پاتے ہیں - عہدنامہ میں صاف لکھا ہے کہ دریاے سندھ میں کسی کشتی پر راہداری کا محصول نہیں لیا جاے گا - لیکن پھر بھی محصول وہ لیتے ہیں اور میں جب اُس کی ممانعت کرتا ہوں تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم صرف اپنی رعایا سے محصول راہداری کا لیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اچھا صاحب عہدنامہ میں تو یہ لکھا ہے کہ کسی کشتی پر محصول نہیں لیا جاے گا - وہ کہتے ہیں کہ ہاں صاحب عہدنامہ میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ امیران سندھ خود مختار مطلق العنان فرمان روا اپنی قلمرو میں ہیں اور انگریز کسی شکایت کو جو اُن کی رعایا برخلاف اُن کے کرے شنوائی نہیں کریں گے - میں کہتا ہوں بیشک تم سچ کہتے ہو میں ایک لفظ بھی شکایت کا نہیں سنونگا جو تمہاری رعایا کرے گی - مگر عہدنامہ میں یہ لکھا ہے کہ محصول نہیں لیا جاے گا - بس تمہاری رعایا شکایت نہیں کرتی بلکہ ہم شکایت کرتے ہیں - بس ایک دفعہ شکایت کرکے تم کو متنبہ کرتے ہیں کہ اگر پھر تم محصول لوگے تو ہم حیدرآباد سے محصول لیں گے *

کیا تم ایسے بیوقوف ہو کہ اپنی رعایا کی کشتیوں اور تجارت پر محصول لوگے اور غیروں کو محصول سے معاف رکھوگے اور اپنے دشمنوں سکھوں کی کشتیوں کو بے محصول گذرنے دوگے ؟ تمہارا محصول لینا ہی تمہاری پرانی تدبیر ہے جس سے دریائے سندھ کی تجارت بالکل غارت ہو جائے - یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ افغانستان میں ہماری تمام فوجیں قتل ہو جائیں گی تو محصول کا لینا لڑائی جھگڑے کے لئے اچھا سبب ہوگا - مرغا پھر لڑنا نہیں چاہے گا لیکن انگریز افغانوں سے شکست پاکر پھر لڑنا نہیں چاہینگے جب مرغا پالی سے بھاگ گیا تو پھر نہیں لڑتا - اول تو افغانستان میں ہماری فوجیں فتحیاب ہوگئیں گو تم کو اُس کی امید برخلاف ہے - دوم سوائے اس کے ہمارے پاس فوج اس قدر ہے کہ تم سب کو دریائے سندھ میں ڈبو دینے کے واسطے کافی ہے *

یہ غریب احمق امیر خیال کرتے ہیں کہ دریائے سندھ پر جو کل سپاہ انگریزی متصرف ہے اسکے حیوانات کے لئے ہم دریائے سندھ کے کناروں کو بے چارہ جنگل بنا دیں گے اور تمام شکارگاہ نباتات اور زمین مزروعہ کو ایسا غارت کریں گے کہ پانی میں جو چار مسلح دخانی جہاز تیر رہے ہیں اُن کے واسطے ایندھن نہ میسر ہوگا - محصول لینے سے سہارنپور کی اور اپنی کم بخت رعایا کی جو بعض دفعہ لید میں سے دانہ چُن چُن کر کھاتی ہوئی نظر آتی ہے آسودگی کو غارت

کر دیں گے اس کا انجام کیا ہوگا ؟ ہمارا کوئی حق نہیں کہ سندھ پر قبضہ کریں۔ لیکن ہم اُس پر قبضہ کریں گے تو وہ انسانیت کے لحاظ سے کمینگی ہے لیکن بڑی مفید اور کار آمد ہے۔ امیروں نے ساٹھ سال میں بزور شمشیر سلطنت حاصل کی ہے جس کو وہ اپنی تلوار کے زور سے سنبھال نہیں سکتے۔ بس جو کچھ ہوتا ہے وہ ہونے دو

لارڈ ایلن برا نے سر چارلس نیپیر کو یہ ہدایتیں کیں ؛

آخر حادثات میں جس کے اندر ہماری سلطنت کی بقا مشتبہ ہوگئی تھی اگر کسی امیر یا رئیس نے جس کے ساتھ دوستی و اتحاد کا عہدنامہ ہوا ہو ہمارے ساتھ اپنی عداوت و بدخواہی کے ارادے ظاہر کیے ہوں تو فی الحال گورنر جنرل کا ارادہ یہ ہے کہ ایسے دوست کو اس دغابازی کی سزا ایسی سنگین دیجائے کہ اور امیر جو اُن کے ہم شکل ہوں عبرت پذیر ہوں اور اُن کو ایسی حرکت کرنے پر پھر جرأت اور حوصلہ نہ ہو۔ لیکن گورنر جنرل اس طریقہ پر جب تک عمل نہیں کرے گا کہ جس امیر پر یہ الزام لگایا گیا ہو اس کے جرم کا ثبوت کامل نہ ہو۔ گورنر جنرل کو پورا اعتماد ہے کہ آپ عدل فہم ہیں اور یقین ہے کہ جو کچھ رائے آپ اس باب میں بھیجیں گے اسمیں پوری تحقیقات ایسی ہوگی کہ اس پر عمل سلامتی سے کیا جائے گا ؛

پس قصوروں کے ثبوت بالکل جنرل کے حوالے کئے گئے جس نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تحقیقات کرکے یہ فہرست اُن امیروں کی شکایتوں کی مرتب کی جنہوں نے بے ایمانی اور دشمنی کے کام بہ تفصیل ذیل کیئے ؛

خیرپور کے امیر رستم خاں نے عہدنامہ کے برخلاف مخفی مراسلت غیر ریاستوں سے کی۔ شیر سنگھ مہاراجہ لاہور کو خط کا لکھنا مشہور ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اس کے ارادے دشمنی کے تھے وہ برٹش کے ملازمین سے بری طرح پیش آیا۔ وہ دریائے سندھ کی تجارت اور جہازرانی کا حارج ہوا اس نے برٹش رعایا کو مقید کیا اور اپنے وزیر فتح محمد غوری کی کارندگی سے محمد شریف کے مفرور ہونے کا معاون ہوا جو انگریزوں کا کھلا دشمن تھا۔ حیدرآباد کے رئیس نصیر خاں کے ذمے یہ الزامات لگائے گئے تھے۔ سرحد کے فیصلے کے لئے خیرپور کے امیر محمد پر حملہ کرنے کے لئے سپاہ کا جمع کرنا جس کا فیصلہ انگریزوں کی ثالثی سے ہونا چاہئے تھا۔ دوم پولیٹکل ایجنٹ کے ساتھ دغابازی کرنا اور عہدنامہ کی دفعہ ۱۱ کی شرط کا ارادتاً پورا نہ کرنا۔ سوم انگریزوں کا شکارپور کے حوالے کرنے میں یہ خبر سنکر تاخیر کرنی کہ افغانستان میں انگریزی سپاہ تباہ ہوگئی ہے۔ چہارم انگریزوں کو خراج دینے کے لئے محض جعلی سکے بنانے۔ زبردستی ناجائز محصول لینا اور تجارت اور جہازرانی کو روکنا اور

کراچی بازاروں کے لئے رسد کو بغیر محصول کے نہ جانے دینا۔ ہفتم انگریزی چھاونیوں میں اپنے رعایا کو تجارت کرنے کی ممانعت کرنی۔ ہشتم خراج کے ادا کرنے میں غفلت کرنی۔ نہم لغنی کے سردار بی بروک کو خط لکھنا کہ وہ انگریزی سپاہ پر حملہ کرے جو افغانستان سے شکست پاکر آئی ہے۔ یہ سارے جرم شروع ۱۸۴۱ء سے ستمبر ۱۸۴۲ء تک ہو رہے تھے۔ ان شکایتوں کی فہرست کے ساتھ ایک رپورٹ انگلینڈ بھیجی گئی کہ یہ سر چارلس نیپیر کے سرکاری کاغذات کا پہلا سلسلہ ہے جس کی صفت سر رو برٹ پیل نے یہ بیان کی کہ صرف مجھی ہی نہیں بلکہ گورنمنٹ کے تمام افسروں کو جنہوں نے جنرل کے خطوط و مراسلات سندھ کے باب میں پڑھے اسکے خیالات کی صفائی اور قوت بیان پر حیرت ہوئی مجھے اور امیروں کے دل میں یہ یقین ہوا کہ وہ مدت سے جیسے تلوار کے کمالات دکھاتا تھا ایسے ہی اب قلم کے کمالات دکھاتا ہے ؀

۱۷- اکتوبر ۱۸۴۲ء کو وہ اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ امیروں اور ہمارے درمیان جو عہدنامے تحریر ہوئے اُن کے سبب سے ہم کو سندھ میں رہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ عہدناموں میں جو حقوق تحریر ہوتے ہیں وہ ایسے ہی مقدس ہوتے ہیں جیسا وہ حق جو عہدناموں کے لکھے جانے کا حکم لگاتا ہے اس لئے ہم اور امیر دونوں ایک ہی بنیاد پر قایم ہیں امیروں نے اُن عہدناموں کی بابت اپنی مخالفت رائے کا اظہار علانیہ نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدنامے طرفین کی رضامندی سے ہوئے ہیں معاہدہ کرنے میں امیر آزاد تھے۔ جبر سے کوئی عہد و پیمان اُن سے نہیں لیا گیا۔ عہدناموں کے موافق انگریزوں کے قبضہ میں شکارپور اور سکھر اور کراچی ہیں۔ اگر اُن عہدناموں پر امیر ٹھیک قایم رہینگے تو وہ زیادہ متمول اور طاقتور ہو جائینگے اور اب سے زیادہ اُن کی رعایا مرفہ الحال ہو جائے گی۔ بیشک تکراری حجت کرنے والے محض اپنے حق کے لئے یہ بیان کرینگے کہ کسی شخص کو شرارت سے باز رکھنا اسکو غلام بنانا ہے اُن عہدناموں کی شرائط کو ملحوظ رکھنا بڑا تشدد ہے مگر ان عہدناموں کا ظاہر مقصد ہمارے اُن اغراض کے لئے مفید ہوتا ہے کہ ہم وحشی پنے کو دور کریں۔ سوسائٹی کی حالت کو سنواریں سدھاریں اور عہدناموں کے موافق امیروں کو مجبور کریں کہ وہ کام کریں جو مہذب حکمران اپنے قواعد کے موافق کرتے ہیں۔ ضرور اس بات کو خیال میں رکھنا چاہیئے کہ نیک کام کرنے کی خواہش گو عہدشکنی کی اجازت نہیں دیتی لیکن وہ حکم دیتی ہے کہ امیروں سے عہدناموں پر تعمیل تشدد سے کرانی چاہیئے۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ عہدشکنی سے اُن کا وحشی پن اور رعایا کے ساتھ بیدردی اور حکومت کی عدم لیاقت ظاہر ہو ان باتوں کو دل میں رکھنا چاہیئے۔ اور نہیں تو جو کچھ میں کہونگا وہ نا انصافی

معلوم ہوگی ؟

بالفعل جن کیمپوں میں ہم رہتے ہیں اُن میں رہنے کا وقت عہدناموں کے موافق غیر معین ہے لیکن امیروں کی طرف سے ہمارے ساتھ عداوت اور عہدناموں سے نفرت اور ہر طرح سے اُن کے توڑنے کا مستحکم ارادہ نکتہ چینیوں کا نہیں - مگر ہندؤں اور سندھیوں کو برٹش حکومت کے ساتھ محبت رکھنے کی آرزو تمنا ہے یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم انسانیت کے اور برٹش گورنمنٹ کے مقاصد کو جو عام ہیں ترک کر کے دفعتاً سندھ کو چھوڑ دیں - یا موجودہ عہدناموں کے موافق مقید ہو کر اپنے کیمپوں کو ہمیشہ کے لئے سندھ میں قایم کریں ؟

اگر ہم سندھ کو خالی کر دیں گے تو آیندہ ایسے واقعات وقوع میں آئینگے کہ ہم کو پھر ناگزیر سندھ میں آنا پڑے گا - اگر ہم رہیں گے تو ہمارے کیمپ بہت جلد مشتہر و نامور ہو جائیں گے اور اُن کے اندر دریاے سندھ میں تجارت کو رونق ہو گی جس سے امیروں کی رعایا باہر خارج ہوگی اور نحوست اور افلاس کے ساتھ چلے گی اور امیروں کا استحصال بالجبر دونوں تجارت اور زراعت کو خاک میں ملائے گا ؟

اب ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا یہ حالتیں مدت تک جاری رہینگی ؟ گورنمنٹ جس سے خود اسکی رعایا متنفر ہو اور وہ خود مختار اور مطلق العنان ہو - اور انگلینڈ اور اپنی رعایا دونوں مقاصد کی یکسان دشمن ہو اس میں ذلیل سازشیں ہوتی ہوں اور ایسی اُسکی سرشت ہو کہ اپنی ہی برائیوں کے سبب سے چند سال میں شکستہ ہو - تو کیا ایسی گورنمنٹ متواتر عداوت ہمارے ساتھ قایم نہیں رکھے گی ؟ کیا وہ متواتر عہدناموں کے برخلاف عہد شکنی نہیں کریگی عہدناموں کے موافق ہم کو یہاں رہنے کا استحقاق ہے اسواسطے اس اپنے استحقاق کو سختی کے ساتھ قایم رکھنا چاہئے - میں خیال کرتا ہوں کہ یہ پولیٹکل تعلق باقی نہیں رہ سکتا جو گورنمنٹ زیادہ زور آور ہو گی وہ کمزور کو کھا کر ہضم کریگی - کیا یہ بہتر نہیں کہ دفعتاً ہم اس مآل کار کو حاصل کریں ؟ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ اچھا ہو گا بشرطیکہ وہ دیانت کے ساتھ کیا جائے اب مجھے یہ خیال کرنے دو کہ ایسے کام کو کیونکر کروں جس میں بڑی نکتہ چینی ہو گی - شکایتوں فہرست میں جو اس یادداشت کے ساتھ ہی میں نے بیان کر دیا ہے کہ کن امیروں نے کس کس مختلف طرح سے عہد شکنیاں کی ہیں - میں نے اوپر لکھا ہے کہ ہم کو ایک اچھے بہانے کے ہاتھ لگنے کی ضرورت امیروں کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کے لئے ہے - میں خیال کرتا ہوں کہ بہت سے امیروں کے اعمال ایسے اوپر بیان کئے گئے ہیں کہ ان کاموں کے کرنے کے لئے کافی وجوہ ہیں کہ کراچی سکھر - بکھر - شکارپور - سبزل کوٹ کو ہم لے لیں اور امیروں کو مجبور کریں کہ وہ دریاے سندھ

کے کناروں پر قطعات چھوڑ دیں اور لکڑیوں کی رسد رسانی کا قول و اقرار کریں۔ اور ہم اُس کے ساتھ امیروں کو خراج اور باقیات جو چڑھے ہوئے ہیں معاف کر دیں اور آخر کو ایک امیر سے جو سب امیروں کا سردار ہو معاہدہ کریں اب ہر ایک امیر خود مختار ہے اور علیحدہ معاہدہ کرنے کا دعوے کرتا ہے۔ میں یہ نہیں خیال کرتا کہ اس کام کے کرنے میں کوئی دقت یا درشتی ہو مجھے یقین ہے کہ یہ کام انسانیت کا ہے۔ امیر اپنی طمع اور حرص کے پورا کرنے کے لئے عہد شکنی کرتے ہیں اور ہم اس عہد شکنی کی سزا دیتے ہیں۔ میں اس طرح کام کرنے میں کسی نا انصافی کا خیال نہیں کرتا اگر سکھر اور بکھر کو قبضہ میں رکھنے کا ارادہ ہمارا مصمم ہو تو پھر شکار پور پر قبضہ رکھنا تجارت اور پولٹکل خیال سے لازمی و ناگزیر ہے ؎

میں نے اس مضمون کا آخری فقرہ لکھکر ختم کیا تھا کہ میجر اوٹرم صاحب آگئے انہوں نے جہاں تک ممکن تھا میری امداد کی۔ جو باتیں میں نے کہیں اُن سب میں اُنہوں نے اتفاق کیا اُنہوں نے امیروں کے حق میں ایک بات کہی جس سے میرا علم زیادہ ہوا کہ امیر یہ کہتے ہیں کہ ہم دفعہ ۹ کو جس میں اپنی رعایا پر محصول راہداری لگانے کی ممانعت کیگئی ہے نہیں سمجھتے اور اُس کے ثبوت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ اُنہوں نے عہدنامہ کے کم اہم واقعات کا مقابلہ کیا۔ مگر دفعہ ۹ پر کبھی اعتراض نہیں کیا اس لئے کہ اُن کو دفعہ ۵ پر اعتماد تھا۔ جس میں یہ لکھا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے ماتحت جو علاقہ ہے وہ امیروں کے ملک میں داخل نہیں ہے۔ اور برٹش گورنمنٹ کے افسروں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ امیروں کی رعایا جو اُن کی شکایت کریں وہ اُن کی شنوائی نہ کریں۔ امیر اپنے علاقہ میں خود مختار ہیں۔ میں اس کو مانتا ہوں کہ عہدنامہ سے حقیقت میں وہ یہ سمجھے ہے کہ وہ اپنی رعایا پر محصول راہداری لگانے کے مجاز ہیں مگر اُنہوں نے یہ کوشش کی کہ بہاولپور کی کشتیوں سے محصول راہداری لیں۔ جسکے لئے عہدنامہ یقینی یہ استحقاق اُن کو نہیں دیتا۔ اُنہوں نے بہاولپور کی تاجروں کی کشتیوں میں آگ لگا دی۔ ان باتوں میں عہدنامہ کے معانی غلط نہیں بیان ہو سکتے۔ اس واسطے میں یہ نہیں یقین کرتا کہ اُنہوں نے دفعہ ۹ کے معانی میں غلط فہمی کی۔ بلکہ اُنہوں نے دانستہ اپنے مطلب کے لئے اس دفعہ کی شرط کو ایفا نہیں کیا اور دفعات کے شرائط کو بھی ایفا نہ کر کے عہد شکنیاں کیں کہ بغاوت انگیز خط و کتابت اور اور کام دق کرنے والے کئے۔ جن کا بیان شکایتوں کی فہرست میں کیا گیا ؎

اب اُن کی اس بداعمالی کے لئے میں کیا سزا تجویز کروں ؟ اُن کے گنبے کو گزند پہونچاؤں ! نہیں۔ اُن کی رعایا کو ستاؤں نہیں۔ پھر کیا۔ وہ یہ اُن کے ملک کو چار جگہ گھٹاؤں جن میں دو سکھر اور بکھر منجملہ بنجر مقامات ہیں اُنکی آمدنی کچھ نہیں ہے باقی دو اور کراچی اور شکارپور ہیں جو امیروں کے ظلم و ستم سے ویران ہو رہے ہیں اُن میں سے شکار پور کے

لئے ہنوز عہد و پیمان ہو رہے ہیں اور ان مقامات کے مالک بننے کے لئے یہ تجویز ہے کہ جو خراج کے باقیات امیروں کے ذمے ہیں وہ معاف کر دیے جائیں اور آیندہ حیدرآباد میں رزیڈنٹ نہ رہا کرے دریا کی تجارت کو کھولنے سے امیروں کی جسوقت قوت اور دولت بڑھے گی تو اس پران کی مفلس رعایا کی آسودہ حالی کا اور اضافہ ہوگا میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے اُن کی خود مطلبی کی ان کی طمع اور حرص کی اُن کے شکار دوست ہونے کے اغراض عظیم منتطع نہیں ہونگیں۔ امیروں کے اصلی مفاد یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے سفیہانہ اشتعال اور کورانہ آزکسی خوشگوار اختیار دقابو میں ہوں اسوقت اُن کی عہد شکنیوں کے اور اپنی قوت کے سبب سے ہم مجاز ہیں کہ ہم اپنے حق کو اور خیر و عافیت کے ساتھ اپنے وسائل کے زور سے کام میں لائیں۔ اگر کوئی مہذب آدمی یہ سوال کرے کہ اگر ہم سندھ کے فرمان روا ہوتے تو کیا کرتے تو اُس کا جواب ہم یہ دیتے کہ دریا پر محصول راہداری کو معاف کرتے۔ کراچی کو ایک آزاد بندر بناتے۔ شکارپور کو غارت گروں کے ہاتھ سے بچاتے۔ سکھر کو دریائے سندھ پر تجارت کی منڈی بناتے۔ دریائے سندھ کے کناروں پر سڑکیں بناتے۔ دریا میں دخانی کشتیاں چلاتے۔ امیر ان ہی باتوں سے ڈرتے ہیں۔ انہوں نے سہا شکنیاں کیں جس سے ہم کو ایک بہانہ جس کے معنے دیانت کے ساتھ تشدد میں ہاتھ لگا ہے مجھے پورا یقین ہے شاید وہ غلط ہو جو تجویز میں پیش کرتا ہوں وہ عدل اور انصاف کے موافق درست ہیں ہیں اور زیادہ کہتا ہوں کہ نصیر خاں نے کھلی ہوئی عہد شکنی کی ہے گورنر جنرل کا ضلع سبزل کوٹ کا ضبط کرنا اور اُس کو بہاول پور کے خان کو دینا عین انصاف ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے کرنے کا ارادہ ہے ۔

میجر اوٹرم نے ایک اور دوسری بڑی مستحکم بات پر مجھے متوجہ کیا کہ امیروں کے حصے میں جو دریا کا حصہ ہے اُسکے اوپر جو قومیں آباد ہیں وہ محصول راہداری لیتی ہیں اور کوئی عہد نامہ یا سرکاری کاغذ ایسا نہیں ہے کہ جس کے بل پر امیروں کو اور نیز بالائے سندھ کے امیروں کو منع کریں کہ وہ رعایا سے محصول راہداری نہ لیا کریں۔ اس واسطے یہ ناانصافی ظاہر ہے کہ ہم حیدرآباد کے امیروں پر یہ تقاضا کریں کہ وہ محصول راہداری نہ لیں اور اُن سے جو اوپر قومیں رہتی ہیں اُن کے محصول راہداری کے لینے کو جائز رکھیں اس کے معنے یہ ہیں کہ راہداری کے محصول لینے کے لئے اوروں کو مجاز رکھنا ناانصافی ہے لیکن یہ ناانصافی نہیں کہ امیر محصول کے لینے سے منع کئے جائیں۔ اس دلیل کا جواب کہ شمالی سندھ میں محصول راہداری لیا جاتا ہے یہ ہے کہ ہم نے بہت وقت اور تکلیف اٹھا کر سندھ میں دریا کے اندر کشتیوں کو آزاد چلایا ہے۔ ہم نے مستحکم ارادہ کر لیا ہے کہ قوموں کی اس بڑی شاہ راہ پر تجارت کو کھولیں اور اس تدبیر سے سب کو فائدہ ہے کسی کو نقصان نہیں اس میں جو لوگ فائدہ اٹھائیں وہ اس میں شریک ہوں ۔

اس یادداشت کے ساتھ فرد حساب بھی بھیجی گئی جس میں خراج کی معافی بہ نسبت ملک کی آمدنی کے ۳۰۰۰۰ روپے سالانہ زائد تھی اور یہ اس استحقاق کے معاوضہ میں دی گئی کہ دخانی جہاز کے لیئے لکڑیوں کے کاٹنے کی اجازت ملے اور علاوہ اسکے ایندھن کی قیمت بھی دیجائے جب یہ یادداشت اور شکایتوں کی فہرست گئی تو ہندوستان کے گورنر جنرل نے سر چارلس نے پیر کے پاس امیروں کے اُن خطاؤں کی سزا دینے کے لیئے جو شکایتوں کی فہرست میں مندرج تھیں ایک اور عہدنامہ بھیجا کہ امیروں سے منظور کرا جائے۔ لیکن اُسکے ساتھ یہ لکھا کہ ان جرموں کا ثبوت قطعی ہو کہ نصیر خان نے بی بروک نبتی کو انگریزوں کے ساتھ لڑنیکے لئے آمادہ کیا اور میر رستم نے مہاراجہ شیر سنگھ کو خط لکھا ہے

میجر اوٹرم صاحب اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ لارڈ ایلن برا نے جنرل نے پیر پر اعتماد کر کے شکایتوں کی فہرست کو سچ مان لیا۔ لیکن امیروں پر جرموں کا ثبوت قطعی نہ تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے نام امیر رستم کے خط لکھنے کا ثبوت مہر پر موقوف تھا۔ جس کی نسبت میجر صاحب لکھتے ہیں کہ اول تو مہر کی شہادت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ خاصکر ایسے ملک میں جو جعلی مہروں کے بنانے میں نامور ہوا اور بہت سے مقدمات جعلی مہروں کے دائر ہوتے ہوں غرض میجر صاحب جتنے الوسع امیروں پر سے الزامات کو دفع کرتے ہیں۔ جس کو جنرل صاحب میجر صاحب کی ہٹ دھرمی جانتے ہیں۔ اُن دونوں کی مخالفانہ تحریرات کے سبب سے معاملات سندھ کے باب میں کوئی جنرل کا طرفدار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بجا اور درست تھا اور کوئی میجر اوٹرم صاحب کا طرفدار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بیجا اور ناحق تھا ہے

۷ نومبر ۱۸۴۲ء کو جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ امیر بڑے ستاتے ہیں اُنہوں نے دریا کے کناروں پر ہندوستان کی احاطہ بندی کر کے اپنی شکارگاہیں بنالیں جس کا مقصد یہ تھا کہ دخانی جہازوں کے لیئے ہم کو لکڑی نہ مل سکے۔ عہدنامہ کے موافق ان شکارگاہوں کا لحاظ ادب ضرور تھا میں اس میں سے ایک آرا ایسی نکال لوں گا کہ پھر وہ چکر نہ کھا سکے گا۔ لکڑیاں جو ہم سے پرے اور بالکل پرے ہیں اُن کی نسبت یہ سوال کیا جائے گا کہ امیر کس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ میں ہندوستان کو آگ لگا دوں یا حیدرآباد کو۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک کی جائے گی۔ یہ امیروں کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو وہ پسند کریں۔ یہ امر کچھ خفیف نہیں ہے ہمارے پاس کوئی عہدنامہ یا کوئی اور وثیقہ ایسا موجود نہیں ہے کہ جس کے موافق ہم کو لکڑیوں کے کاٹنے کا استحقاق ہو۔ لکڑی کے بہم پہونچنے پر ہماری ساری چیزیں موقوف ہیں۔ ایسی حماقت کا کام بھی ہوتا ہے کہ امیر مجھ پر اس داغ

کی ضرب لگا کے مجھے دیوار پر پھینکیں گے۔ مگر جہاں سلامتی میں خلل پڑتا ہو تو وہاں زور کا حق ہوتا ہے۔ یعنے دست زور بالا ہوتا ہے ؏

۲۳- نومبر ۱۸۴۲ء کو جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میں علی مراد سے ملنے گیا جہاں تپاک اور شان سے میرا استقبال ہوا۔ علی مراد نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھ سے وعدہ کیجئے کہ رئیس الامراء کی دستار مجھے دلا دیجئے گا۔ میں نے جواب دیا کہ آپ رستم خاں کے بھائی ہیں جس کے سر پر دستار ہے جب تک وہ زندہ ہے تم رئیس الامراء نہیں ہو سکتے۔ مگر قانون کے موافق تم دستار کے وارث ہو اور چونکہ عہدنامہ کے موافق ہم پر واجب ہو کہ ہر امیر کے حقوق قایم رکھنے میں مددگار ہوں اس لئے ہم تمہارے حق رسی کے لئے معاون ہونگے۔ اس میرے کہنے سے وہ بہت خوش معلوم دیتا تھا اور اُس نے مسٹر براون سے جو میرے ترجمان تھے کہا کہ میں بہت خوش ہوا اگر جنرل صاحب میری مدد نہ کریں گے تو میں ایسا صاحب طاقت ہوں کہ بزور وہ دستار حاصل کر سکتا ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دوست انگلش میرے طرفدار ہوں اب ایک اور بات یہ ہے کہ میرا بھائی رستم یہ سازش کر رہا ہے کہ وہ اپنی حیات میں اپنے بڑے بیٹے کے سر پر دستار بندھوائے کیا جنرل اسکو جائز رکھے گا۔ نہیں۔ اس کے برخلاف تمہارے استحقاق کی حمایت کی جاے گی لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ گورنر جنرل تمہارا حامی اور معاون ان سببوں سے ہے کہ تم دستار کا حق رکھتے ہو اور تم ہمیشہ خیر خواہ اور نیک سگال برٹش گورنمنٹ کے رہے ہو لیکن اگر تم اپنے اس طریقہ کو بدل ڈالوگے تو پھر وہ تمہاری اعانت نہیں کرے گا۔ وہ دشمنوں کو سزا اور دوستوں کو انعام دیتا ہے اس واسطے میرا وعدہ شرطیہ ہے اُس نے جواب دیا کہ سب درست ہے جیسے دوست دوست سے رخصت ہوا کرتے ہیں اُسی طرح میں اُن سے رخصت ہوا ؏

یہ بات کہ کون اس دستار کو پہنے گا مجھے چاندنی کیسے اعتبار معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اصل میں اس کا کوئی قانون اور قاعدہ نہیں ہے۔ اب تک دستار بھائی کو ملتی ہو جب --- چچا باقی نہ ہیں تو بڑے بیٹے کے بیٹے کو ملتی ہے۔ اب میں جانتا ہوں کہ اگر علی مراد کو دستار مل گئی اور رستم خاں مر گیا اور میں حکمران رہا تو میں رستم خاں کی بیٹے کو وارث نہیں ہونے دونگا۔ اور مجھے یہ قوی شبہ ہے کہ رستم خاں مجھے مجبور کرے گا کہ میں اُس کو دستار سے اور اُس کی ریاست محروم کروں اس صورت میں علی مراد کا وزنہ اندام بیٹا دستار پہنے گا وہ ایک چھوٹا دیو ہے۔ وہ خوش ہو ہو کر جل جلالہ پکارے گا ؏

اس معاملہ میں جب میں گفتگو کرتا تھا تو تین سفید باتیں میرے دل میں آئیں۔ اول علی مراد اس سازش

سے الگ ہو جائے گا جو ہمارے خلاف ہو رہی ہے وہ بڑا زبردست امیر ہے اس لئے خون ریزی کے ہونے کا اتفاق کم ہو جائے گا ؛

دوم ٹھیک وقت پر اسکو سب امیروں کے سردار بنانے سے اور امیر اُس کی بزرگی کو تسلیم کرینگے اور فقط اُسی کو عہد و پیمان کرنے کا استحقاق رہے گا جس کے سبب سے اُن عہد ناموں کے طوماروں سے نجات ہو گی جو ہمارے ساتھ عہد و پیمان کرنے سے لگائے جاتے ہیں۔ سوم اور امیر بجائے خود مختار پادشاہ ہونے کے دولتمند اشراف ہو جائینگے (اُن کے درجے کا تنزل ہو جائے گا) ؛

آخری حکم جو میرے ساتھ سکھر و بکھر اور روڑی پر قبضہ کرنے کا آیا ہے یہ سب مل کر جلد ایک عظیم الشان شہر ہو جائے گا جس کا نام وکٹوریا دریائے سندھ پر مشہور ہو جائے گا اسمیں حکومت اچھی طرح کی جائیگی وہ ایسا آباد ہو ویگا کہ دستار بند امیر بھی تجارتی شہر سے دب جائیگا ؛

۔۳۰ نومبر ۱۸۴۲ء کو جرنیل صاحب لکھتے ہیں کہ میرے جاسوس خبر لائے کہ امیر رستم نے اپنے خفیہ دربار میں کہا کہ اگر فرنگی سندھ سے چلے جائیں تو جتنا روپیہ مجھ سے مانگیں میں اُن کو دیدوں خواہ روپے کے دینے میں میری عورتوں کے جواہر ہی کیوں نہ بک جائیں لیکن اگر وہ یہاں رہیں تو میں اپنی سپاہ اُن کے نکالنے کے لئے جمع کرونگا مجھے اور ذریعوں سے یہ خبر ملی ہے کہ تمام بلوچی سرداروں نے ۷ دسمبر کو مسلح ہو کر جمع ہونیکا ارادہ کیا ہے اُسی دن لارڈ ایلن برا کا حکم آیا کہ نیا عہد نامہ نافذ ہو میں نے تمام کاغذات کا فارسی میں ترجمہ کرا لیا۔ فریخ صاحب اور سیٹن لی صاحب اُن کو کل لے کر خیرپور اور حیدرآباد جائینگے اور کل ہی دو ہزار سپاہی دریائے سندھ کے پار روانہ ہونگے اور دو ہزار آدمی تین توپخانوں کے ساتھ تیار رہینگے میں ملک پر جس میں روڑی بھی داخل ہے دریا کے اوپر سبزل تک قبضہ میں لاؤنگا میں دریائے سندھ کے پار اپنے لشکر میں سے اور زیادہ سپاہیوں کو بھیج کر سپاہ کو تقسیم نہیں کرونگا بلکہ اُنکو روڑی اور سکھر میں جب تک جمع رکھونگا کہ امیر کام کرینگے اگر انہوں نے اپنی گردن نیچے کی تو دریا کے بائیں کنارے پر سبزل کوٹ تک قبضہ کرونگا اور پھر نواب بہاول پور کو بلاؤنگا جس کے پاس آخر کار یہ ملک حوالے ہو گا ؛

میں نے امیروں کو اپنے نام کے سکے ڈھالنے اور رائج کرنے سے بھی منع کر دیا جس سے اُن کی جان پر صدمہ پہونچا ہے اگرچہ مجھے یہ حق نہیں حاصل تھا کہ اس کام کو کروں اس لئے اس کا کرنا ناانصافی ہے مگر انسانیت کو اس سے فائدہ حاصل ہے۔ دو ہفتے کے اندر اس کا فیصلہ ہو جائے گا کہ میں سندھ کا حکمران ہوں یا اُن سے

امیروں کا نکالا ہوا جرنیل ہوں۔ تمام دولتمند اور غریب آدمی جو چور اور بدمعاش نہیں ہیں شوق سے انتظار کر رہے ہیں کہ میں سندھ کا حکمران ہو جاؤں جس سے وہ شاداں اور خرم ہوں اور کراچی اور ٹھٹہ میں اُن کے انبوہ کے انبوہ آئیں ✽

۴۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو خیرپور میں نیا عہدنامہ بھیجا گیا۔ امیروں نے اس سے بظاہر بڑی نفرت ظاہر کی اپنے بغاوت انگیز خطوں کے بھیجنے سے اُنہوں نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خطے ہمارے نہیں ہیں دشمنوں نے جعلی بنائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم کل ایک معتمد وکیل بھیجیں گے جو مجھے یقین دلادے گا کہ گورنر جنرل نے کیسی اُن کے حق میں ناانصافی کی ہے۔ میں جب تک اُن کا بیان نہیں سُن لوں گا کچھ کام نہیں کروں گا۔ وکیل کا بھیجنا دلالت کرتا ہے کہ وہ مجھ سے لڑنے کے نہیں۔ اس سے مجھے یک مغنی کر خوشی ہوتی ہے لیکن مجھے اس سے یہ غم ہوتا ہے کہ وہ اطاعت کریں اور میں اُن کو سزا دوں۔ خاص کر پیر کہن سال میر رستم کو یہ غریب بڑا بڈھا آدمی ہے لوگ کہتے ہیں کہ اُس کے وزیر فتح محمد غوری نے جو کہ یقینی بڑا شریر ہے اُسکو دغا اور فریب دے رکھے ہیں۔ میر رستم نے دستار اپنے بیٹے کو دیدی ہے جو بڑا شہ زور اور ہمارا مخالف ہے وہ ہنگامہ جنگ اس لیئے برپا کرے گا کہ علی مراد میر رستم کا جانشین ہوگا۔ یہ آدمی ایسی کوشش کرینگے کہ جاڑے کے موسم کو عہد و پیمان کی گفتگو میں ٹالیں جس کے بعد انگریز سایہ سے باہر ناک نہیں نکال سکتے اُن کی شکایتیں لارڈ ایلن برا تک جائینگی لیکن میں اس اثناء میں ضلع سبزل کوٹ اور بھونگ بارا پر اپنا قبضہ کرلوں گا۔ ہم انصاف کے موافق رفاہ عام کے لئے حکومت کریں گے یہ تال پوری تو اپنے مکر پیچوں کے موافق موذی ہیں ✽

۷۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو امیروں کے وکلاء آئے تاکہ اُن کو مہلت مل جائے۔ ۸۔ دسمبر کو میرے اور امیروں کے درمیان ۱۴ تک چال بازیاں ہوئیں ✽

۱۴۔ دسمبر کو امیر چلائے کہ ہم قصوروار ہیں مگر میں اُن کو یہ نہیں کہہ سکتا اس لیئے کہ وہ اپنے قصور سے انکار کرتے ہیں وہ قصوروار ہیں مگر وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اُن کا قصور ثابت نہیں کرسکتا ✽

کس طرح سے اُن کا قصور ثابت ہوسکتا ہے اور کس کورٹ میں۔ اُن کے بغاوت انگیز خطوط ہیں جن میں حملہ کرنے کی سازش ہے اُن کو کورٹ میں لے جاؤ تو وہ اُس سے انکار کریں گے کس طرح سے انکار رد ہوسکتا ہے۔ اُن کے خط سے رد نہیں ہوسکتا اس لیئے کہ وہ خود کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں لکھتے الا اس

صورت میں کہ اُن کو کسی شخص کو معزز و ممتاز بنانا ہوتا ہے تو اُسکے لیئے قلم کو ہاتھ میں لیتے ہیں ✤

یہ جناب کی مہر ہے ۔ نہیں ۔ وہ جناب کی مہر سے ملتی ہے یقینی وہ جعلی ہے کس واسطے جناب کی مہر جعلی بنائی جائے ۔ جناب کے دشمن اسکو بنائیں ۔ ہم کو مہر اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ اسکو دشمن جعلی نہیں بنا سکتے ۔ ہم کچھ نہیں جانتے یہ مہریں ہماری نہیں ہیں ۔ ہم ہمیشہ انگریزوں کے سچے خیر خواہ رہے ہیں ۔ نہیں تم ہمیشہ چھوٹی چھوٹی لڑائی کرتے رہے ہو ۔ ہمارے نوکروں نے ایسا کیا ہوگا ✤

لیکن ہم نے اُن نوکروں کو سزا نہیں دی ہم نے اُن کو معاف کر دیا ۔ وہ جاہل تھے ✤

حضور کے معتمد منشی کے ہاتھ کا یہ نوشتہ لکھا ہوا ہے اس سے وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گواہ موجود ہیں کہ قسم کھا کے کہتے ہیں کہ یہ نوشتہ منشی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے ✤

عدالتی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے جو اوپر بیان ہوا لیکن امیر قصور وار ہیں اور گورنر جنرل کا ارادہ مصمم ان کے سزا دینے کا ہے ۔ بے شک یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم اُن کے ملک میں آئے ہیں اب سوال یہ ہے کہ رعایا ہم کو چاہتی ہے یا امیروں کو ۔ ہر ایک آدمی خواہ کیسا ہی غریب ہو ہم کو چاہتا ہے ✤

ایک مسلح بلوچی قزاق ہوتا ہے اور ہم بھی ایسے ہی قزاق ہیں ۔ مگر ہم جائز طور سے قزاقی کرتے ہیں اور وہ جائز طور سے نہیں (من بقاعدہ کشم او بے قاعدہ مے کشد) ایک اٹرنی کا بل اگرچہ نہایت بُرا ہوتا ہے ۔ مگر وہ ایسا بُرا نہیں ہوتا کہ کسی کا گلا کاٹے ہمارے بل بہ نسبت غریبوں کے دولتمندوں کے دلوں کو زیادہ تلملاتے ہیں ۔ اس تحقیقات استدلالیہ میں زیادہ خوبی نہیں مجھے احکام دیئے گئے ہیں کہ اسقدر ملک کو ضبط کر لوں ۔ میرا کام ہے کہ اس کام کو بغیر کسی تشدد کے انجام دوں اگر ممکن ہو تو بغیر کشت و خون کے سر انجام ہو جائے گا خدا کے فضل و کرم کا بڑا شکریہ ادا کیا جائیگا ✤

۱۷ نومبر کو لارڈ ایلن برا نے لکھا کہ میں نے اس لیئے تامل کیا ہے کہ نصیر خان کی مُہر ہاتھ آجائے میں نے آپکے فیصلہ کا ماحصل ان باتوں کو قرار دیا ہے اول حیدرآباد کے امیر کا خط بنام بی بروک بغتی کے نام اصلی ہے ۔ دوم خیرپور کے امیر کا خط بنام شیر سنگھ مہاراجہ لاہور اصلی ہے ۔ سوم میر رستم کا معتمد کارندہ فتح محمد غوری محمد شریف کے فرار ہونے میں معاون ہے ✤

ان تینوں باتوں کی نسبت جنرل صاحب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ ظن غالب یہ ہے کہ مُہر جعلی نہیں ہے ۔ میر رستم کے خط کے باب میں میجر وٹرم کو بڑے شبہات ہیں مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس خط کو اس کے وزیر

فتح محمد غوری نے لکھاہے۔کیا یہ مسئلہ ماناجاتا ہے کہ اگرایک پادشاہ مُہراور اپنا اختیار اندھے پنے سے اپنے وزیر کو دیدے پھراس سے جونتائج پیدا ہوں اُن کے لئے اُس کی یہ حماقت معذرت ہو۔حضور مشکل سے اس معذرت کو مانینگے۔اس میں شبہہ نہیں کہ فتح محمد غوری نے شریف خان کے فرار ہونے میں مدد کی اگر حضور کارروائی کرنے کے لئے میرے بیان کو کافی جانتے ہیں تو نئے عہدنامہ کے پیش کرنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے اور کارروائی کرنے کے لئے میں بالکل ایسا تیار ہوں کہ امیروں کو میں بغیر کشت وخون کے بدلایل سمجھادونگا کہ وہ نئے عہدنامہ کو قبول کرلیں ×

۸۔ دسمبر ۱۸۴۲ع میرپور کے امیر کا ذکر کہیں نئے عہدنامہ میں نہیں وہ پچاس ہزار روپے سالانہ دیتا ہے۔لفٹنٹ بروان کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمارا سخت دشمن رہا ہے مگرہم اسپر کوئی اصلی الزام نہیں لگا سکتے۔ اور نہ اُس کا قبضہ کسی ملک پر دریاے سندھ کے کناروں پر ہے وہ خود فرمان روا ہے لیکن حیدرآباد کے امیروں سے اسکا درجہ نیچا ہے۔میری راے ہے کہ وہ اپنا خراج دیا کرے نئے عہدنامہ کے دوران میں بعض باتیں ایسی واقع ہونگی کہ ہم اُس کا خراج بعوض ملک کے چھوڑدیں گر مجھے اب تک نہیں معلوم ہوا کہ وہ کس لئے خراج دیتا ہے ×

۹۔ دسمبر ۱۸۴۲ع کو علی مراد امیروں کے گروہ سے علیحدہ ہوگیا۔امیروں نے جو سپاہیں جمع کیں تھیں اُن کے چلے جانے کا حکم اب تک اُنہوں نے نہیں دیا۔اس لئے میں اُن کی کسی ایک بات پر جو وہ کہتے ہیں یقین نہیں کرتا اُن کی دشمنی اور مکاری دونوں کانٹے کے تول ہیں اگرچہ میرے نزدیک ممکن نہیں کہ ایسے آدمی جو تین بجے کے بعد باقاعدہ بھنگ پیتے ہوں وہ رات کو میرے لشکر پر کشت وخون ماریں مگرمیں نے بمقتضاے احتیاط ودوراندیشی یہ خط امیروں کے نام لکھکر بھیجا ×

امیر۔ گورنمنٹ کے احکام کی اطاعت اور ہماری قوم کے ساتھ تمہاری محبت بلاشبہہ ہے تم نے نہایت سنجیدگی سے مجھ پر ثابت کردیا ہے کہ ہم تمہارے دوست ہیں اس لئے یہ عین صواب ہے کہ ایک عجیب افواہ جو مجھ تک پہونچی ہے اس سے تم کو مطلع کروں۔لوگ یہ کہتے ہیں کہ تمہاری رعایا میرے کیمپ پر شب خوں مارینگی۔بے شک بغیر تمہارے علم کے اس کا ارادہ احمقانہ ہوا ہوگا جو لوگ حملہ کرینگے اُن کو میرے سپاہی مارڈالیں گے اور جب دن نکلے گا تو میں خیرپور میں جاؤنگا اور اُسکے باشندوں کو سکھر میں منتقل کرونگا اور تمہاری دارالسلطنت کے شہر کو بالکل تباہ خاک سیاہ کردوں گا صرف تمہارا یہ

ادب کروں گا کہ تمہارے محلوں کو غارت نہیں کرونگا مجھے یہ یقین ہے کہ تم اپنی رعایا کو زیر حکم نہیں رکھ سکتے ہیں تمہارے خزانہ پر دست درازی اتنی کرونگا کہ اس کام میں جو روپیہ صرف ہوا ہے وہ وصول ہو جائے کیونکہ یہ انصاف ہے کہ حکام جن کی رعایا اپنے ہمسایوں کے ساتھ شرارت کرکے نقصان پہونچائیں تو اُن کے نقصان پورا کرنے کے لئے وہ خرچ ادا کریں اس واسطے میں اشتہار دیتا ہوں کہ اگر میرے کیمپ پر شب خون مارا جائے گا تو میں ضرور خیرپور کو غارت اور تباہ کردوں گا تاکہ تم اپنی رعایا کو متنبہ کردو کہ دشمنی کا نتیجہ یہ ہے ؏

۱۶- دسمبر ۱۸۴۲ء کو لارڈ ایلن برا کو لکھا تھا کہ امیروں نے جو اطاعت نامے تحریر کئے ہیں وہ حضور کے پاس بھیجتا ہوں - مجھے یہ خبر ملی ہے کہ امیر سپاہیوں کو جمع کر رہے ہیں اسواسطے میں نے امیروں سے کہہ دیا ہے کہ میں بموجب احکام گورنمنٹ تمہارے ملک پر قبضہ کروں گا مگر یہ تمہارے خطوط بھی گورنر جنرل کے پاس بھیجتا ہوں بس جس قدر جلد ممکن ہے دریائے سندھ کے پار اتر یئگا لیکن کشتیاں تھوڑی ہیں اور پانی بہت کم عمیق ہے کام مشکل ہے ؏

۱۸- دسمبر ۱۸۴۲ء کو شب گذشتہ کو خیرپور کے پاس ڈاک کو میر رستم کے آدمیوں نے لوٹ لیا - یہ غریب بوڑھا احمق اپنے کنبے کے ہاتھ میں ہے میں نے اُسکو حکم بھیجا ہے کہ وہ فوراً اپنے لشکر کو علیحدہ کرے مجھے شبہ ہے کہ اس کو کچھ اختیار نہیں ہے مجھے اُس کے گروہوں پر بجائے اسکے حکومت کرنی پڑیگی یہ خبر مجھے آج صبح کو ہوئی ہے کہ خیرپور اور شکارپور کے درمیان بلوچی لوٹ مار کر رہے ہیں - جہاں وحشی قومیں شتر بے مہار سپاہ کے لئے جمع ہوں وہاں ایسی ہی کاموں کی توقع ہوسکتی ہے ؏

۱۸- دسمبر ۱۸۴۲ء کو رستم خان کے پاس سے ایک مخفی پیغام آیا کہ میں اپنے کنبے میں مقید ہو گیا ہوں اس کو میں اپنے قابو میں نہیں کرسکتا - اگر آپ مجھے اپنے پاس رکھنا قبول کریں تو میں بھاگ کر آپکے کیمپ میں آجاؤں - اسکا اس طرح آنا حقیقت میں اُس جرم سے بری کریگا اور دشواری میں ڈالے گا - یہ خط و کتابت دغا و بغاوت آمیز ہے جس کے واسطے اس کو سزا دینی چاہیئے - یہ اسی کی خطا ہے کہ اس نے اپنی مہر فتح محمد غوری کو دیدی ہے - امیروں ہی کے رسم اور دستور کے موافق وزیروں کے کاموں کی جوابدہی اُن کے امیروں کے ذمہ ہے ؏

اوّل میں جنرل کی رائے اس کے خلاف تھی کہ علی مراد کو دستار ملے مگر جب رستم خان نے

اپنی خوشی سے اس کو دستار دیدی تو جنرل کی راے اس بنا پر بدل گئی کہ علی مراد مستحق وارث ہے اور نیز سب امیروں میں زیادہ زبردست ہے۔ وہ اب رئیس الامرا ہے اس کا بھائی رستم خاں اسکا طرفدار ہے۔ میں سب قلعے لیکر علی مراد کے حوالہ کردونگا۔ وہ ہماری دوستی کے سبب سے تاحیات ملک سندھ کا مالک ہوگا۔ جس کے لائق وہ ہے اور بجائے اس کے کہ متواتر خونریز لڑائیاں جو بالاے سندھ میں ہوتی رہتی ہیں بالکل امن وامان ہوگا۔

۲۰۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو ایک مخفی پیغام میر رستم کے پاس سے میرے پاس آیا خط لانے والے کے پاس کھلا خط تھا۔ مگر اُس نے لفٹنٹ بروں سے خفیہ کہا کہ میر رستم کچھ نہیں کرے گا اور میرے کیمپ میں بھاگ کر چلا آے گا۔ میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ آن کر مجھے دق کرے۔ مگر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ علی مراد کے پاس چلا جائے جو اسکو فائدوں کے حسن انتظام کے لئے ترغیب دے گا کہ وہ دستار سے مستعفی ہوجاے کیونکہ اس لئے کہ وہ مدت سے چاہتا ہے کہ اس پگڑی کی جواب دہیوں سے اس کو نجات ہو اس لئے مینے مخفی میر رستم اور علی مراد کو لکھا۔ اور آج صبح کو علی مراد نے مجھے لکھا کہ میرا بھائی بخیر وعافیت دیجی میں میرے پاس ہے اور مجھ سے درخواست کی کہ خیرپور میں بارہ بجے سے پہلے آپ حرکت نہ کیجئے گا تاکہ اُس کی عورتوں کو چلے جانے کی مہلت ملے۔ اب حقیقت میں علی مراد رئیس الامرا ہے اس واسطے کہ اگر میر رستم اسکو دستار نہ دے گا۔ مگر تو بھی وہ بہرحال میر رستم کا ہادی اور رہنما ہوگا۔ جس کے ہاتھ میں اس نے اپنے تئیں خود حوالے کردیا ہے علی مراد تمام تالپوری امیروں سے زیادہ صاحب اقتدار اس حال میں بھی تھا کہ میر رستم کی حکومت اسکے برخلاف تھی۔ اب کوئی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ وہ ہمارا دوست ہے۔

واقعات عظیمہ

خیرپور کے امیر رستم نے اور حیدرآباد کے امیر نصیر خاں نے جس کے سر پر امارت کی پگڑی تھی۔ لارڈ ایلن برا کے نئے عہدنامہ کے مسودہ کو منظور کرلیا۔ مگر اس پر دستخط کرنے میں تامل کیا اور چپ چاپ اپنے ماتحت رزم آرا رئیسوں کو لڑنے کے لئے بلایا اور اس کے ساتھ ہی دشمنانہ سازش مخفی کی جس کے اندر خیرپور کے نوجوان امیر مراد پیشوا بنے اور اُنہوں نے نہایت محنت سے سپاہیوں کے جمع کرنے میں اہتمام کیا۔ اب برٹش گورنمنٹ کو خلعت کرنے کا استحقاق اس سبب سے حاصل ہوگیا کہ عہدنامہ پر دستخط کرنے میں امیروں نے التوا کیا۔ برٹش چھاونیوں کو

اجوسہ وار سپاہیوں کے گروہوں کے جمع ہونے سے خوف پیدا ہوا۔ لارڈ ایلن برا کے احکام جنرل نیپیر کے نام بڑے تشدد کے ساتھ جاری ہوئے کہ ان سپاہیوں کے گروہوں کو منتشر کرے اور نئے عہدنامہ کے موافق جو ملک دریاے سندھ کے بائیں کنارہ لینے ٹھہرے ہیں اُن پر قبضہ کرے جب یہ احکام امیروں کو معلوم ہوئے تو انہوں نے بے انتہا اطاعت اور فرمانبرداری کو ظاہر کیا اور بڑی ڈھٹائی سے سپاہیوں کے گروہوں کے موجود ہونے سے انکار کیا لیکن وہ لڑائی کے واسطے تیاریاں کرتے رہے اور عہدنامہ کو تاخیر میں ڈالتے رہے تاکہ موسم سرما ختم ہو جاوے۔ اور موسم گرما آجائے اور اُن کی سپاہ جمع ہو جائے اور انگریز گرمی میں لڑنے کے قابل نہ ہوں جنرل اُن کی اس پالیسی کو پہلے سے تاڑ گیا وہ احکام کی تعمیل کے لئے دریاے سندھ کے پار اُترا میر رستم اپنے سرکش بیٹوں اور بھتیجوں سے خوف زدہ ہو رہا تھا تو اُس نے مخفی درخواست کی تھی جس کا اوپر ذکر ہوا کہ وہ جنرل کے کیمپ میں چلا آئے اس لئے یہ خط اُسکو جنرل کی طرف سے بھیجا گیا ؎

جناب من ۔ میرا یہ یقین ہے کہ آپ اپنی ذات سے ہمیشہ انگریزوں کے دوست رہے ہیں مگر اب اپنے بدعقل کنبے کے سبب سے بیکس اور بے بس ہو رہے ہیں۔ میں جو خط آپکے بھائی علی مراد کے ہاتھ بھیجتا ہوں کہ آپ اُسکے صلاح اور مشورہ پر چلیں اور پورا اعتماد کریں کہ وہ آپ کی محافظت کرے گا اب آپ ایسے بوڑھے ہو گئے ہیں کہ لڑائی کے قابل نہیں رہے۔ اگر لڑائی شروع ہوئی تو میں آپ کو کس طرح بچا سکتا ہوں۔ اگر آپ اپنے بھائی کے ساتھ چلے جائینگے تو آپ کیا اُس کے ساتھ رہیں گے یا میں سپاہی بھجکر آپنے کیمپ میں آپ کو بلا لوں گا۔ جہاں امن و عافیت سے آپ رہیں گے آپ میری نصیحت پر چلئے وہ ایک دوست کی نصیحت ہے۔ میں آپ کا دشمن کس طرح سے ہو سکتا ہوں؟ اگر میں دشمن ہوتا تو اس تکلیف کو کیوں گوارا کرتا کہ آپ کو سلامت رکھوں میں خیال کرتا ہوں کہ آپ میری بات کو یقین کریں گے لیکن آپ کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں یہ خط تو مخفی بھیجا مگر علانیہ ایک خط امیر کو بھیجا جس سے اُسکے فتنہ پرداز بیٹوں اور بھتیجوں کو تنبیہہ ہو ؎

میرے خطوط خیرپور میں روکے گئے یہ امر کیا آپ کے حکم سے جاری ہوا ہے یا بغیر آپ کی منظوری کے ہوا ہے اگر آپ کے حکم سے ہوا ہے تو آپ قصوروار ہیں اور اگر بغیر آپ کی منظوری کے ہوا ہے تو آپ اپنے آدمیوں کو اپنے قابو میں زیر حکم نہیں رکھ سکتے بہر حال میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ فوراً اپنے مسلح آدمیوں کو آپ دور کریں اور میں خیرپور جاؤں گا تاکہ میں دیکھوں کہ میرے حکم کی کیا تعمیل ہوئی ؎

پھر اس دھمکی کی تائید اس اشتہار سے ہوئی کہ عہدنامہ کے موافق ضلاع سبزل کوٹ اور بھونگ بارا

نواب بہاول پور کو پھر دئے گئے اور امیروں کو ممانعت کی جاتی ہے کہ ۱۰۔ جنوری ۱۸۴۳ء کو ان اضلاع میں تحصیل محصول نہ کریں اور رستم کے بیٹے اور بھتیجے جو خیر پور کے قلعوں پر اور اور مقامات پر مسلح سپاہ کے ساتھ قابض ہیں اور یہ قلعے دستار سے متعلق ہیں اسلئے یہ کام دشمنی کا ہے جس سبب سے وہ رستم کے باغی اور برٹش کے دشمن ہوئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ دو قلعے امام غور اور غور شاہ ریگستان میں بہت دور ہیں پہلا قلعہ اپنی حصانت و متانت اور فاصلہ کے سبب سے بلوچیوں کے نزدیک ممتنع التسخیر ہے دونوں قلعوں میں سب سامان جمع کیا گیا ہے اول قلعہ میں رستم خاں کا سرکش بیٹا محمد حسین ہے اور دوسرے قلعہ میں اسکا بھتیجا نصیر خان ہے۔ لیکن جنرل کی نصیحت کے موافق دفعتاً قلعہ ڈیجی میں رستم کے چلے جانے نے اُن نوجوان امیرزادوں کے تدابیر جنگ کو بالائے سندھ میں سست کردیا اور وہ خیر پور سے بھاگ گئے جس کے سبب سے بالائے سندھ میں علی مراد کی بالکل حکمرانی ہوگئی ہے

۲۹۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو۔ جنرل صاحب **لارڈ ایلن برا** کو لکھتے ہیں کہ علی مراد سے شب گذشتہ کو میں ملا اور میں نے اُس سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کل رستم سے ملوں مگر دوسرے دن میں نے سنا کہ میر رستم کہیں چلا گیا اسکے دو سبب میں خیال کرتا ہوں اوّل میر رستم ایک ڈرپوک آدمی ہے اُس نے یہ خیال کیا کہ میں اُسکو قید کرنا چاہتا ہوں میں اور اس کا بھائی دونوں ملکر اس کام کے لئے سازش کرتے ہیں ہے

دوم علی مراد ہی نے اپنے بھائی کو بھگا دیا ہو ہے

میر رستم نے اپنی دستار علی مراد کو دیدی اور قرآن پر قسم کھاکر دستار سے استعفا دیدیا جس کے گواہ بہت سے مولوی تھے۔ یہ قرآن علی مراد نے میرے پاس بھیجا جس پر میں نے کہا کہ خاندان کے انتظامات اُن کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ مگر گورنر جنرل خاندان کے سردار کا حامی ہر بشرطیکہ وہ عہد نامہ کا پابند ہو۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میر رستم کی ذات کے لئے یہ اچھا ہوتا کہ وہ اپنی دستار بدستور رکھتا اور علی مراد کو اپنا قایم مقام کام کرنے کے لئے بناتا۔ مگر اُس کو اختیار تھا کہ جو چاہتا وہ کرتا اب مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اس بوڑھے آدمی کو علی مراد نے اس سفیہانہ قدم میں جو اُس نے اُٹھایا تھا اپنے اس حصول مقصد کے لئے دہشت دلائی۔ کہ دستار پر اس کا قبضہ پورا ہو جائے۔ اس کام کے کرنے کے لئے اُس نے رستم سے کہا کہ میں اس کے قید کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ علی مراد نے رستم کے دوست ہونے کا ادعا کیا۔ اور اُسکو دغا دینے کے موقع کا منتظر رہا ہے

۳۔ جنوری ۱۸۴۳ء کو نصیر خان نے ایک خط بھیجا۔ جو مکر و فریب سے بھرا ہوا ہے اس نے اطاعت

کا اقبال اس لیے کیا ہے کہ مہلت مل جائے میر رستم نے بھی لکھا ہے کہ میں نے خود اپنی خوشی سے دستار نہیں حوالہ کی ہے آپ نے علی مراد کے ہاتھوں سے میرے ساتھ دغا کی ہے نصیر خاں کو میں نے یہ جواب دیا ؂

امیر۔ جب کسی آدمی کے قول و فعل مطابق نہیں ہوتے تو مجھے بڑی دقت پیش آتی ہے کہ کس طرح کام کروں امیروں کی ایک گورنمنٹ بہت سے سر رکھتی ہے ان میں سے ہر ایک مختلف و عجیب طرح سے باتیں کرتا ہے میں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا میں خیرپور میں اسلئے آیا کہ دیکھوں معاملہ کی کیا صورت ہے اور اسی مطلب کے لئے میں حیدرآباد کو جانے کا تھا۔ میں دو سو میل کے فاصلہ سے دوستوں اور دشمنوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ چونکہ تم کہتے ہو کہ ہم کمپنی اور گورنر جنرل کے دوست ہیں تو میرے دیکھنے سے تم کو خوشی ہوگی میں سنتا ہوں کہ جنوب میں لشکر جمع ہو رہا ہے۔ مسلح آدمی سندھ میں دریائے سندھ سے عبور نہیں کر سکتے اس لئے میں سپاہ ساتھ لیکر آتا ہوں۔ اور رستم خاں بوڑھے شریر کو یہ خط لکھا ؂

جناب کا خط مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں ایسی زبان استعمال کروں جس کا مجھے افسوس ہے لیکن میرے ملک کی عزت اور تمہاری غرض مجھے کچھ اور نہیں کرنے دیتی آپ کے خط کا منشا یہ ہے کہ میں نے آپکو نصیحت کی تھی کہ آپ اپنے بھائی علی مراد کی ہدایتوں کے موافق کام کریں اور اس نے آپ کو یہ صلاح دی کہ میرے ملنے سے آپ اس طرح فرار ہوں جیسے کہ اس سازش کرنے والے سے جو آپ کو قید کرنا چاہتا ہو۔ امیر ایسا فریب کرنا آپکے عز و جاہ کے لائق نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سچ نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جب آپ نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ میرے کیمپ میں آجائیں تو میں نے آپ کو یہ صلاح دی تھی کہ آپ اپنے بھائی کے قلعہ میں بجائے میرے کیمپ میں آنے کے چلے جائیں اسواسطے آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کو میں گرفتار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور نہ آپ کے کنبہ کے انتظامات میں دخل دینا اب تم یہ سخن سازی کرتے ہو کہ جب میں نے یہ چاہا کہ آپ مجھ سے ملیں تو آپ بھاگ گئے کچھ اس غرض سے نہیں کہ ملاقات سے بچنا منظور تھا بلکہ اس سبب سے کہ میں نے آپ کو نصیحت کی تھی کہ آپ اپنے بھائی کی صلاح پر چلیں اور بھائی نے آپ کو یہ صلاح دی کہ آپ بھاگ جائیں اس لئے بھاگ گئے میں یہ تکلیف گوارا نہیں کرتا کہ جناب ایسی غلط نمائیوں کے اندر پناہ لیں میں گورنر جنرل کا قایم مقام ہوں اس لئے آپ میری اطاعت کرتے ہیں آپ نے قسم کھا کر دستار سے استعفا دیا اب آپ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی کا یہ ایک اہم اور سنجیدہ کام ایسا تھا جیسا کہ سوانگ تمسخر کا ہوتا ہے ؂

امیر میں ایسے دورنگ کاموں کو سمجھتا نہیں۔ آپ کے افعال اور اقوال کی گرفت کرتا ہوں۔ لیکن آپ

میں یہ نہیں خیال کرتا کہ آپ تالپوری رئیس الامراء ہیں اور نہ میں آپ کی اور نہ اُن لوگوں کی جو آپ کو رئیس سمجھتے ہیں ایسی مدارات کروں گا جیسی کہ رئیسوں کی ہوتی ہے ۔

۷۔ جنوری ۱۸۴۳ء۔ میجر اوٹرم سے میر رستم ذاتی واقفیت رکھتا تھا میرے ساتھ تھا۔ کل میر رستم نے ایک ایلچی بھیجا جس نے کہا کہ وہ آپ کا تابع اور فرمانبردار ہے ۔ میجر نے مجھ سے درخواست کی کہ میر رستم سے مجھے ملنے کی اجازت دیجائے میں نے اجازت دی اور کہا کہ آپ میر رستم کی یہ تشفی کر دینا کہ اُس کی ذات کو کچھ جوکھوں نہیں ہے وہ سلامت رہیگی۔ لیکن اطاعت و فرمانبرداری اُس کو دوبارہ صاحب دستار نہیں بنائیگی جس سے اُس نے خود استعفا دیا ہے اور میرے خیال میں ایسے استعفے پر سندھ کا امن و امان منحصر ہے ۔ میجر صاحب اس سے مل کر اس کے بیٹے کو ساتھ لے کر آئے میں نے بیٹے کے سامنے خوب اچھی طرح بیان کر دیا کہ تمہارا باپ بالکل سلامت رہے گا۔ وہ نئے عہدنامہ کے موافق مالک زمین رہے گا لیکن دستار جو امارت سے متعلق ہے وہ اُس کے پاس نہیں رہیگی میں امام غور کو جاتا ہوں کہ علی مراد کو اُس قلعہ میں قلعہ دار مقرر کروں۔ لیکن پیر دیرینہ سال خیرپور میں مراجعت کر سکتا ہے یا جہاں اُس کی خوشی ہو وہ امیر سے رنک کی طرح رہ سکتا ہے ۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس بات سے بیٹا مطمئن ہو گیا اس سبب سے میں خیال کرتا ہوں کہ بالائے سندھ بالکل پرامن رہے گا ۔

جنرل صاحب نے ریگستان میں بڑے سخت سفر کئے۔ توپوں کے ساتھ لیجانے میں بڑی دشواریاں اُٹھائیں۔ امیر یہ جانتے تھے کہ انگریز ایسے سفر نہیں کر سکتے بیشک اگر انگریزوں کے ساتھ اُن کے رہبر اچھے نہ ہوتے یا اُن کا مقابلہ کرنے والی توڑہ دار بندوقیں ہوتیں اور کنوے بند کر دیے جاتے تو اُن کو قلعہ امام غور تک پہنچنے میں بہت عرصہ لگتا ۔

سفر کی کیفیت جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری آنکھوں میں ہمارے کانوں میں ہماری ناکوں میں ہمارے حلقوں میں بالکل ریت بھری ہوئی تھی۔ دانت ریت کو پیس رہے تھے۔ ہم اپنے کپڑوں اور کھال کے درمیان ریت کا باریک جامہ پہنے ہوئے تھے۔ خشکی کے سبب سے ہمارے جوتوں میں سوراخ ہو گئے تھے۔ ہم جو چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جوتوں کی جگہ ریت کی ہتھیلیاں پہن لی ہیں۔ جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ امیر اپنے سپاہیوں کو دیجی میں جمع کر رہے ہیں تو میں نے حکم دیا کہ خیرپور میں میجر اوٹرم صاحب سے سب امیر یا اُن کے وکلاء ملاقات کریں تاکہ عہدنامہ کی مشکل آسان ہو ۔

۱۴- جنوری ۱۸۴۳ء کو میں پرسوں اُٹھا جاؤں اگر ڈیجی میں سپاہیوں کا اجتماع پراگندہ نہ ہوا تو میں اُن کو سزا دوں گا۔ یہ اجتماع غریب رنج و مرنجاں کسانوں کا نہیں ہے جنہوں نے حملہ آور سے لڑنے کے لئے نوکری کرلی ہو بلکہ وہ باقاعدہ قزاقوں کی قوموں کا جمگھٹ ہے۔ ان میں ہر ایک قوم کا جدا سردار ہے جس کا کوئی اختیار سوا اس کے نہیں ہے کہ وہ اس کو شرانگیزی و مفسدہ پردازی کے لئے لئے جائیں اُن کی کوئی خوشی سوائے شرارت اور گزند رسانی کے نہیں ہے اس وحشی ملک میں قزاقوں کی حکمرانی ہے میں ان کو وہی سزا دونگا جو قزاقوں کو دیجاتی ہے ؏

۱۵- جنوری ۱۸۴۳ء کو دس ہزار پونڈ باروت کے اُڑنے نے قلعہ امام غور کے ریزے ریزے کردئے اس میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ دوزخ کی آگ روشن ہورہی ہے۔ آگ سے دھنویں کے وہ بادل پر بادل اُٹھے تھے کہ شیطان کے تخت کے لئے زیبا تھے مجھے اس طرح غارت کرنے کا کام پسند نہیں لیکن عقل مجھ سے دو باتیں کو کہتی ہے اول اس سے کشت و خون کا انسداد ہوتا ہے اور یہ بہتر ہے کہ آدمی کے ڈھائے ہوئے مندر ڈھائے جائیں بہ نسبت اسکے کہ خدا کے بنائے ہوئے مندر مسمار ہوں دوم یہ قلعہ اس لئے بنایا گیا تھا کہ ظلم و ستم کے لئے استعمال کیا جائے آئندہ اُس کے کھنڈروں میں غلام بجائے جابروں کے پناہ گزیں ہوں گے۔ میں نے رات کو خواب دیکھا کہ میری خوبصورت پیاری ماں مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ کیا میں اُس سے جلد ملنے جاؤں گا۔ ہاں ہم سب پھر ملیں گے بشرطیکہ یہ ہولناک لڑائی کا کام مجھے جہنم واصل نہ کرے غالباً وہ نہیں کرے گا ؏

جنرل صاحب کو یہ اُمید تھی کہ جیسی میں نے بالائے سندھ میں ڈرپوک پولیسی سے کام چلا لیا ہے ایسے ہی کل ملک میں اپنا کام بنالوں گا۔ مگر بہت سے اثر جو پہلے معلوم نہ تھے وہ کل کاموں کو درہم برہم کر رہے تھے بلوچی امیر اور اُن کے پیرو بڑے جفاکش اور آتش مزاج تھے۔ جہاد۔ کافروں سے نفرت انگریزی کیمپ کے لوٹنے کی طمع یہ سب باتیں اُن کو جنگ پر برانگیختہ کرتی تھیں۔ انگریزی سپاہ کی قوت کو وہ خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ کابل میں اس کا قتل عام دیکھ چکے تھے اور اُس کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو شکست دے چکے تھے سب سے زیادہ ان باتوں کا اثر میر رستم پر تھا۔ اس نے ادھر جنرل سے اُس کے کیمپ میں آنے کا وعدہ کیا اُدھر ڈیجی میں جہاں اُس کے بیٹے بھتیجے تھے چلا گیا۔ جب میجر اوٹرم کمشنر اُس سے ملنے گیا تو ظاہر میں اُس کے پاس کچھ سپاہ نہ تھی مگر مخفی سپاہ جمع کر رکھی تھی اُس نے کمشنر کو اطمینان دلایا کہ وہ بالکل انگریزوں کا تابع اور فرمانبردار ہے نئے عہدنامہ کے فیصلہ کے لئے خیرپور میں جانے کا تقاضا اس پر کیا گیا تو تکان کا عذر کیا اور اپنا ایلچی بھیجکر پیچھے آنے کا وعدہ کیا مگر رات کو ڈیجی میں

پھر چلا گیا۔ یہ کام کچھ خوف سے نہیں کیا بلکہ پولیسی یہ سمجھی کہ کل بلوچی قوم کو اور اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو جنگ کے لئے آمادہ کرے اور خود صحرا کے کنارہ پر پھرتا ہے کہ جنگ میں شریک ہو یا انگریزوں کو اپنے تئیں حوالہ کرے جیسا موقع مناسب ہو ؏

جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میجر اوٹرم صاحب اپنے سب تحریرات کو فراموش کر کے میر رستم خان کا نا خوان اور علی مراد کا حجو پیرا ہوا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امیروں پر فوج کشی ہو۔ فتح محمد غوری کی رہائی چاہتا تھا گو اس کو پہلے انگریزوں کا دشمن لکھ چکا تھا۔ جنرل صاحب نے بڑے غصّہ میں آنکر میجر اوٹرم کو خط لکھا جس میں عہدناموں کی ساری تاریخ بیان کی اور بتلایا کہ لارڈ آگ لینڈ نے عہدناموں کے لکھانے میں بیوقوفی کی اب لارڈ ایلن برا اس کی صلاح عقلاً اور انصافاً کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کام کرنا چاہیئے کہ جس سے نیک گورنمنٹ کی ترقی ہو آسودگی انام اور رفاہ عام اور خلقت کو سکھ چین ہو ان باتوں کو صرف اس لئے قربان نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم کوشش کریں کہ ان ظالموں۔ شرابیوں۔ مکاروں۔ دغابازوں۔ سازش کرنیوالوں حقیر ذلیل امیروں کو اس لوٹ کا کچھ حصّہ دیں جو وہ ساٹھ برس سے ملک کو فتح کر کے تباہ اور خستہ حال رعایا سے جمع کر رہے ہیں۔ یہ قزاق سب کے سب خوش نصیب ہیں اگرچہ میں قطعی اس طریقہ پر تبرا بھیجتا ہوں جسکے موافق ہم اس ملک میں داخل ہوئے ہیں مگر وہ اس دیانت کے طریقہ کے مطابق ہے جس کے موافق کو ور سے تال پوری بلوچیوں نے ملک چھینا تھا۔ میں اس پولیسی پر بھی تبرا بھیجتا ہوں جو ان پاجی کمینوں کو اجازت دے کہ وہ ملک کو لوٹ کر اپنی عیاشی کے اسباب کو اس حال میں تیار کریں کہ ہم نے اس ملک کے ہر اشراف کو بہبودی کی امید دلائی ہو۔ میجر اوٹرم صاحب تم بہہ کہتے ہو کہ یہ امیر بچے ہیں احمق ہیں تو کیا آدمی اس لائق ہیں کہ جن کے لئے کل آبادی کے فوائد قربان کئے جائیں تاکہ وہ غارتگری اور لوٹ مار کرتے رہیں۔ کیا آدمی اس قابل ہیں کہ کسی قلمرو پر سلطنت کریں اگرچہ ہم نے یہاں آتے ہیں نا انصافی کی تو ہم کو اور رعایا کو اس نا انصافی سے تہذیب و شائستگی کے فایدے حاصل کرنے چاہیئیں

میں اپنے کام میں میروں کے اغراض کا کوئی جزو نہیں دخل کرتا اور سب امیروں میں میر رستم کو جانتا ہوں کہ وہ کوئی نیک یا مردانہ لیاقت نہیں رکھتا۔ میں کس لئے علی مراد کی حمایت کرتا ہوں۔ میں اسے بتاتا ہوں میں بہ نسبت اور امیروں کے اس کی نسبت کوئی اعلےٰ خیال نہیں رکھتا وہ کیا رستم سے بہتر ہے تاہم اس میں بہترین صفتیں ہیں جن میں سے ایک بھی کسی میر میں نہیں ؏

اوّل اُس کا اخلاق شاید بہ نسبت اوروں کے اچھا نہیں ہے مگر وہ شرابی نشہ باز نہیں۔ دوم اُس نے ہم سے پہلے بہادرانہ مخالفت کی مگر جب اُس نے جانا کہ یہ مخالفت بیفایدہ ہے تو ہمارا دوست ہوگیا۔ سوم اسوقت سے اُس نے ہماری خیرخواہی کے کام کئے ہیں جو کسی اور میر نے نہیں کئے۔ الا صفدر خان نے جس پر اُس کا کُنبا بڑا ظلم کرتا تھا ؛

میں اُن سب باتوں کو کتے کے آگے پھینکتا ہوں۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ علی مراد شیطان کا اوتار ہو۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ سب امیروں کا کوئی سردار اُن کے اپنے قاعدہ اور دستور کے موافق ہو سو علی مراد ہے۔ اگر لوگ اس کو قتل کرڈالیں گے تو وہ علی مراد سے علی ہوجاویگا ؛

یہ رئیس ہمارا غلام اور تابع ہے اُس کا اور ساری آبادی کا اور ہمارا ایک مقصود ہے کہ گورنمنٹ اچھی ہو ؛

ان امیروں کے عہدشکنی کرنے نے گورنرجنرل کو مجبور کیا کہ ایسا عہدنامہ لکھا ہے جسمیں اُن کو سزا ملے وہ تمام خراج معاف کرتا ہے اور اسکے عوض میں ملک لیتا ہے جس میں خطاداروں کو سزا ملتی ہے اور بے گناہ آدمی محفوظ رہتے ہیں ؛

۲۸۔ جنوری ۱۸۴۳ء کو میں نے حیدرآباد کے امیروں کو دھمکایا ہے اُنہوں نے اپنے وکیل بالکل اختیار دے کر اوٹرم صاحب سے ملنے کو بھیجے ہیں خیرپور کے امیر علیحدہ رہیں گے میں اُنکے پاس جاتا ہوں

۱۲ فروری کو حیدرآباد میں عہدنامہ پر امیروں نے دستخط اور مہریں میجر اوٹرم کی موجودگی میں کیں۔ جب میجر صاحب قلعہ سے جہاں اس عہدنامہ پر دستخط ہوئے تھے چلے تو ایک غضبناک گروہ نے اُن پر اور اُن کے افسروں پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ باندھی اسکو کشت و خون سے میجر صاحب کے ساتھ کے سپاہیوں نے جو امیروں کی سپاہ میں سے ساتھ تھے روکا۔ دوسرے دن امیروں نے اوٹرم صاحب کو اطلاع دی کہ بلوچی سپاہی ہمارے اختیار میں نہیں رہے۔ اگر آپ رزیڈنسی میں رہیں گے تو اُس کا نتیجہ جو کچھ ہو اُس کے جواب دہ ہم نہیں ہیں سپاہیوں نے ہمارے سب حکموں کو مانا لیکن میر رستم کے ساتھ جو لڑائیاں کی گئیں اور جنرل نے ہماری دارالسلطنت پر چڑھائی کرنے کے لیئے بالاستقلال سفر کیا اس سے بلوچیوں کو ایسا غصہ چڑھا کہ وہ اس کو روک نہیں سکتے

انگریزی رزیڈنٹ نے ایک اِنچ سرکنے سے انکار کیا۔ اور اپنے دروازے پر دوسرا پہرا بھی نہیں لگایا۔

۱۵۔ فروری کو رزیڈنسی پر تین طرف سے پیدل اور سواروں نے حملہ کیا اور چوتھی طرف دریا تھا۔

جہاں سے دخانی جہاز پر ایک کمپنی سپاہ نے انش باری کر کے بڑا کام کیا۔ تین گھنٹہ تک تھوڑی سی انگریزی سپاہ نے دشمن کی بہت سی سپاہ کا مقابلہ کیا کیونکہ آنے کی امید نہیں تھی بس اوٹرم صاحب جہاز میں اپنی سپاہ کو لے کر چڑھ گئے ۱۷ سپاہی مجروح و مقتول ہوئے ؛

اس [illegible] شدت سے بچایا گیا ۱۷ فروری ۱۸۴۳ء کو جنرل نیپیر کی تھوڑی سی سپاہ بس تین ہزار طاقتور سپاہیوں کی بلوچیوں کی بہت سی سپاہ بیس ہزار آدمیوں کے سامنے آئی جو حیدرآباد سے چھ میل کے فاصلہ پر میانی گاؤں میں مقیم تھی۔ تھوڑی دیر تک دونوں لشکروں میں ایسی بڑی لڑائی رہی کہ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون فتحیاب ہوگا۔ آخر کو ایک سخت جنگ کے بعد بلوچی میدان جنگ سے بھاگ گئے توپیں خیمے اور سامان سب چھوڑ گئے انگریزوں کو فتح ہوئی۔ بلوچیوں کے پانچ سو سے زیادہ آدمی مارے گئے اور انگریزوں کے ۲۵۷ سپاہی جن میں ۱۹ افسر تھے ؛

بلوچیوں نے اپنی دارالسلطنت حیدرآباد کے بچانے میں کوشش نہیں کی۔ ۲۰ فروری کو اس پر جنرل نیپیر نے قبضہ کر لیا۔ شہر کے قبضہ کرنے میں ایک بڑا نازک معاملہ پیش آیا کہ وہاں بلوچی اس پر آمادہ بیٹھے تھے کہ اگر ذرا بھی ہل چل ہو تو وہ سب اپنی عورتوں کا گلا کاٹ کر لڑ بھڑ کر اپنا کام تمام کریں اس لئے شہر میں سپاہی بہت آہستہ آہستہ گئے ؛

۲۴ فروری کو تین پرائز ایجنٹوں یعنے غنیمت کا مال جمع کرنے والوں کو بڑا خزانہ ہاتھ آیا کہتے ہیں کہ دو کروڑ روپیہ تھا ؛

بمبئی ٹائمز میں لسٹ صاحب نے چھپوا دیا کہ امیروں کی عورتوں کو افسروں نے خراب کیا اور عورتیں اُن کے خیموں میں رہتی ہیں لیکن تمام افسروں نے ایک نوشتہ پر اپنے دستخط کئے کہ یہ خبر غلط ہے اور سر سے پیر تک جھوٹ اور افترا ہے ایسا واقعہ یہاں ایک بھی نہیں ہوا ہے بلکہ اُس کے ہونے کا شبہ بھی نہیں ہوا ؛

اب ایک مشکل یہ پیش آئی کہ قیدی امیروں کے ساتھ سلوک کس طرح کیا جائے ان امیروں سے اب بھی خوف لگتا تھا وہ انگریزوں کے دشمن تھے مگر فتح کرنے والوں نے ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا۔ اول جنرل نے یہ کوشش کی کہ اُن کی عورتوں کی محافظت کی جائے اپنے سپاہیوں کے ہاتھ سے نہیں بلکہ امیروں کے وحشیانہ غیض غضب سے اس لئے کہ اُن کے زنانے قلعہ میں تھے۔ اور آٹھ سو بڑے زبردست دلاور تالپوری بلوچی اُن کے نگہبان تھے اور اُن کو حکم تھا کہ اگر ذرا سی بھی عورتوں کی بے عزتی ہو تو وہ اُن کا گلا کاٹیں اور لڑ کر

اخبار اسٹے لیں۔ مگر لائن صاحب نے اُن کا انتظام بہت اچھی طرح سے کردیا ہو

قیدی امیر دریائے سندھ کے قریب اُن کے سرسبز باغ میں بھیجدیئے گئے اور بہت سے تالپوری بلوچی اُن کی خدمت کے لئے مقرر کردئے۔ جو لائن صاحب کے پاس آتے جاتے تھے اور خبریں لاتے تھے۔ لیکن جنرل نے کہا کہ تم نے تو یہ حکم دیا تھا کہ انگریزوں کو قتل کرو لیکن میں تم کو قتل نہیں کروں گا۔ مگر جہاز کے اوپر تمہارے پاؤں میں بیڑیاں ضرور ڈالوں گا۔ اُس نے بیڑیاں تو نہیں ڈالیں مگر جہاز میں بٹھا کے جلاوطن کیا ہو

اُن کے خزانہ میں قریب تین کروڑ کے روپیہ علاوہ مستورات کے زیورات اور جواہرات کے تھا جنرل نے حکم دیدیا کہ عورتوں کے زیورات کے باب میں کچھ تحقیقات نہ کی جائے جس کے سبب سے اُن کے وحشی پہرے والے بلوچیوں کو اُنکے قتل کا بہانہ ہاتھ آئے۔ جنرل نے عورتوں کو تین دن آزادی دی کہ لونڈیاں اپنے گذارے کے لئے کچھ لوٹ لیں۔ وہ بہت سا روپیہ لوٹ کر لے گئیں۔ تمام عورتوں اور بی بیوں اور لونڈیوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے آقاؤں اور خاوندوں کے پاس چلی جائیں یا سندھ میں رہیں۔ انہوں نے دوسری بات پسند کی۔ اور کوئی عورت اپنے آقاؤں اور خاوندوں کے پاس نہ گئی۔ ابتک چھ امیروں نے اپنے تئیں حوالہ کیا تھا اور امیر میدان جنگ کے لئے تیار تھے ان سب میں بہادر امیر پور کا امیر **شیر محمد خان** تھا جس نے لڑنے والے بلوچیوں کو بلایا وہ آٹھ ہزار آدمی جمع ہوگئے کہ ایک دفعہ اور اپنے ملک کی آزادی کے لئے قسمت آزمائی کریں۔ حیدرآباد کے قریب موضع دبا میں شیر محمد نے اپنے مورچے جمائے اس میں بیس ہزار طاقتور سپاہی تھے۔ ۲۴۔ مارچ ۱۸۴۳ء کو جنرل نے پیر نے چھ ہزار سپاہ سے اُن پر حملہ کیا طرفین سے خوب آتشباری ہوئی بجائے اس کے کہ بلوچی مقابلہ بہادری سے کرتے وہ بلکہ شکست پاکر بھاگے اُن کے بہت آدمی مارے گئے اور انگریزوں کے دو سو ساٹھ سپاہی ضایع ہوئے

بس دُبا کی فتح سے فتح کرنے والوں کے ہاتھ میں کل ملک سندھ آگیا۔ شرقی صحرا میں امرکوٹ جو شہنشاہ اکبر کی جنم بھوم تھی وہ بھی آسانی سے فتح ہوگیا تباہ شدہ امیر کیا جلاوطن ہوئے یا مقید ہوکر بمبئی بھیجے گئے ملک سندھ میں اول جنرل نے پیر گورنر مقرر ہوئے پھر اُس کے بعد یہ ملک بمبئی پریسیڈنسی کے متعلق ہوا ہو

جنرل نے پیر امیران سندھ کی نسبت تحریر کرتے ہیں کہ امیر صرف بزور شمشیر حکومت کرتے تھے سوائے تلوار کے کوئی اور قانون نہ تھا۔ بلوچی اُن کے سپاہی تھے اور سندھی اور ہندو اُن کے رعایا تھے جو اُن کی قربانیاں تھیں۔ میانی کی لڑائی تک ہر بلوچی اپنی خوشی یا مطلب کے لئے سندھی یا ہندو کو قتل کرڈالتا تو اُس کو سزا کچھ نہ ہوتی خاص کر

حب عورتوں کا اس قتل سے کچھ تعلق ہو۔

تمام امیر بردہ فروشی کی تجارت بڑی وسعت کے ساتھ کرتے تھے اُن کے اتحت جاگیردار لونڈی غلاموں کو بیچنے کے لئے باہر لے جاتے تھے اور اندر لاتے تھے امیر اپنے لئے شکارگاہیں بناتے تھے جن کے سبب سے ساٹھ سال کے اندر ایک چوتھائی ملک نہایت سرسبز و شاداب ویران ہوگیا۔ جس کا طول پانچسو میل اور عرض ۱۰ میل سے ۳۰۰ میل تک تھا۔ اپنے ایک آٹھ برس کے لڑکے کے لئے شکارگاہ بنانے میں بہت سے ماہل دہات کے دہات ویران کر دیئے تھے اُن کے دل پر اس کا ایسا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک انگریز کے دل میں شہد کی مکھیوں کے چھتے میں دھنواں کرنے سے۔ وہ ہندؤں اور سوداگروں سے روپیہ شکنجہ فرسائی کر کے بالجبر لیتے تھے وہ مزدوروں اور اہل حرفہ پیشہ سے کام بیگار میں ازراہ زبردستی لیتے تھے۔ ہر روز کی مزدوری میں سوا یا ڈیڑھ آنہ دیتے تھے جو مزدوروں کی مزدوری کا دسواں حصہ ہوتا تھا اور اکثر کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ وہ اُن کے روپیہ دینے میں دغابازی بھی کرتے اُن کے تعدی و جبر کی نوبت یہاں تک پہونچی تھی کہ جب سر چارلس نیپیر نے سندھ فتح کیا ہے تو اُن کو ایک معمار یا نجار یا کوئی اور دستکار نہیں ملا سب دور دور ملکوں میں بھاگ گئے تھے۔ امیر تجارت کے بھی مانع تھے تاجروں اور سوداگروں پر ظلم و ستم کرتے تھے۔ اُن کو یہ پسند نہ تھا کہ پردیسی اُن کے ملک میں آئیں کہ وہ اُن کی عملداری کا اور بادشاہوں کی عملداری سے مقابلہ کریں اُن کو یہ اندیشہ لگتا تھا کہ اُن کی رعایا سے وہ بیان کر دیں کہ جو تم سختی اور تشدد کو اُٹھاتے ہو اُن کو سوائے سندھ کے کہیں اور کوئی جانتا بھی نہیں۔ آخر کو اُنھوں نے دریاے سندھ کی اُس نہر کو بند کر دیا کہ ہمسایہ کی ریاست کچھ کی آب پاشی اُس سے نہ ہوسکے جس سے وہ سرسبز و شاداب ہو۔

امیروں کے ان سب الزامات کی نسبت میجر اوٹرم صاحب بیان کرتے ہیں کہ بالکل حسد اور کینے کے سبب سے جھوٹے گھڑے گئے ہیں اُنہوں نے اپنی کتاب میں ہر الزام کو بدلائل امیروں پر سے دفع کیا ہے جنرل صاحب اور میجر صاحب کی تحریروں میں بڑا تخالف ہے۔ میجر صاحب سندھ میں اُسوقت پولیٹکل ایجنٹ تھے کہ انگریزوں کی سپاہیں افغانستان جاتی تھیں اور یہ امیر دوستانہ خدمات اور برتاؤ انگریزوں کے ساتھ کرتے تھے جن کے سبب امیروں کے ساتھ مروت کرنا بمقتضائے طبع بشری تھا۔ جنرل صاحب کے برتاؤ کو جو امیروں کے ساتھ تھا کب اُسے انصاف اور عدل جان سکتے تھے وہ سب طرح سے امیروں کے طرفدار تھے اور اس طرح سے اُن کی بربادی کو ظلم اور اپنی قوم کے محاسن اخلاق کی تذلیل و تحقیر جانتے تھے جنرل صاحب بھی اس اپنی فتح کو کمینگی کا کام جانتے تھے مگر نہایت

مفید و بکار آمد۔ یہ بات وہ بڑی سچ کہتے تھے۔ اس کے برخلاف لارڈ ایلن برا یہ استدلال کرتے تھے کہ صحیح پولیسی اور برٹش کی عزت کے خلاف یہ امر ہے کہ افغانستان سے سپاہ کے واپس آنے کے بعد ملک سندھ سے سپاہ واپس بلالی جائے۔ امیروں نے تجارت کے عہدنامہ کے بعض شرایط میں عہدشکنی کی۔ انہوں نے سپاہیں اپنے دستور کے خلاف ناجائز سبب سے جمع کیں۔ انہوں نے خطوط بغاوت انگیز لکھے۔ امیر رستم کے وزیر نے دشمنی کے کام کئے اس کا آقا اس اپنے ملازم کے کاموں کا جواب دہ تھا۔ ان وجوہ سے یہ امر ضرور تھا کہ امیروں کو ایک نئے عہدنامہ کے منظور کرانے سے سزا دیجائے امیروں نے بجائے اس کے کہ اس نئے عہدنامہ کے شرایط کے ماننے سے علانیہ انکار کرتے نئی شرایط کو مان لیا مگر اپنے ان اقراروں سے جنرل کو فریب اور دھوکا دیا جس کی سپاہ پر وہ دغا کرکے حملہ کرکے غارت اور تباہ کرنے کو تھے ایسے طریقہ اور روش کے واسطے قابل یادگار سزا دینا ہی مکافات ہو سکتی تھی سپاہی کے جنگ کے بعد تدابیر کا آدھا کرنا اور آدھا نہ کرنا ممکن نہ تھا امیر خود سندھ میں پردیسی تھے جو قومی یا اپنے قدیمی قبضہ کا دعوے نہ کرسکتے تھے۔ اس لئے وہ معزول کئے گئے اور سمندر کے پار بھیجے گئے اور اُن کے ملک منضبط کا ایک حصہ پہلے ملک کے مالکوں نواب بہاول پور اور جودھ پور اور جیسل میر کے راجاؤں کو دیا گیا اس کا انصاف کہ یہ جنگ انصاف اور ایمانداری پر مبنی تھے یا نہ تھی پڑھنے والے خود فیصلہ کرلیں گے۔ مگر سب کا ماحصل یہ ہے کہ جو پولیسی اختیار کی گئی اُس سے کوئی ملک کے لئے برائی نہیں پیدا ہوئی بلکہ یہ بھلائیاں ہوئیں کہ بردہ فروشی ملک سندھ سے جاتی رہی امن وامان چین چان اور عمدہ انتظام ایک کارگر پولس نے بہت طرح سے ایسا قایم کردیا جس سے علے العموم رعایا کی رضامندی اور بہبودی و خوشنودی ہو ؏

کرنیل اوٹرم صاحب بڑے سچے عیسائی بڑے شجاع سپاہی اور دانشمند مدبر ملکی تھے سندھ کی لڑائی کی پولیسی کو وہ ناپسند کرتے تھے گو اس کو وہ روک نہیں سکتے تھے خیرپور کے امیر رستم خاں کو وہ بہت عزیز رکھتے تھے اس کی عمر بچاسی سال کی تھی سالوں کے بوجھ سے اس کی عمر جھک گئی تھی اس پر جو تشدد ہوتا تھا اور ناحق اس پر جو الزام لگائے جاتے تھے اس کی وہ حمایت کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ یہ امیر انگریزوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے اور اس نے انگریزوں کے ساتھ بہت دوستی کے کام کئے ہیں جب اس بوڑھے کو جس کو برٹش گورنمنٹ نے ساڑھے تین کوڑی برسوں سے ہمیشہ اعزاز اور احترام کے ساتھ خط و کتابت سے مخاطب کیا ہو خطوط بغیر القاب و آداب کے لکھے جاتے تھے جن کے سبب سے وہ کہتا تھا کہ اس کا منہ کالا ہوگیا اس کے سفید بالوں کی کچھ عزت نہیں رہی۔ اس پر یہ تہمتیں تھوپی جاتی تھیں کہ وہ انگریزی لشکر پر شب خون مارے گا۔ مسلح سپاہ کو جمع کر رہا ہے کہ انگریزی لشکر پر دست درازی کرے اور اور

باتیں کہی جاتی تھیں۔ جن کو اپنی مروت محبت اور اشراف کے سبب سے کرنیل اوٹرم رد کرتے تھے اُنکو ایک امیر مرنے لگا ہو تو اپنا ایک بیٹا حوالہ کر گیا۔ جب وہ لڑائی میں گرفتار ہوا تو اُس کی رہائی کے واسطے اُنہوں نے بڑی سعی کی اور اُس کی صلاح اور فلاح میں ایسی کوشش کی جیسی کہ باپ کرتا۔ جب سندھ کی لوٹ کا روپیہ انعام میں تقسیم ہونے لگا تو اُنکے حصّہ میں ساٹھ ہزار روپیہ آیا۔ اُنہوں نے اس لوٹ کے روپے کا نام سندھ کا خونی روپیہ رکھا تھا۔ اُنہوں نے اس انعام کے لینے سے انکار کیا اور اُس لڑکے کو دینا چاہا جس کا اوپر ذکر ہوا تا کہ سندھ کی لڑائی میں جو گناہ کیا گیا ہے اُس کا کفارہ ہو۔ اور مظلوم امیروں کی دادرسی ہو۔ مگر ڈاکٹر ڈوف نے اُن کو صلاح دے کر اور گورنمنٹ سے خط و کتابت کر کے اُس روپیہ کو ہنری لارنس اے سائلم میں گوروں کی اولاد کی تعلیم کے لئے اور اور عیسائی مدرسوں میں تقسیم کر دیا ؎

جنگ گوالیار

اس لڑائی کا حال زیادہ تر نامور مورخ اڈورڈ تھارنٹن صاحب کی برٹش امپائر انڈیا سے اخذ کرکے لکھتا ہوں اور اُن پر کپتان ٹروٹر صاحب کی تاریخ وکٹوریا رین اور ہوپ صاحب کی تاریخ سینڈ ھیا سے بعض بعض مضامین کا اضافہ کرتا ہوں ؏

عہدہ رزیڈنسی اور دربار گوالیار کی تشریح

اس لڑائی کے بیان سے پہلے عہدہ رزیڈنسی اور دربار گوالیار کے معانی سمجھ لینے چاہئیں برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدوں میں سے ایک عہدہ رزیڈنٹ کا بھی ہے جو کسی بڑے خوش نصیب عالم کو ملتا ہے اس کا ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ لوٹری میں چھٹی کا کسی کے نام نکل آنا۔ رزیڈنٹ ہندوستانی ریاستوں کے دارالسلطنت میں یا اُس کے قریب کسی بڑی سرکاری رفیع الشان کوٹھی میں رہتا ہے اور اُس کا مشاہرہ پچاس ہزار روپیہ سالانہ سے لیکر لاکھ روپیہ سالانہ تک ہوتا ہے وہ ریاست میں گورنر جنرل کا قایم مقام سمجھا جاتا ہے وہی درجے اور مرتبہ میں مہاراج کے بعد ہوتا ہے۔ جب کوئی حاکم رزیڈنٹ مقرر ہوتا ہے تو گورنمنٹ کی طرف سے اس کو یہ ہدایتیں ہوتی ہیں کہ ریاست کے دربار میں جو مخالف فریقوں کے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اُن میں سے کسی کی طرف نہ ہونا اور ملک کے اندرونی انتظامات میں دخل اندازی نہ کرنا۔ ہاں اگر کسی باب میں رئیس صلاح و مشورہ پوچھے تو اُس کو صلاح دینے کی اجازت ہے مگر بغیر استفسار نہیں۔ افسوس ہے کہ سب رزیڈنٹ بہت بازی سے ان ہدایتوں کے پابند نہیں ہوتے ؏

دربار گوالیار ایک مجلس شورے ہوتی ہے جس کا صدر انجمن مہاراجہ ہوتا ہے اگر وہ نابالغ ہوتا ہے تو مہارانی یعنے راجہ کی ماں پس پردہ صدر انجمن ہوتی ہے اور اس مجلس کے اراکین یہ ہوتے ہیں۔ ریاست کے امرائے موروثی اور بڑے پنڈت۔ عالم اور سپاہ کے افسران اعلےٰ جو اکثر پرتگیز اور اہل اٹلی عیسائی ہوتے ہیں اور اُن ممبروں کے خاص اختیارات اُن کے عہدوں کے متفاوت مدارج کے موافق ہوتے ہیں۔ اُن ممبروں

میں اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ وہ سرکاری کاموں میں کوئی عملی حصہ نہیں لیتے - مہاراج کی سالگرہوں اور تیوہاروں اور سیاہ کے معائنوں کی تقریبات میں بلانے سے آتے ہیں - مگران ممبروں کی گروہ کی راے ریاست کی مسلمہ رائے سمجھی جاتی ہے - وہی نائب الریاست یا مدارالمہام کے مقرر اور معزول کرنے کا اختیار رکھتے ہیں - بڑی بات قابل یاد رکھنے کے یہ ہے کہ دربار کے کام مہاراج ہی کے ساختہ پرداختہ سمجھے جاتے ہیں - اگر راجہ کم عمر ہو تو اُس کی قایم مقام مہارانی جو اُس کی ماں ہو مانی جاتی ہے - ہم جس وقت کا ذکر لکھتے ہیں اُس میں دونوں مہاراجا اور مہارانی کم عمر تھے ؛

دربار کے ممبروں کا حال

اس دربار کے تین ممبر بڑے صاحب لیاقت تھے ایک باپو سنتولیا جو امارت میں سب امرائے ریاست سے بڑھے ہوئے تھے مگر کام کرنے کی عادت نہیں رکھتے تھے دوسرے رام راؤ پھلکسا یا پھلتیا جو اپنی نوجوانی میں مرہٹہ کنٹنجنٹ کے افسر بن کر لارڈ لیک کے ماتحت اُن کے دشمنوں سے لڑے تھے اور اپنے حسن خدمات کا صلہ بھی برٹش گورنمنٹ سے بہت کچھ پایا تھا - تیسرے دادا خاص جی والا تھے - جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کو اس حال میں ایک کروڑ روپیہ دلوا دیا تھا کہ اس کا خزانہ خالی تھا اُن کا یہ لقب اس سبب سے تھا کہ ریاست کے کل جواہر اُن کے پاس رہتے تھے اور وہ محل کے کاموں میں بھی دخل رکھتے تھے اور محل میں بے تکلف آتے جاتے تھے ؛

معاملات گوالیار

افغانستان میں لڑائی کی آگ بڑی بھڑکی تھی وہ بجھی ہی چکی تھی کہ اُسکی چنگاریاں ملک سندھ میں چمکنے لگیں - ابھی یہاں وہ بالکل خاکستر نہیں ہوئی تھیں کہ ریاست گوالیار میں اپنے شرارے دکھانے لگیں برٹش گورنمنٹ کو اسی سال میں کہ سرکار انگریزی کی عملداری میں ملک سندھ کو اضافہ ہوا تھا اور سر چارلس نے پیر اُس کے انتظام میں مصروف تھے کہ یہ گوالیار کا تردد پیش آیا - مارکوئس ولزلی اور مارکوئس ہسٹینگز کے زمانہ میں دولت راؤ سیندھیا سے عہد نامہ ہوا تھا وہ ۱۸۲۷ء میں لاولد مر گیا اور اُس نے کوئی متبنی بھی نہیں کیا تھا - مہارانی بیجا بائی اُسکی جانشین ہوئی اس نے اپنے شوہر کے سب سے قریب رشتہ دار جنکوجی راؤ سیندھیا کو متبنیٰ کیا وہ اپنی سترہ برس کی عمر میں ۱۸۳۳ء صاحب اختیار ہوا - مہارانی سے لڑ جھگڑ کر اُس نے ریاست کے اختیارات لے لئے مہارانی آگرہ میں چلی آئیں اور اپنی پنشن کے انتظار میں برسوں بیٹھی رہیں - اندر ہی اندر اُس کے لئے تجویزیں ہوتی رہیں کہ ۷ فروری ۱۸۴۳ء

میں مہارانیہ جن کوجی راؤ سبندھیا دفعتاً سرگباشی ہوا وہ لاولد تھا اور اُس نے اپنا کوئی متبنےٰ بھی نہیں کیا تھا کہ وہ دستور کے مواقف اس کا جانشین ہوتا۔ اُس کی بیوہ ناراباؤ بارہ برس کی تھی اُس نے بھگیرت راؤ کو جو اُس کے شوہر کا سب سے زیادہ قریبکا رشتہ دار تھا دربار کے صلاح اور شورے سے متبنےٰ کیا اور وہ دستور کے موافق گدی پر بیٹھا۔ اسوقت مہاراج کی عمر آٹھ برس اور مہارانی کی عمر تیرہ برس کی تھی ان عمروں میں ریاست کے کاروبار وہ خود نہیں کرسکتے اس لئے مدارالمہام بنے راج مسری کا مقرر ہونا ضرور تھا۔ کرنیل سپائرس صاحب رزیڈنٹ نے مہاراج متوفی کے ماموں ماما صاحب کو مدارالمہام مقرر کیا اور اس تقرر پر گورنر جنرل نے بھی خاموشی اختیار کی ماما صاحب کے بہت رقیب اور دشمن تھے۔ مشرقی درباروں کا دستور ہے کہ جو شخص آگے قدم بڑھاتا ہے وہ اس شخص کا دشمن ہوتا ہے جسکو وہ یہ جانتا ہے کہ وہ میری پیش قدمی کا سدراہ ہوگا۔ مگر رزیڈنٹ کا رعب داب ایسا غالب تھا کہ ماما صاحب مدارالمہام مقرر ہوگیا اور مہاراج جس روز گدی پر بیٹھے اس کو اس عہدہ کا خلعت مل گیا ؎

اس تقرر سے برٹش گورنمنٹ کی تو منہ مانگی مرادیں مل گئیں لیکن ماما صاحب کو جب سے یہ عہدہ ملا اُس کے اکھیڑ پچھاڑ میں اُس کے رقیب تدبیریں کرنے لگے۔ ایک عورت نرنجن مہارانی کا ناک کا بال تھی وہ اس پر بالکل مسلط تھی وہ مدارالمہام سے سخت عداوت رکھتی تھی وہ محل سے نکالی گئی۔ مگر اُس کا بڑا اثر جو مہارانی کے دل میں بیٹھ گیا تھا وہ نہیں نکالا گیا (ہوپ صاحب نرنجن کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ لونڈی تھی۔ مگر وہ بلا کی بنی ہوئی تھی کہ اس کے خوبصورت لمبے بال کالے ناگ کا حکم رکھتے تھے اور اُس کے سفید دانت سور کی تھوتھنی کا کام دیتے وہ محل کی چار دیواری سے باہر نہیں جاسکتی تھی) سپاہ کی حالت سب سے بڑا اثر ریاست پر کررہی تھی۔ تین پیادوں کی پلٹنوں کا ایک برگیڈ جس میں ایک پلٹن کا افسر ایشور سنگہ تھا جب وہ اپنی پلٹن کو لے کر مالوہ میں گیا تو بڑے ظلم وستم کرتا گیا رزیڈنٹ کے بیانات کے موافق ایشور سنگہ کو حکم بھیجا گیا کہ وہ اپنی پلٹن کو جہاں ہو چھوڑ کر تنہا یہاں چلا آئے اس کے لئے تجویز یہ تھی کہ چپ چاپ آجائے تو عہدہ سے معزول اور مقید کیا جائے ؎

یہ حکم ایشور سنگہ کے خیال کے موافق تھا وہ اپنی پلٹن سمیت کیمپ میں آیا جس نے اپنے برگیڈ کی دو پلٹنوں میں بدخواہی کا بڑا اثر پھیلایا۔ یہ برا اثر بغاوت کا جو برگیڈ میں پھیلا تو رزیڈنٹ اُس کی فوراً سزا دینی چاہتا تھا اُس نے اس سزا دینے کے لئے انگریزی سپاہ کی امداد کی تجویز پیش کی ماما صاحب نے عرض کیا کہ میں رزیڈنٹ صاحب کے ارشاد کی تعمیل کے لئے تیار ہوں لیکن میں اس امر کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ کام بغیر برٹش گورنمنٹ کی مدد کے سرانجام پائے۔ کیونکہ انگریزی سپاہ کے آنے سے کل لشکر میں ایک ہلچل پڑجائے گی مگر یہ کام ایک مہینے یا چھ ہفتے کے التوا سے ہوگا۔

اس عرصہ میں سپاہ کو تنخواہ دیدی جائیگی جس کے بغیر وہ گورنمنٹ کا کام سرانجام نہیں دیگی۔ گورنر جنرل آگرہ میں تشریف فرما تھے اُن کو یہ اطلاع دیگئی۔ جس سے اُن کو اطمینان ہوا کہ اب انگریزی سپاہ کو گوالیار جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پہلے اُن کا یہ خیال تھا کہ سپاہ کا جانا ضرور ہوگا۔

ماما صاحب کی مدار المہامی تو بہت تھوڑے عرصہ گذرا تھا کہ مہارانی نے اپنی حوالی موالی سے سازش کر کے ماما صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اچانک ۱۰ مئی کو مہارانی کی طرف سے رزیڈنٹ صاحب کے پاس پیغام آیا کہ میں ماما صاحب کی بھتیجی سے مہاراجہ کا بیاہ کرنا چاہتی ہوں کہ یہ رسم ٹیکے کی ادا ہوگی اور وہ ادا ہوئی۔ معاملہ کا اس طرح بدلنا عجیب و غریب تھا مگر اس کے بعد جو وہ کایا پلٹ ہوا وہ پہلے سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا۔ ۱۸ مئی کو مہاراجہ اور ماما صاحب کی بھتیجی کا بندھنا ماما صاحب کے حق میں تریاق معلوم ہوتا تھا۔ مگر ۲۱ مئی کو اُن کے حق میں زہر ہوا۔ اس تاریخ مہارانی نے کیمپ میں تمام سرداروں کو سوائے ماما صاحب کے جمع کیا اور پیچھے رزیڈنٹ صاحب کو خریطہ بھیجا جس میں مدار المہام ماما صاحب کی شکایت لکھی اور اُس کے برخاست ہونے کی درخواست کی رزیڈنٹ صاحب اُس کے مانع ہوئے مگر اُس کا اثر کچھ نہ ہوا۔ ماما صاحب کو حکم ہوا کہ لشکر گوالیار میں رہنے نہ پائیں اُن کو یہاں سے سفر کرنا پڑا۔

مشرقی سازشوں کی تشریح و توضیح سوائے اُن لوگوں کے جو اُنکے کرنے میں شریک ہوتے ہیں شاذ و نادر ہی کوئی شخص کر سکتا ہے اور اکثر مثالوں میں یہ سازش کرنے والے بھی سازش کی اور اپنے چال و چلن کی توجیہ معقول نہیں بیان کر سکتے ہیں اس لئے ان سازشوں کی تحقیقات کرنی عبث ہے جن میں اول ماما صاحب عز و جاہ کی معراج پر چڑھایا گیا اور پھر وہ ذلت و خواری کی تحت الثریٰ میں اوندھے منہ پھینکا گیا۔ مگر یہ بات صاف ہے کہ برٹش گورنمنٹ کا رعب و داب و اثر کم تھا۔ مدار المہام کو برٹش گورنمنٹ کا سہارا فقط زبانی تھا ماما صاحب اس طرح برطرف کیا گیا کہ کوئی ذلیل سے ذلیل نوکر بھی موقوف نہیں ہوتا۔ صرف اس مخالف فریق کے سبب سے جس کی سرغنہ ایک عورت تھی۔ جس کی عمر اتنی تھی کہ یورپ میں اس عمر کی عورت نہایت خفیف امور سلطنت میں بھی کچھ اختیار نہیں رکھ سکتی۔ تعجب یہ ہے کہ مدار المہام کی اعانت اس سپاہ نے کچھ نہیں کی جس کو چند مہینے ہوئے کہ اُس نے سرکش برگیڈ کی سزا دینے کے لئے تیار کیا تھا۔ رزیڈنٹ نے گورنر جنرل سے درخواست کی کہ ضرورت کی حالت میں وہ آگرہ سے سپاہ کو مدار المہام کی حمایت کے لئے بلالے مگر گورنر جنرل نے اسے منظور نہیں کیا اور یہ بیان کیا کہ کسی دوست کی ریاست میں اندرونی فسادوں میں مداخلت کرنے کے لئے سپاہیوں کو اس لئے بھیجنا کہ قوت انگلشیہ کا پسند کیا ہوا آدمی انگریزی سپاہ سے معاملہ کا تصفیہ کرے ایک بڑا امر اہم عظیم الشان ہے۔

گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو جس مہینے میں اپنے ارادہ سے مطلع کیا تھا بڑے زور سے یہ لکھا کہ کسی حالت میں گورنر جنرل یہ نہیں چاہتا کہ بغیر اس کی خاص ہدایت کے ایک سپاہی بھی سرحد پر قدم رکھے ٭

گورنر جنرل نے سپاہیوں کے بھیجنے سے انکار کیا مگر مراسلت میں انہیں رزیڈنٹ کو صلاح دی کہ برٹش گورنمنٹ ماما صاحب کی موقوفی پر صرف اس وجہ سے نہیں رضامند ہوگی کہ مہارانی اس کو موقوف کرنا چاہتی تھی وہ اس لئے موقوف ہوا بلکہ وہ چاہیگی کہ اس کی موقوفی کی اور وجوہ اور دلائل معقول بیان کی جائیں۔ رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ ماما صاحب کے جانشین سے بغیر گورنر جنرل کی ہدایتوں کے کسی طرح کی خط و کتابت نہ کرے اور یہ حاکمانہ اصلاح دی گئی کہ مہارانی اور سردار اپنے دل میں اس بات کو یاد رکھیں کہ انگریزی عملداری اور گوالیار کی سرحدیں آپس میں ملی جلی ہیں یہ امر اہم مہتم بالشان ہے کہ گوالیار میں ایسی گورنمنٹ موجود ہونی چاہیئے کہ وہ طول طویل سرحد پر امن اور عافیت رکھنے کے لئے رضامندی اور قابلیت رکھتی ہو برٹش گورنمنٹ یہ امر ہرگز نہیں جائز رکھے گی کہ گوالیار میں ایسا سست نظام ہو کہ جس سے سرحد پر غارت اور لوٹ کھسوٹ کی عادت پیدا ہو اس کا فرض حاکمانہ اپنی رعایا کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے اثر و رعب و داب کو سب طرح سے عافیت عامہ کے قائم رکھنے کے لئے کام میں لائے اس کا اصلی مقصد اس مقصود کا حاصل کرنا ہے۔ یہ امر نہایت اطمینان خاطر کا سبب ہوگا کہ برٹش گورنمنٹ ریاست گوالیار کو ایسا دوستانہ شریک و معاون بنا کے اس کام کو کرے اور یہ قوی امید ہے کہ ماما صاحب کی مدار المہامی میں یہ کام اچھی طرح انجام پاسکے گا۔ بہر حال امن و عافیت عامہ کا برقرار رکھنا ناگریز اور لازمی ہے اور ریاست گوالیار کی بدنظمی سے کوئی خلل اور فساد پیدا ہو تو اس کی جواب دہی اسی کے ذمے ہے ٭

گورنر جنرل کے یہ اظہارات نہایت عمدہ تھے اگر اس کے ساتھ کوئی سپاہ کا برگیڈ ہوتا تو وہ زیادہ تر موثر ہوتے۔ مشرق میں قاعدہ ہے کہ خالی دلائل خواہ کیسی پرزور و متین ہوں مگر اس کے ہمراہ سپاہ کا زور نہ ہو تو اس کا اثر کچھ نہیں ہوتا۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ میرے خیال میں یہ ناممکن ہے کہ میں ماما صاحب کو صرف اپنی جتھوں سے بحال کراسکوں بے شک رزیڈنٹ کا خیال صحیح تھا ٭

گورنمنٹ کی ہدایتوں کے موافق رزیڈنٹ گوالیار سے باہر جانے کے لئے ایک موسم کے واسطے تیار ہوا تو مہارانی اور اس کے ہوا خواہوں کے پیٹ میں چوہے دوڑے اور ان کو فکر و تردد پیدا ہوا۔ جب کسی برائی سے کسی گروہ کو تکلیف پہونچائی جاتی ہے تو اکثر اس کی حرکت سے فضول خوف پیدا ہوتا ہے اب رزیڈنٹ کے چلے جانے کی تحقیقات شروع ہوئی۔ مشرقی درباروں میں دستور ہے کہ نہایت ادب کے ساتھ خالی اقرار کئے

جلتے ہیں۔مہارانی کی طرف سے رزیڈنٹ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ مہاراجا اور مہارانی کو اپنے بچے جانیں اور اگر فرزندانہ اطاعت میں کوئی قصور ہوا ہو تو آپ اور گورنر جنرل پدرانہ محبت سے معاف فرمائیں لیکن ماما صاحب کو پھر بحال نہیں کیا۔اس عرضی کا جواب رزیڈنٹ نے روکھا پھیکا دیا۔ بس کے معنے کچھ اور تھے اور وہ خود دھولپور چلا گیا ہے٭

گورنمنٹ نے جو اصول عدم مداخلت کا اختیار کر رکھا تھا اُس کی پابندی مشکل تھی۔ ماما صاحب سرونج میں چلا گیا تھا اور یہ خوف تھا کہ گوالیار کا دربار اُس کی گرفتاری میں کوشش کرے گا ماما صاحب کی معزولی میں گورنمنٹ کے چپ چاپ رہنے سے اس کی قدر و منزلت میں فرق آیا تھا۔ شروع میں اُس کے مقید ہو جانے سے اُس کی اور بیٹی ہوئی تھی۔ ۳۰۔جون کو گورنر جنرل نے ظاہر کیا کہ وہ ماما صاحب کے معاملہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اور رزیڈنٹ کو چاہئیے کہ وہ ماما صاحب خواہ سرونج میں رہے یا کہیں اور اس سے کچھ تعلق نہ رکھے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ گورنر جنرل کو یہ ثابت ہو گیا کہ ماما صاحب کو اپنے عہدہ کی لیاقت نہیں ہے وہ نہ مردوں نہ عورتوں میں انتظام کر سکتا ہے اور گوالیار کی مدار المہامی میں دونوں طرح کی لیاقت کی ضرورت ہے٭

اب ۱۳۔جولائی کو گورنر جنرل نے دوسری طرح کا حکم صادر فرمایا کہ اگر ماما صاحب کی ذات کے لئے ذرا سا بھی خوف ہو تو وہ مہارانی کو ان دہشت ناک الفاظ میں مخاطب ہو کہ اگر ریاست گوالیار کا ایک سپاہی بھی عملداری انگریزی کی سرحد میں قدم رکھے گا تو وہ یہ خیال کیا جائے گا کہ انگریزی عملداری پر حملہ کیا گیا ہے۔ اور اس کو وہ سزا دیجائے گی جو حملہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اس دھمکی کے ساتھ اس میں امیران سندھ کی سزا کی مثال دی گئی جو برٹش گورنمنٹ کے دشمن تھے اس چھٹی کی نقل مہارانی کے پاس بغیر مدار المہام کے بھیجی گئی یہ طریقہ بالکل اس اصول کے خلاف تھا جو چند مہینے پہلے مقرر ہوا تھا کہ مہارانی کو کچھ اختیار نہ تھا۔ اور کل اختیارات کا مرکز مدار المہام تھا جس کے ساتھ اب خط و کتابت ترک کی گئی۔مہارانی نے اس چھٹی کے جواب میں عرض کیا کہ ماما صاحب پر کسی حملہ کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور مدار المہام نے بھی یہی جواب دیا ہے٭

اس باب میں سازشوں کا مفصل لکھنا مشکل ہے اور وہ دلچسپ بھی نہیں ہے اس کا یہ مختصر بیان کافی ہے کہ جس شخص نے ماما صاحب کو معزول کرایا اور بالکل صاحب اختیار ہو گیا اس کا نام دادا خاص جی والا تھا۔یہ کوشش کی گئی کہ مہارانی کے باپ کو امورات سلطنت میں اختیارات حاصل ہوں اور ہر معاملہ میں اس سے صلاح پوچھی جائے۔ مگر دادا خاص جی والا نے کہا کہ حکومت کے اس طرح تقسیم ہونے سے غالباً بہت سی

برائیاں پیدا ہوگئیں اس سبب سے وہی مختار کل رہا +

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ سلطنت کا کل اختیار سپاہ کے ہاتھ میں تھا لشکر میں بیس ہزار سپاہی تھے جو ریاست کی محافظت کی ضرورت سے زیادہ تھے اور ریاست کی آمدنی اس کے خرچ کے لئے کافی نہ تھی وہ اُس کی آمدنی کو بیٹھے ہوئے اسی طرح کھاتے تھے جیسے کہ لیٹرے۔ اس سپاہ میں افسر فرنگی یا ہندوستان نا فرنگی تھے مگر سپاہیوں اور افسروں میں تعلق معکوس تھا کہ سپاہی خود حاکم بن کر افسروں کو سزا دیتے تھے +

اب برٹش گورنمنٹ کی آہستگی کے ساتھ اس طرف توجہ ہوئی کہ ریاست گوالیار میں جو بدعملی اور بے انتظامی ہو رہی ہے جس سے اندیشہ ہے کہ انگریزی عملداری کی امن و عافیت میں خلل پڑے اگر او رو سایل سے اُس کے دور کرنے میں کامیابی نہ ہو تو سپاہ سے اس میں مداخلت کرنی چاہیئے۔ ۱۰ اگست ۱۸۴۳ء کو گورنر جنرل نے یہ ایک فقرہ اپنی تحریر میں اور زیادہ کیا کہ گوالیار میں فی الحال مدار المہام کی نئی تبدیلی ہوئی ہے جس سے وہ مدار المہام معزول ہوا ہے جس کو ابھی برٹش گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا اور گوالیار میں کل سپاہ جمع ہوئی ہے اور اس میں سے زبردستی تقریباً تمام ولایتی فرنگی اور ہندوستان نا فرنگی موقوف کئے گئے اور سول اور ملیٹری عہدوں کے لئے وہ افسر تجویز ہوئے جن کی عداوت برٹش گورنمنٹ کے ساتھ مشہور ہے اور مہاراجہ متوفی کے عہد میں جو عہدہ دار کہ برٹش گورنمنٹ کے کہنے سے مقرر ہوئے تھے وہ اپنے عہدوں سے معزول ہوئے ہیں اور جو لوگ تبدیلی چاہتے ہیں انہوں نے ان سب باتوں میں غلو کیا ہے اس سبب سے برٹش گورنمنٹ کے تمام مقاموں کی یہ خواہش ہوئی کہ گوالیار کے دربار پر اور ہندوستانی ریاستوں پر اپنے رعب داب اور اثر کو سپاہ سے سہارا دے۔ اگرچہ آیندہ کے لئے صحیح صحیح حساب کرنا ممکن ہے جب سپاہ اس رنگ کی ہو جس میں نہ ڈسپلن ہو اور نہ تنخواہ ملتی ہو اور سپاہیوں کو اپنے بڑے حوصلوں کے مقاصد پورا کرنے کے لئے کسی وسیلہ کے کام میں لانے کے لئے قابل نہ ہو تو آیندہ وہ کیا کریگی اُس کا صحیح صحیح جانچنا ناممکن ہے لیکن غالباً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات وقوع میں آئیں کہ ریاست گوالیار کے جو اضلاع دور افتادہ مالوہ اور ساگر اور بندھیل کھنڈ میں ہیں جن پر کوئی قوت غالب و حاکم نہ ہو وہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کی سرحدوں کی رعایا پر حملہ آور ہوں اور ان کو غارت و تباہ کریں اور ہم مجبوراً ریاست گوالیار سے اس کی درستی اور اصلاح کی درخواست کریں جو حقیقت میں اس صلاح کی لیاقت نہ رکھتی ہو اس لئے ان اضلاع کی نسبت جو مالوہ میں اور اُس کے متصل ساگر میں گوالیار کی ریاست سے متعلق یہ تدابیر کرنی پڑیگی

کہ ہم جمنا پر یا اس کے متصل سپاہ جرار کا کیمپ باندھیں اس لئے کمانڈر انچیف کو حکم ہوا کہ وہ کانپور میں کیمپ باندھے اور ۱۵ اکتوبر کو ایک لشکر کا کیمپ جمنا پر یا اس کے قریب باندھے جس میں کم از کم بارہ پلٹنیں پیادوں کی اور اس کے متناسب سواروں کے رسالے اور توپخانے ہوں اس اثنا میں اگرچہ مہارانی اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان مراسلت موقوف نہیں ہوئی مگر گوالیار میں بدعملی اور بے انتظامی نے آخر زیادہ پاؤں پھیلائے۔ مہارانی نے اپنی تمنا یہ ظاہر کی کہ برٹش رزیڈنٹ پھر گوالیار میں آجائے۔ لیکن رزیڈنٹ نے گورنمنٹ کی ہدایتوں کے موافق یہ کہا کہ وہ گوالیار میں ان شرایط کے موافق آئے گا کہ دادا خاص جی کے ہاتھ سے بالکل اختیارات لے لئے جائیں اور اسکو سزا دیجائے اور وہ جلاوطن کیا جائے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کرے۔ اس کاغذ کو دادا خاص جی نے مہارانی کو نہیں دیا جو رزیڈنٹ کی طرف سے مہارانی کو لکھا گیا تھا کہ دادا کیا جلاوطن کیا جائے یا برٹش گورنمنٹ کے حوالہ ہو۔ دادا جی کی طبیعت کا مقتضا تھا کہ اس کاغذ کا مضمون مہارانی کے کان تک نہ پہونچنے دے۔ جب اس واقعہ سے گورنر جنرل کو اطلاع ہوئی تو اس کو دادا کے اس طریقہ عمل پر بڑا غصہ آیا کہ اس نے اس مراسلہ کو دبا رکھا یہ ایک جرم فوجداری برخلاف ریاست گوالیار تھا۔ جس میں مہارانی کی حکمرانی کے اختیارات کا ساقط کرنا اور کل اختیارات کا اپنے ہاتھ میں لے لینا ثابت ہوتا ہے گورنر جنرل مع کونسل یہ اجازت نہیں دے گا کہ ریاست گوالیار میں کوئی رعیت اپنے بادشاہ کی حکومت سے زیادہ حکومت رکھے۔ گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ وہ اس غصہ آمیز بات کو مہارانی کو مطلع کرے کہ دادا خاص جی نے اس مراسلت کو جو اس کی مخالفت میں تھی مہارانی تک نہ پہونچنے دیا۔ مگر گورنر جنرل کی اس تحریر کی طرز مبالغہ آمیز تھی کہ اس نے دادا کے اس کام کو ریاست گوالیار کے برخلاف ایک جرم فوجداری قرار دیا۔ حقیقت میں اس وقت گوالیار کوئی سٹیٹ نہ تھی اور نہ اس میں کوئی گورنمنٹ جو تھی تھی۔ اس معاملہ کی توضیح میں جو یہ دلیل بیان کی گئی ہے کہ دادا کے اس کام سے مہارانی کی حکومت معطل ہوتی ہے بالکل ضعیف و مہمل ہے۔ یہ سچ ہے کہ دادا کو یہ اختیار نہ تھا جو وہ کام میں لایا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے اپنے اس یقین کا اعلان کر دیا تھا کہ مہارانی کے اختیارات سلطانی حاصل نہیں ہیں۔ اس نے اپنی کم عمری کے سبب سے سنجیدگی کے ساتھ صحیح فیصلہ کیا تھا کہ وہ کسی سلطنت کے کاموں کے کرنے کے لئے بالکل لائق نہیں۔ اس کی کچھ حکومت نہ تھی مگر ہاں اس کے پاس وہ حکومت تھی جو دادا کی طرح اس نے غصب کر لی تھی برٹش گورنمنٹ کے حکم سے ایک مدار المہام مقرر ہوا تھا۔ جس نے اسکو معزول کر دیا تھا اس تجویز کے اختیار کی

وہ مجازنہ تھی ۔

گورنر جنرل کلکتہ سے چلنے کی تیاری اس لئے کر رہا تھا کہ گوالیار کے قریب پہونچکر برٹش گورنمنٹ اور ریاست گوالیار کے درمیان جو مخالفت ہے اس کا فیصلہ کرے اپنی روانگی سے پہلے اُس نے ایک طول طویل فہرست میں اپنے سفر کی دلیل لکھی ہے اس تحریر میں وہ مشتہر اور ثابت کرتے ہیں کہ ستلج سے ورے برٹش گورنمنٹ سب سے اعلیٰ حکومت رکھنے کا استحقاق رکھتی ہے اس مسئلہ کا سبق مشرق اور انگلستان میں مدبران ملکی نے بہت آہستہ آہستہ پڑھا ہے کہ ہند میں ایک ایسی سلطنت ہونی چاہیئے کہ وہ سب حکومتوں پر استیلا و استعلا رکھتی ہو اور وہ سلطنت برٹش گورنمنٹ کو ہونی چاہئیے لیکن اب یہ مسئلہ سب مدبران ملکی کے دل نشین ہوگیا ہے کہ آسانی سے محو نہیں ہوسکتا لارڈ ایلن برا کا یہ اشتہار کہ برٹش گورنمنٹ سب سے اعلےٰ حکومت رکھتی ہے صحیح اور درست تھا اسی اصول پر اس کی ساری تحریریں مبنی تھیں اس تحریر کا دوسرا فقرہ یہ تھا کہ مجھے اس امر کی بہت کم امید ہے کہ معاملات گوالیار کا فیصلہ بغیر سپاہ کے زور کے کسی اور طرح سے ہوسکے اور پہلی نومبر ۱۸۴۳ء کو اُن کو تو اور سوجھی کہ ہمارا فرض فقط یہی نہیں ہے کہ ہم اپنی عملداری کو ئی رخنہ نہ پڑنے دیں بلکہ انسانیت کا بھی یہ فرض ہے کہ ہم کل ہندوستان میں خلل نہ پڑنے دیں۔ اس پولیسی کے نئے خیالات جو ہیں ہم ضعف کا نام اعتدال اور بزدلی کا نام تحمل رکھتے ہیں ہماری رعایا کے اور ہمارے ممالکت کے سرپرست ان بلاؤں کو نہیں ٹال سکتے۔ جب تک کہ ہم ہندوستان پر آنے سے اپنے زبردست ہاتھوں سے اُن کو نہیں روکیں گے ۔

پھر سیندھیا کی مملکت کے انتشار اور بدانتظامی کو بیان کیا کہ حالت موجودہ میں وہ برائیوں کا ایک مخزن ہے مہاراجہ سیندھیا کا ذکر اس طرح کیا جس سے یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس معزول کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ مہاراج کو لکھتے ہیں کہ غریب آدمی کا لڑکا ہے اور تعلیم یافتہ نہیں کئی دفعہ اس کے تعلیم یافتہ نہ ہونے کا ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعلیم کو کوئی امر عظیم سمجھتے تھے۔ مگر یہ نہیں معلوم اُن کا یہ قیاس کس بنا پر مبنی تھا۔ ہندوستان کے رؤسا اور والیان ملک اعلےٰ درجے کے تعلیم یافتہ کمتر ہوتے ہیں اگرچہ مہاراجہ کی تعلیم ایسی نہ تھی کہ جس پر فخر کیا جائے مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ بالکل ناتعلیم یافتہ تھا۔ گورنمنٹ نے اس امر کو تسلیم کرلیا تھا کہ مہاراجہ نے مرہٹی زبان کے علم ادب میں ایسی ترقی کی جیسی کہ اس عمر میں لڑکے کیا کرتے ہیں یہ اکثر نہیں ہوتا کہ آٹھ نو برس کے لڑکے علیم یا زبان دان ہوں۔ پھر مہاراج پر یہ اعتراض بھی بیجا تھا کہ وہ خاندان سیندھیا میں سے نہیں جو حکمران ہے بلکہ اس خاندان میں سے ہے جس سے سلطنت چھن گئی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس امر کو تسلیم کرکے کہ وہ

جن کو جی رائو سیندھیا کا اقرب رشتہ دار تھا اور اُس کے متبنہ ہونے اور گدی نشینی کو اسی سنہ میں مان لیا تھا مگر نومبر میں اُس کو یہ لکھنا فضول تھا کہ زمانہ نے اور سپاہ نے اُس کو اپنے فائدوں کے لئے راجہ بنا لیا تھا اور رعایا نے اس کو راجہ نہیں بنایا اس لئے اُس کے نام کے ساتھ راجا کا لفظ نہ لگایا جائے اگرچہ یہ بات سچ تھی تاہم جب برٹش گورنمنٹ نے اس کی گدی نشینی کو اسی سنہ میں اپنی منظوری سے مستقل اور مستحکم کر دیا تو یہ اعتراض مشے بعد از جنگ تھا۔ ان بیانات کے بعد مدارالمہام کے معزول ہونے کا ذکر لکھا ہے کہ برٹش رزیڈنٹ کے بیانوں کا کچھ اثر نہیں ہوا مدارالمہام کا رقیب مدارالمہام ہو کر بالکل صاحب اختیار ہو گیا۔ اور عیسائی افسروں کی باستثنائے حیدر ٹیری مدارات کی کہ سپاہیوں نے اُن کو کیمپ سے نکال دیا اور ہمارے بیانات پر جو افسر اپنے عہدوں سے موقوف ہوئے تھے وہ پھر بحال ہوئے۔ وہ افسر جو ہم سے دوستانہ تعلق رکھنا چاہتے تھے بالکل اپنے عہدوں سے نکالے گئے اور گوالیار نے سارے ہندوستان کو اس مدارالمہام کی مثال کو دکھایا کہ جس کو برٹش گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا وہ ملک سے نکال دیا گیا جس میں وہ حکومت کرتا تھا اور اس کی جگہ وہ مدارالمہام مقرر کیا گیا جو اپنے اعمال سے بتلاتا کہ برٹش گورنمنٹ کا بدخواہ دشمن ہے۔

گوالیار میں مداخلت

باوجود ان تمام معاملات کے جن میں برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بڑی گستاخیاں کی گئیں اور جن سے رعایا کی امن اور عافیت میں خلل پڑا۔ گورنر جنرل نے اس پر قناعت کی کہ اُس نے اپنے رزیڈنٹ کو گوالیار سے ایک فاصلہ پر بلا لیا اور سپاہ کے گروہوں کو چھوڑ دیا کہ وہ افسروں کو معزول اور مقرر اپنی دانائی سے کیا کریں اور اپنی مرضی کے موافق لوٹ مار کیا کریں اور خاندان سیندھیا کی عملداری میں اور سرحدوں پر جو رعایا رہتی ہے اُس کو دہشت دلایا کریں گورنر جنرل نے لکھا تھا کہ ان معمولی حالتوں میں شاید ہم وقت کے منتظر رہیں اور ہم کو یقین ہے کہ رئیسوں میں باہم فساد و نزاع پیدا ہو اور ہندوستانی درباروں کے انقلابوں کے سبب سے ہمارا پھر رعب و داب اور اثر گوالیار میں پیدا ہو اس لئے بالفعل مداخلت کی گوالیار میں ضرورت نہیں۔ لیکن مداخلت کی جو جلدی سے ضرورت ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انتقال ہوا اور پنجاب میں بدنظمی نے پاؤں پھیلائے۔ شیر سنگھ اور اُس کا بیٹا مارا گیا۔ سکھوں کی سپاہ کا زور زیادہ ہو گیا اس لئے جو پہلے انتظار کی پولیسی اختیار کی گئی تھی۔ اس کا رکھنا ناممکن ہو گیا۔ گورنر جنرل نے اس باب

میں اپنے خیالات ظاہر کئے کہ دریائے ستلج سے تین میل کے فاصلہ پر ستر ہزار سپاہ ہے جس کو اپنی قوت پر اعتماد ہے اور اپنے ہمسایہ پر فتح یابیوں کے حاصل کرنے کے نشہ میں وحشت ہو رہی ہے لڑائی اور لوٹ مار کی بھوکی ہے اور بن سری بن رہی ہے کوئی ڈسپلن اس میں نہیں ہے یا امید ہوتی ہے اور یہ توقع ممکن ہے کہ یہ سپاہ دشمن کی ایسی کوئی حرکت نہ کرے کہ جس سے ستلج پار لڑائی ٹھن جائے۔ لیکن یہ خطا قابل معافی نہیں ہے کہ جہاں تک ممکن ہے اس سپاہ کے لئے مخالفانہ دور اندیشی و زم و احتیاط اور پیش بندی نہ کی جائے۔ پھر اس سے زیادہ کوئی نرم و احتیاط ضروری نہیں ہے کہ ہم گوالیار کے ساتھ دوستانہ تعلق قایم کرکے اپنے پیچھے کوئی کھٹکا باقی نہ رکھیں جس سے ہماری مراسلت اور آمد و رفت میں کوئی خلل عائد ہو۔ گورنر جنرل نے اپنی اس رائے کو ظاہر کیا کہ بلحاظ لاہور کے یہ ضرور ہے کہ گوالیار سے پہلے عام جھگڑوں کا فیصلہ ہو جائے گورنر جنرل نے اس بنا پر اپنا یقین ظاہر کیا کہ گورنمنٹ اپنے دعووں کو اس ایک بات پر مقید کرے کہ دادا خاص جی والا گوالیار سے خارج کیا جاوے اس بات کو وہ خیال کرتے تھے کہ اس سے کچھ وقت کے لئے گوالیار میں در اصل بڑا غالب رعب و داب اثر حاصل ہو گا جس کے سبب سے سپاہ کی تخفیف میں بڑا اثر ہو گا اور حسب مراد اور تدابیر بھی چل جائینگی۔ ان تدابیر کے جاری کرنے کو اس نے حالات پر اور اپنے خیالات کی اُن ترمیم و تبدیل پر موقوف رکھا جو سوچنے سے پیدا ہوں اور جن کا وقوع غالباً ہوا جس وقت میں کہ گورنر جنرل مضمون مذکورہ بالا کو لکھ رہے تھے گوالیار کے معاملات کی صورت اور بھی بگڑ گئی تھی سپاہ کے تین فریق ہو گئے تھے ایک فریق دادا خاص جی والا کا دوست تھا۔ دوسرا فریق اس کا دشمن تیسرا فریق نہ دوست نہ دشمن۔ دوسرے فریق نے دادا کو گرفتار کر لیا اور توقع تھی کہ دھولپور میں وہ رزیڈنٹ کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ توقع پوری نہیں ہوئی بابو سنتولادلیس کہ جو دادا کی گرفتاری میں بڑا مستعد تھا اُس نے رزیڈنٹ کو اس واقعہ سے جو وقوع میں آیا تھا اطلاع دی اور اپنی یہ امید ظاہر کی کہ برٹش گورنمنٹ اس کی اور اور سرداروں کی اس حسن کارگذاری سے بڑی خوش ہوگی جو بڑی تمنا یہ رکھتی ہے کہ آپس میں نیک و خوش معاملگی ہو رزیڈنٹ نے اس خط کے جواب میں دادا کی گرفتاری کا شکریہ ادا کیا اور پکڑنے والوں کی تعریف کی اور بڑی تاکید سے لکھا کہ قیدی اُس کے حوالہ کر دیا جائے چند روز میں اسی صلاح کے باب میں رزیڈنٹ نے مہارانی کو خط بھیجا جس کو منشی لے کر دربار میں گیا مگر بے نیل مرام رہا مہارانی کو دادا کی ذات پر کچھ اختیار نہ تھا وہ اس فریق کے ہاتھ میں گرفتار تھا جس کی رانی خود تابع تھی اسی سبب سے رانی نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میں مجبور ہوں کہ رزیڈنٹ کی درخواست کے موافق کام نہیں کر سکتی

اور اس بات پر وہ جمی ہی وہ اور اُس کے صلاح کار جن کے ہاتھ میں کاٹ کی تیلی کی طرح تھی آپس میں متفق الرائے ہوئے کہ دادا کا حوالہ۔ دنیا میں صرف ایک ایسی تدبیر ہے جو انگریزی سپاہ کو آگے بڑھنے سے روک دے گی یہ پہلی ہی دفعہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے ریاست گوالیار سے ایک قیدی کو مانگا ہے دھولپور میں دربار ریزیڈنٹ کا منشی واپس آیا اس کا وہاں ذراسا کام بھی نہیں بنا ایک اخبار نویس نے لکھا کہ تمام فریق یہہ کہتے ہیں کہ سب طرف مشکلات ہی مشکلات ہیں کہ مائی مہارانی کم عمر اور ناتجربہ کار ہے اسکے باب گنگو پرا کے ہوش وحواس ایسے درست نہیں کہ اس نازک وقت میں کام کو سرانجام دے جو فریق ہیں اُن میں آپس میں ایک دوسرے پر اعتبار نہیں ہر ایک کو یہ اندیشہ لگا ہوا ہے کہ دوسرا دغا وفریب نہ دے بائی صاحب یہہ چاہتی ہیں کہ بابو صاحب دربار میں آئیں اور صلاح مشورہ دیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ گنگو پرا اس کا اطمینان کرسکے کہ وہ گرفتار نہ کیا جائے گا بابو صاحب چاہتا ہے کہ دربار میں آنکر صلاح اور مشورہ دے بشرطیکہ کرنیل جیکب (ایک برگیڈ کے افسر اعلیٰ) اس کے کفیل ہوں کہ کوئی دغا اور فریب نہیں دیجائے گی کرنیل صاحب اس اندیشہ میں ہیں کہ بابو صاحب اور گنگو پرا دونو زبردست سردار ہیں اُس کے اختیار میں یہ نہیں کہ اُن کی آپس کی دغابازی اور مکاری کا انسداد کرسکے بس اس طرح سے اُن کی باہمی نزاع کا کسی طور سے فیصلہ نہیں ہوسکتا تھا ؛

مہارانی اور ریزیڈنٹ کے درمیان اور خط وکتابت ہوئی۔ مگر بے فایدہ۔ کرنیل سپائرس ریزیڈنٹ دھولپور سے ناگپور میں ریزیڈنٹی پر بدل گئے اس تبدیلی کا سبب نہیں معلوم ہوا اور کرنیل سلیمن اُن کی جگہ مقرر ہوئے جن کی نسبت ہوپ صاحب لکھتے ہیں کہ اگرچہ صاحب ممدوح اپنے ہندوستان کی ملازمت دراز میں ایک ہفتہ بھی گوالیار میں نہیں رہے تھے مگر دربار گوالیار کے ایسے مخالف تھے کہ انہوں نے گوالیار کے ریزیڈنٹ ہونے سے پہلے ایک کتاب چھاپ کر انگلینڈ بھیجی تھی۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ میں دنیا کا ایک شہری آدمی ہوں میں اس خیال سے اپنے تئیں روک نہیں سکتا کہ اگر گوالیار کے دربار کو اور اُس کی گرد کی سپاہ کو کوئی زلزلہ نگل جائے تو بنی نوع انسان کے بڑے حصہ پر خدا کا بڑا فضل وکرم ہو اس ریزیڈنٹ کے مبادلہ کے تھوڑے دنوں بعد۔ دو فریقوں میں آپس میں خوب مخالفت کا زور ہوا اور دونوں میں آپس میں توپ بازی ہوئی۔ پھر مہارانی کے حکم سے یہ توپ بازی موقوف ہوئی جس کی ابتدا سپاہ کے اُس فریق نے کی تھی جو مہارانی کا رفیق تھا انگریزی سپاہ کے قریب آنے نے اور غالباً سرحد گوالیار پر اُس کے

آگے بڑھنے نے بڑی ہل چل گوالیار میں ڈالی اور کچھ وقت تک یہ امید رہی کہ اگر دادا خواسے کر دیا جائے گا تو سپاہ
کا آگے بڑھنا رک جائے گا مگر کوئی امر محقق نہ تھا۔ ۱۱۔ دسمبر ۱۸۴۳ء کو گورنر جنرل آگرہ میں آیا اُس نے حکم دیا کہ
جس قدر جلد ممکن ہو سپاہ آگے بڑھے اور دوسرے دن اُس نے اپنے ارادہ سے مہارانی کو تحریری اطلاع دی
سپاہ کے آگے بڑھنے نے حصول مقصد میں تائید کی کہ دادا خاص جی حوالہ کیا گیا اور آگرہ کو روانہ کیا گیا اس
سپاہ کے بڑھنے کے خوف سے گورنر جنرل کا مقصد اعظم دادا کی گرفتاری کا حاصل ہوا۔ کھانا کھانے سے گورنر
جنرل کی اور اشتہار بڑھی تو اُس نے اپنی پولیسی کو بدلا۔ کہ وہ دو مہینے سے جس کام کو فقط رعب و داب کے اثر سے
حاصل کرنا چاہتے تھے اب سپاہ کے خوف سے اُس کا حاصل کرنا چاہنے لگے ۱۸۔ دسمبر کو انہوں نے رزیڈنٹ
کو مطلع کیا کہ دادا خاص جی کے حوالے ہونے سے گورنر جنرل بڑا خوش ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ
کے ساتھ مہارانی اور دربار اپنے دوستانہ رشتہ مندی کو بحال کرنا چاہتے ہیں لیکن مہارانی کو اطلاع دیگئی ہے
کہ انگریزی سپاہ جب تک آگے بڑھنے سے رکے گی نہیں جب تک گورنر جنرل کو یہ ضمانت نہ دی جائے گی کہ حدود
مشترکہ پر آئندہ بالکل امن و عافیت رہے گی اور گوالیار میں ایسی گورنمنٹ ہو جائے گی کہ وہ اپنی رعایا سے سٹ پھیر
کرنے کے لئے راضی اور قابل ہوگی اور برٹش گورنمنٹ اور اُس کے دوستوں کے ساتھ مستقل رشتہ اتحاد کو
مضبوط رکھے گی۔ ۲۰۔ دسمبر کو گورنر جنرل اور گوالیار کے خاص سرداروں کا آپس میں مل کر صلاح و مشورہ یہ ہوا
کہ سپاہ کے آگے کا سفر کرنا فقط اس شرط سے موقوف ہو سکتا ہے کہ ایک عہدنامہ پر جس میں شرائط جو برٹش
گورنمنٹ نے پیش کی ہیں تین دن کے اندر تصدیق ہو کر۔ اور دستخط ہو کر مکمل ہو جائے صرف یہی تبدیلی نہیں ہوئی
بلکہ پہلی نومبر کو جو نوشتہ تحریر ہوا تھا اس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ برٹش گورنمنٹ کی ریاست گوالیار کے معاملات
میں مداخلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہندوستان میں سب سے اعلےٰ حکومت ہے اسکا فرض ہے کہ کل ملک میں وہ امن و
عافیت کو برقرار رکھے اور جب کوئی اس کی خود یا اُس کے دوستوں کی سرحدوں پر فتنہ و فساد و آشوب و شر کی
صورت پیدا ہو تو وہ اُس کو رفع دفع کرے اب اُس کی جگہ یہ فقرہ لکھا گیا کہ ریاست گوالیار اور برٹش گورنمنٹ کے
تعلقات موجودہ پر نظر کی جاتی ہے تو یہ ناممکن ہے کہ ماما صاحب کا معزول ہونا اور دادا خاص جی والا کا مدار المہام مقرر
ہونا کسی اور طرح سے سوا اسے اس کے خیال کیا جای کہ گوالیار کے زنانہ کی کامیاب سازشوں اور سپاہ کی بدنظمی کے
سبب سے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بڑی مخالفت ہو گئی ہے۔ سپاہ تیس ہزار ہے جس کے ساتھ بڑا توپخانہ ہے اور ایک
ایسے افسر کے ماتحت ہے جو اپنے عہدہ پر برخلاف برٹش گورنمنٹ کی مرضی کے قایم رہے گا ایسی سپاہ ملک

[illegible] فاصلہ پر ہے۔ ریاست گوالیار کی سرحدیں بڑے فاصلہ تک انگریزی
عملداری کے اضلاع ساگر کی سرحدسے اور بندھیل کھنڈ کے راجاؤں کی عملداری کی سرحدوں سے ملی ہوئی
ہیں۔ اور وہ ایسی پھیلی ہوئی ہیں کہ مادہ میں دربا نربدا وتاپتی ندی کے پار انگریزوں کی دوستوں کی سرحدوں
سے ملی ہوئی ہیں ان مقامات میں انتظام اور بندوبست کے لئے اور شر و فسادوں کے دور کرنے کے واسطے
ضرور ہے کہ ریاست گوالیار اور برٹش گورنمنٹ دونوں باہم شریک و متحد ہوکر کام کریں ہوپ صاحب لکھتے
ہیں کہ پڑھنے والے خود انصاف کریں کہ جب یہ بیان کرتے ہیں کہ اضلاع بندھیل کھنڈ اور زرخیز اضلاع نربدا اور
ساگر میں بالکل انگریزی عملداری تھی جن کی سرحدیں ریاست گوالیار کی سرحدوں سے ملی ہوئی تھیں دو برس پہلے
سے اور اس وقت یہاں کی رعایا بغاوت کر رہی تھی سیندھیا کی دو ہزار سپاہ کنٹنجنٹ بڑی کوں پر فساد نہیں اٹھنے
دیتی تھی باغی انگریزی عملداری کے ایک معمور حصہ کم لاسا کو غارت کر رہے تھے وہ گوالیار سے سؤ میل پر تھا اور
مہارانی کا قابل افسر کرنیل سیلوا ڈور اپنی سپاہیوں سے انگریزوں کے ایک حصہ اور بلیہ ہٹ کو باغیوں کے
ہاتھ سے بچا رہا تھا جو اس میں آگ لگانے کو تیار تھے۔ موسم گرما کی سختی کے سبب سے انگریزوں نے مہارانی سے
سپاہ مستعار لی تھی کہ فسادوں کو دور کریں۔ گوالیار کی سرحد پر یہ فساد نہ تھا بلکہ جب سے انگریزوں کی سپاہ کابل گئی
تھی ان اضلاع کی رعایا انگریزی عملداری سے برگشتہ ہوکر بغاوت کرتی تھی اور گوالیار کی سپاہ دوستانہ اس کو
فرو کرتی تھی۔ یہ باغی کم از کم پچاس گاؤں بالکل تباہ کر چکے تھے جن کے باشندے بھاگ کر جنگل میں چلے گئے
تھے کئی انگریزی افسر مارے گئے تھے اس حکایت کے سننے پر ہنسی آتی ہے کرنیل سلیمن صاحب کے پاس جو ان تین اضلاع
کے حاکم تھے اس چھوٹی سی بغاوت کا سرغنہ آیا تو انہوں نے اس سے یہ استفسار کیا کہ تیری آرامنی مقبوضہ پر ہلکی
جمع لگائی گئی تھی تو پھر کیوں اپنے ہمسایہ کے رقیبوں پر قبضہ کرنا چاہتا تھا تو اس آدمی نے اکڑ کر اور کرنیل صاحب کی
ترچھی نگاہوں سے دیکھ کر کہا کہ یہ میرا طریقہ کچھ عجیب نہیں تھا میں ان آدمیوں کا واقف کار تھا کہ جن کے پاس
ہندوستان تھا اور ان سے کچھ محصول نہیں لیا جاتا تھا پھر بھی وہ افغانستان پر کچھ اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے
چڑھے یہ حال اس وقت کا ہے کہ مہارانی کے پاس مراسلہ دہشت آور لکھا گیا تھا ؏

۱۲۔ دسمبر کو مہارانی کو مراسلہ میں لکھا گیا جس میں یہ بات بے ٹھکانے بیان کی گئی کہ دولت راؤ
سیندھیا کے جانشین مہاراج کی ذات اور حقوق کی محافظت عہدنامہ کے موافق برٹش گورنمنٹ کے اختیار
میں ہے۔ ۱۹ دسمبر کو گورنر جنرل اور گوالیار کے سرداروں کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں رام راؤ پھالکیا

بھی تھا اُس نے امر مذکور کا ذکر کیا تو اُس کی حقیقت کھلی کہ عہدنامہ جس میں برٹش گورنمنٹ کا یہ حق اور فرض مندرج تھا کہ سیندھیا کے قایم مقام کی ذات کی وہ حفاظت کرے اور اس کے حقوق کو برقرار کرے۔
۱۸۰۴ء میں جو برہان پور میں عہدنامہ لکھا گیا تھا اُس میں یہ شرایط داخل تھیں اور اسی عہدنامہ کی بناء پر برٹش گورنمنٹ اپنے مداخلت کے استحقاق کو مبنی کرتی تھی رام بھاؤ کیا کو اس عہدنامہ کے حال سے بہت کم واقفیت تھی اس نے کہا کہ گو یہ عہدنامہ میرے دفتر میں ہے مگر میں نے اُس کی طرف بہت برسوں سے التفات نہیں کیا ہے اور مجھے یاد نہیں کہ اس عہدنامہ میں کیا شرایط لکھی گئی ہیں ایک دفعہ اس میں یہ بھی تھی کہ جب مہاراج درخواست کرے تو اس کی امداد کے لئے سپاہ انگریزی جو سرحد کے قریب ہو بھیجی جائے تو رام راؤ بھاؤ کیا نے کہا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شرط موجود ہے تو بالفعل کی حالت میں اس کا عملی میلان کیا ہے۔ آیا برٹش گورنمنٹ کی مداخلت مقصور ان ہی صورتوں میں جن میں مہاراج درخواست کرے۔ تو اس کا جواب گورنر جنرل نے یہ دیا کہ عہدنامہ کے منشاء کے موافق صورت حال میں عمل کرنے کی ضرورت ہی واقفیت کے سبب سے پیدا ہوئی ہے کہ مہاراج اور مہارانی دونوں کم عمر ہیں وہ اپنے لئے کام نہیں کر سکتے ہیں۔ زشت طبع اہل کاروں نے دھوکہ بازی کر کے گورنمنٹ کا سارا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور مہاراجہ اور مہارانی دونوں ساقط الاختیار ہیں۔ اِن اہل کاروں کی کارروائیوں سے وہ دوستانہ تعلقات شکست ہو گئے ہیں جو برٹش گورنمنٹ اور ریاست گوالیار کے درمیان تھے۔ اگر برٹش گورنمنٹ (جو کم عمر مہاراجہ کی محافظ و مربی کی بجائے ہے) یہ مداخلت نہ کریگی کہ وہ مہاراج کی ذات کو اور ملک کی گورنمنٹ کو قایم و برقرار رکھے تو ریاست گوالیار کی بربادی کی صورت پیدا ہو گی اس مجلس کے بعد ایک اور مجلس منعقد ہوئی جس کا مقصد اعظم یہ تھا کہ گورنر جنرل اور مہارانی اور مہاراجہ کی ملاقات کے لئے مباحثہ ہو کر یہ امر طے پائے کہ ملاقات کس طرح کی جائے گوالیار کے امرا یہ کہتے تھے کہ ملاقات اس جگہ ہو جہاں سپاہ ٹھیری ہوئی ہے۔ ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے کہ گوالیار میں جب گورنر جنرل آتا ہے تو اس مقام پر اول راجہ ملنے جاتا ہے۔ اس دستور کے خلاف اگر ملاقات ہو گی تو راج کی ہیٹی ہو گی۔ گورنر جنرل نے آگے بڑھنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ گوالیار کے سرداروں نے بڑی منت و سماجت سے عرض کیا کہ اس معاملہ پر حضور غور سے نظر ثانی فرماویں کہ مہاراج کی ملاقات سے پہلے انگریزی سپاہ گوالیار کی عملداری میں چلی جائے گی تو خلاف دستور ہو گا اور مہاراج اور گورنمنٹ سیندھیا کو ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ لگ جائے گا۔ مگر اُن کی اس منت و سماجت کو گورنر جنرل نے

جب نہ سنا تو انہوں نے اور زیادہ لجاجت کی اور اپنا یہ یقین ظاہر کیا کہ اگر انگریزی سپاہ مہاراج کی ملاقات سے پہلے سرحد گوالیار سے گزرے گی تو سپاہ گوالیار جس میں ہل چل پڑ رہی ہے یقین کرے گی کہ گورنر جنرل دوستانہ نہیں آیا۔ بلکہ دشمنی کی غرض سے آیا ہے اس عہدنامہ کی زبان کو جس سے حضور نے یہ منصوبہ باندھ کے قدم اٹھایا ہے اس کو نظر غور سے پھر دیکھئے اس لئے کہ حضور ریاست گوالیار کے بالکل مختار و مالک ہیں چاہیں اسے برقرار رکھیں چاہیں برباد کریں۔ ہماری رائے میں اگر مہاراج اور گورنر جنرل کی ملاقات سے پہلے انگریزی سپاہ سرحد گوالیار میں گزر جائے گی تو اس کے نتیجے بڑے کڑے ظہور میں آئیں گے۔ بعد بہت سی تکرار اور مباحثہ کے گورنر جنرل نے یہ امر پیش کیا کہ پہلی مجلس میں جو عہدنامہ کے اصول قایم ہوئے ہیں اس کے موافق مفصل عہدنامہ مرتب ہوا اور ۲۲۔ دسمبر کو مہاراج گورنر جنرل سے ملاقات کرے اور اس عہدنامہ کی تصدیق کرے اور سردار ضامن ہوں کہ عہدنامہ کی تصدیق ہو جائے گی۔ اس دن تک ان شرایط پر چنبل سے پار سپاہ کی آگے روانگی ملتوی رہے گی اور اگر سردار اپنے ضمانت نامہ کے موافق کام نہ کریں گے تو اُن پر بھاری جرمانہ کیا جائے گا۔ تھوڑی تامل کے بعد سرداروں نے یہ کہا کہ ہم مہاراج کو ملاقات کے لئے ایسا جلد نہیں لا سکتے مجلس برخاست ہوئی جس کا مآل یہ ہوا کہ ہنگونا میں۔ ۲۶۔ دسمبر کو چنبل سے پار ایک منزل پر مہاراج کی ملاقات کا ہونا قرار پایا۔

کرنیل سلیمن ، رزیڈنٹ نے ۲۱ دسمبر کو گورنر جنرل کو چٹھی لکھی اور گوالیار میں جو امر اُنکے ذہن نشین ہوا تھا اس طرح بیان کیا کہ جب میں نے گورنر جنرل کے ارادہ کو ۲۲۔ دسمبر کو چنبل سے پار اترنے کو بیان کیا تو شو چرن راؤ برادر رام راؤ پھلکیا اور بلونت راؤ نے جو مجھ سے ملنے آئے تھے گڑگڑا کر یہ عرض کی کہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ مہاراج گورنر جنرل سے چنبل پار ملاقات کرتے ہیں اس دستور کے برخلاف ملاقات نہ ہو۔ اس بات کا اُن کو بہت خیال ہے۔

۱۸۳۲ء کی مثال بیان کی گئی کہ مہاراج پہلے چنبل سے پار گورنر جنرل سے ملاقات کرنے گئے اور دوسرے روز گورنر جنرل بازدید کے لئے چنبل کے وار آئے۔ ۲۲۔ دسمبر کی چٹھی میں کرنیل سلیمن صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے مہاراج اور مہارانی سے ملاقات کی ان سے اور سرداروں کے مجمع سے کہا کہ گورنر جنرل نے مجھے اپنے کیمپ میں بلایا ہے تاکہ نوجوان مہاراجہ کی معیت میں پھر میں مراجعت کروں۔ سرداروں نے اپنی بڑی توقع شوق سے یہ ظاہر کی کہ چنبل کی دوسری طرف ملاقات ہو۔

۲۴ - دسمبر کو گورنر جنرل کے سکرٹری کو کرنیل سلیمن نے لکھا کہ ہماری سپاہ جو چنبل سے پار جاتی ہے اُس کے آدمیوں سے گوالیار کے سپاہی کہتے ہیں کہ یہ انگریزوں کی حرکت جنگ کے لئے ہے - ۲۵ کو پھر کرنیل سلیمن نے خوب اچھی طرح لکھا کہ یہاں کی سپاہ میں بالکل ابتری ہے یہ ناممکن ہے کہ ہماری سپاہ چنبل پار اُترے اور اس سے لڑائی نہ ہو - دھنیلا میں دریا کے دونوں طرف توپیں لگی ہوئی ہیں اور سپاہ ڈینگیں مار رہی ہے کہ اگر گورنر جنرل آگے گوالیار کی طرف بڑھے گا تو ہم اُس کا مقابلہ کرکے چنبل پار اُتار دیں گے ﷺ

ہنگونا سے گورنر جنرل نے ۲۵ - دسمبر کو یہ اشتہار مہارانی کے پاس بھیجا تھا کہ انگریزی سپاہ سیندھیا کے ملک میں دوستانہ عہد نامہ کے موافق داخل ہوئی ہے کہ مہاراج کی ذات کی محافظت کرے اور اُن کی شاہانہ قوت کو برقرار رکھے - ۲۶ - دسمبر کو مہارانی اس عہد نامہ کی تصدیق کرے اگر اسکے آگے التوا کیا جائے گا تو پندرہ ہزار روپے روزانہ جرمانہ لیا جائے گا - ۲۷ دسمبر کو ایک اور اشتہار اسی مضمون کا جو پہلے بیان ہوا اتھا دیا گیا ﷺ

باپو سنتولیا دیس مکھ جو انگریزوں کا دوست سمجھا گیا تھا اور وہ انگریزی کیمپ میں شرایط عہد نامہ ٹھیرانے کے لئے تین روز ٹھیرا تھا - ۲۵ - دسمبر کو تین دن بعد جب گورنر جنرل کی سپاہ نے چنبل سے عبور کیا تھا گوالیار کو چلا گیا اور وہاں اس سپاہ کے ڈویژن کا افسر ہوا جو انگریزی سپاہ کے کوچ کے روکنے کے لئے مقرر ہوئی تھی - اور ۲۶ کو سیتا جی انگرائی اس کا سر دفتر بغیر اطلاع چلا گیا - ۲۸ - تاریخ کو جو عہد نامہ کی تصدیق کے لئے مقرر ہوئی تھی وہ بھی گزر گئی اور تصدیق نہیں ہوئی ﷺ

افسوس ہے کہ لڑائی کا آغاز جس طرح ہوا اسکے حالات کی تفصیل ناقص اور بے ٹھکانے ہے جو مراسلہ گورنر جنرل کو اس لڑائی اور اس کے نتیجے کے باب میں کمانڈر انچیف نے لکھا تھا وہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ حضور نے ۲۹ تاریخ کے کام ملاحظہ کئے ہیں اور میرے بہت سے خطوط حضور کے پاس ہیں جنمیں میں نے اپنا انتظام بیان کیا ہے کہ مرہٹوں کی سپاہ جو ایک مستحکم مقام جونڈا میں مقیم ہے اُس پر کس طرح حملہ کیا جائے گا - مجھے اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ میں بہ تفصیل یہ بیان کروں کہ دشمن کا مقام کہاں ہے اور میں نے اس پر حملہ کرنے کا کیا باقاعدہ بندوبست کیا ہے اس طرح اطلاع نہ دینے کے دلایل کا بیان کرنا مناسب نہ تھا - پھر آگے کمانڈر انچیف لکھتے ہیں کہ دشمن نے جونڈا میں اپنا مقام خوب دیکھ بھال کر پسند کیا ہے اور اُسکو نہایت مستحکم کیا ہے اور اس میں توپیں اس خوش اسلوبی سے لگائی ہیں کہ میں نے

پہلے کبھی توپوں کو اس طرح سے لگا ہوا نہیں دیکھا۔ پیادوں کی مرہٹہ سپاہ جن کا مذہب توپ پرستی ہے وہ
توپوں کی خوب محافظت کر رہی ہیں پھر انہوں نے حملہ کرنے کی تدبیر یہی بتائی ہے کہ دشمن پر فلاں سپاہ اور
فلاں افسر کو بھیجوں گا پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ جس ملک میں سپاہ بڑھیگی وہ دشوار گذار ہے اسمیں بڑے بڑے
نالے اور کھل آتے ہیں جو سد راہ ہوتے ہیں میجر سمتھ کے سیپر بڑی محنت کرکے راستہ صاف کرتے تھے ؛

بس کمانڈر انچیف نے مختصر سا بیان ایسے ارادوں اور تیاریوں کا لکھا جو جونڈا پر مرہٹوں نے حملہ
کرنے کے لئے سوچے تھے اُن کو توقع نہ تھی کہ مہاراج پور میں دشمن سے لڑنا پڑے گا۔ جب انگریزی سپاہ یہاں
آئی اور اس پر دشمن نے گولہ باری کی تو معلوم ہوا کہ دشمن کی سپاہ یہاں موجود ہے اور شب گذشتہ کو مرہٹوں کی
سات پلٹنوں نے مع توپخانوں کے ایک مستحکم مقام میں اقامت کی ہے تو پھر کمانڈر انچیف نے جو مرہٹوں پر حملہ
کرنے کا منصوبہ پہلے باندھا تھا اُس کو بدل دیا اور حملہ کیا۔ مہاراج پور سے دشمن کو نکال دیا۔ دشمنوں نے اپنی
توپوں کے بچانے میں بڑی سرگرمی سے کوشش کی۔ مگر انگریزی سپاہ نے اُن کے چار علم اور دو افسر کمانیر گرفتار
کئے۔ غرض بڑی مشکل سے کامل فتح حاصل ہوئی اور بڑا بھاری نقصان ہوا۔ آٹھ سو سپاہی مجروح و مقتول و مفرور
ہوئے۔ انگریزی سپاہ کا مقابلہ ہندوستانی سپاہ نے ایسی سختی سے اس حال میں بھی کمتر کیا ہے کہ جہاں دونوں
کی سپاہ کی تعدادوں میں غیر مناسبت بہ نسبت یہاں کے بہت زیادہ تھی۔ کمانڈر انچیف لکھتے ہیں کہ مجھے
افسوس ہے کہ جانیں جو تلف ہوئیں وہ میرے اس تخمینہ سے جو میں نے کیا تھا بہت زیادہ تھیں میں نے دشمنوں
کی بہادری کے اندازہ کرنے میں انصاف نہیں کیا تھا ؛

اسی دن کہ کمانڈر انچیف کو فتح حاصل ہوئی دوسری فتح پنیار میں میجر جنرل گرے کو حاصل ہوئی۔
انہوں نے مرہٹوں کے ایک بڑے لشکر کو شکست دی۔ ۹ دسمبر کو جنرل گرے نے ۱۶ میل سفر کیا اور ایک
تنگ وادی میں جو ہمت گڑھ سے پنیار تک تھا گزرنا چاہا۔ دشمن نے بھی اس کے محاذی و متوازی سفر کیا اور منگور
گاؤں کی بلندیوں پر چڑھ گیا اور انگریزی سپاہ پر گولہ زنی کی۔ بریگیڈیر ہری اٹ سوار اور کپتان نرانسی توپخانے
لے کر گئے اور دشمنوں کی توپوں کو بند کر دیا۔ دوپہر کے بعد چار بجے پہاڑیوں پر چار میل کے فاصلہ پر انگریزی
لشکر سے دشمن نظر آیا۔ جنرل گرے نے ان پر حملہ کیا اور ایک بلندی سے دوسری بلندی پر دشمنوں کو ہٹایا غرض
لڑائی کا خاتمہ انگریزوں کی فتح پر ہوا ؛

ان دو فتحوں کا نتیجہ یہ تھا کہ مہارانی اور اُسکے صلاح کار راضی ہوگئے کہ انگریز جو شرائط عہدنامہ

تجویز کریں وہ بہم منظور کرلیں۔ ۳۰۔ دسمبر ۱۸۴۳ء کو مہاراجہ اور مہارانی اور گورنر جنرل ایک مجلس میں جمع ہوئے طرفین سے تپاک کی باتیں ہوئیں جس میں کچھ نفاق کی بھی آمیزش تھی۔ حالت موجودہ کے موافق یہ تجویزیں طرفین سے منظور ہوئیں کہ مہاراجہ یہ حکم اپنے افسروں اور ملازموں کے نام جاری کرے کہ انگریزی سپاہ کے ساتھ لڑائی کر بازرہیں اور اسی قسم کا حکم گورنر جنرل جاری کرے کہ انگریزی سپاہ مرہٹوں کی سپاہ سے اگر وہ حملہ نہ کرے تو نہ لڑے اور مہاراج یہ احکام جاری کریں کہ کسی جنرل جس قدر رسد کی درخواست کرے وہ بہم پہونچائی جائے اور مہاراج کے احکام اس طرح بھیجیں جائیں کہ لوگوں کو صاف معلوم ہوں کہ ان سے خاص مہاراج کا منشاء یہ ہے کہ ان کی تعمیل ہو۔ مہاراج انگریزی قاصدوں کو اپنے حضوریوں کے ساتھ بندھیل کھنڈ کی سپاہ کے پاس سلامتی سے پہونچادیں تاکہ لڑائی نہ ہونے پائے اور جہاں انگریزی سپاہ مقیم ہو اس سے تین میل کے فاصلہ پر گوالیار کی سپاہ نہ آنے پائے انگریزی سپاہ گوالیار کے متصل ۲۔ جنوری ۱۸۴۴ء کو کوچ کرے اور گورنر جنرل مہارانی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ اور برٹش گورنمنٹ اُن کاشتکاروں کو اور اور لوگوں کو گوالیار کی ریاست میں معاوضہ دے جن کی کھیتی انگریزی سپاہ کی پامالی میں آئی ہے اور اس معاوضہ کی تشخیص کا انتظام سیندھیا کرے اور اس کے موافق برٹش گورنمنٹ معاوضہ ادا کرے اور مہاراج ایک اشتہار اس طرح دے کہ وہ بہت جلد سارے ملک میں پھیل جائے کہ برٹش سپاہ گوالیار کی قلمرو میں اس لئے داخل ہوئی تھی کہ مہاراج کی ذات خاص کی محافظت کرے اور اُس کی حکومت کو برقرار رکھے اور ایسی گورنمنٹ قایم کرے کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات ہو عود کو برقرار رکھے اس لئے سیندھیا کی تمام خیر خواہ رعایا کو ہدایت ہوئی ہے کہ انگریزوں کی حتی المقدور اعانت کریں انگریزی سپاہ کا کوئی آدمی کسی آدمی کو ضرر نہ پہونچائے گا۔ تمام رسد کی قیمت ادا کی جائے گی اور جو نقصان اتفاقی ہو جائے گا۔ اُس کا معاوضہ بھی دیا جائے گا؛

علاوہ ان انتظامات کے برٹش گورنمنٹ اور سیندھیا کے مابین نئے تعلقات کے فیصلہ کرنے کے لئے اور یہ انتظامات ہوئے کہ باغی سپاہ برطرف کردی جائے اور آیندہ گورنمنٹ کے معاملات کی کارروائی کے طریقے مقرر ہوں۔ ۵۔ جنوری ۱۸۴۴ء کو گورنر جنرل مع سپاہ کے گوالیار کی طرف آگے بڑھا انئے عہدنامہ کی شرائط عظیمہ ایک مجلس میں جس میں گوالیار کے سردار تھے منظور ہوئیں۔ گورنمنٹ گوالیار نئی طرح کی مقرر ہوئی جو نسبت سابق کے زیادہ مفید تھی۔ پہلے ایک آدمی کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہوتے تھے اور اسی کے ذمے ساری جواب دہی ہوتی تھی اب یہ اختیارات سلطنت ایک کونسل کے سپرد ہوئے جس کا پریسیڈنٹ کارعرا عظم

ہوا اور اسی کی معرفت رزیڈنٹ سے خط و کتابت ہو سپاہ ہر طرف ایسی آسانی سے برطرف ہو گئی جس کا پہلے سے گمان بھی نہ تھا۔ ۹ جنوری کو یہ موقوفی کا کام شروع ہوا۔ ۱۷ جنوری کو بغیر اس کے کہ ایک فساد بھی ہو ختم ہو گیا۔ اس موقوف شدہ سپاہ کا ایک حصہ نئی کنٹنجنٹ میں بھرتی ہو گیا باقی کو تین مہینے کی تنخواہ بطور بخشش کے دی گئی وہ اپنی روزی اور جگہ تلاش کرنے کے لئے چلی گئی ہو

۱۳ جنوری ۱۸۴۴ء کو نئے عہدنامہ کی تصدیق گورنر جنرل نے کی۔ بارہ دفعات تھیں۔ اول تمام سابق کے عہدناموں کی شرائط سوائے اُنکے جنمیں ترمیم تبدیلی ہوئی ہے تسلیم کیجائیں برہانپور کا عہدنامہ بھی عہدناموں کی فہرست میں داخل تھا دوم ریاست سندھیا میں جو کنٹنجنٹ موجود ہے اُسکی تعداد بڑھائی جائے اور اس کے خرچ کے لئے ایک مستقل آمدنی بعض اضلاع کی مقرر کی جائے۔ جن کی فہرست بطور ضمیمہ کے عہدنامہ کے ساتھ منسلک تھی یہ آمدنی علاوہ اُس آمدنی کے ہو جو پہلے اس خرچ کے لئے مقرر ہے دفعہ سوم اگر سپاہ کنٹنجنٹ کے خرچوں اور سول بندوبست کے صرفوں کے بعد اضلاع معینہ کی آمدنی کا اضافہ اٹھارہ لاکھ روپے سے زاید ہو تو وہ اضافہ مہاراج کو دیا جائے لیکن اگر اٹھارہ لاکھ روپے سے آمدنی کم ہو تو مہاراج سے کمی لی جائے دفعہ چہارم اضلاع معینہ میں آمدنی کے ٹھیک وصول ہونے اور خوبی انتظامی کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ ان اضلاع کا برٹش گورنمنٹ اپنا بندوبست کرے دفعہ پنجم میں یہ ایک امر اہم مہتم بالشان قرض کا تھا۔ جس میں ہندوستان کا نفع تھا۔ گوالیار کی ریاست برٹش گورنمنٹ کی چھبیس لاکھ روپیہ کی قرضدار تھی۔ جس کے ادا کرنے کی مہلت چودہ روز کی تاریخ دستخط عہدنامہ سے دی گئی۔ اگر اس عرصہ میں روپیہ نہ ادا کیا جائے تو اس کے ادا کرنے کے لئے اضلاع معین کر دیئے جائیں جن کی فہرست عہدنامہ کے ساتھ منسلک تھی وہ اسوقت تک برٹش گورنمنٹ کے حوالے کر دیئے جائیں کہ اصل قرض اور سود بحساب ۵ روپے سینکڑہ کے ادا ہو (یہ روپیہ دربار نے ادا کر دیا وہ خرچ جنگ کی بابت تھا) دفعہ ششم۔ برہانپور کے عہدنامہ کا نام صاف صاف نہیں لیا گیا۔ مگر وہ مانا گیا اور مہاراج کی سپاہ کی تعداد معین کی گئی کہ وہ کتنی رکھے اور کتنی تخفیف میں لائے۔ نو ہزار سپاہ اور ۳۲ توپوں کے رکھنے کا حکم دیا گیا ۲۰۰ توپیں تھیں جن میں سے بہت سی لڑائی میں چھن گئی تھیں اور باقی اور جن میں نامور توپ بڑی جھانسی تھی وہ آگرہ کے میگ زین میں بھیجی گئی اندازاً بیس ہزار سپاہ موقوف ہوئی۔ دفعہ ہفتم سپاہ موقوف شدہ کی تنخواہ جو چڑھی ہوئی تھی اُس کے ادا کرنے کے باب میں اور اسکو تین مہینے کی تنخواہ انعام دینے کی تجویز تھی۔ جسکا اوپر بیان ہوا۔ عہدنامہ کا بڑا اہم امر یہ تھا کہ آیندہ گوالیار کی گورنمنٹ کے لئے کوئی قاعدہ مقرر ہو دفعہ ہشتم

یہ فیصلہ ہوا کہ مہاراج کی نابالغی اُس کی اٹھارہ برس کی عمر تک سمجھی جائے اور بلوغ کی تاریخ ۱۹ جنوری سنہ ۱۸۵۵ء مقرر
ہو گئی۔ جب تک راجہ نابالغ رہے ارکین ریاست کے رزیڈنٹ کے صلاح اور مشورہ سے گوالیار کی گورنمنٹ کا
کا انتظام کریں اس دفعہ میں اس باب میں الفاظ لکھے گئے جس کے معانی کو جہاں تک وسعت ہو سکے …
دفعہ نہم میں کونسل کے ممبران کے نام لکھے گئے۔ دہم مہارانی کی پنشن تین لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کی۔ جس کے خرچ
کرنے کا اختیار اس کو بالکل دیا گیا۔ یازدہم برٹش گورنمنٹ نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے رعب داب اور اثر کو جو آج
اب تک کام میں لائی ہے کام میں لائے گی کہ وہ مہاراج کی سلطنت کے استحقاق کو اور رعایا کے استحقاق کو جو
ہمسایہ میں رہتی ہے اچھی طرح قایم رکھے۔ دفعہ دوازدہم۔ عہد نامہ کے تصدیق کے باب میں تھی

گورنر جنرل کا ولایت میں طلب ہونا

۲۶۔ فروری سنہ ۱۸۴۴ء کو گورنر جنرل بارکپور میں واپس آیا اور ۲۸۔ کو کلکتہ میں داخل ہوا۔ یورپ سے
آنے کے بعد دوسری سالگرہ تھی۔ کلکتہ کے باشندوں نے اُن کو ایڈریس دیا جو انگریزی زبان میں تھا۔ کہ کا ترجمہ یہ ہے
معلوم ہوا کہ حضور نے گورنمنٹ کی معمولی دار الاقامت سے ہندوستان میں بہت فاصلہ پر وقت کا بہت سا
حصہ صرف کیا۔ پریسیڈنسی میں حضور کی مراجعت پر ہم کلکتہ کے باشندے دلی مبارکباد دیتے ہیں کہ آپ نے بالائی
ہند میں مقاصد عظیمہ حاصل کیے۔ ان مقاصد کا فتحیابی اور بہتری کے ساتھ حاصل ہونا تو قوم سے … لیکن
دوہری انبساط خاطر اس سبب سے ہوتی ہے کہ حضور کو اپنے قوت عالیہ کے کام میں لانے کا موقع ملک کی اندرونی
نفع رسانی کا ملا۔ دوم اس سے رفاہ عام و آسودگی انام پر اثر ہوا۔ حضور کا اس مقام پر رونق افروز ہونا ہماری بہبودی
و آسودگی کا سبب ہے جب ضروری غیر حاضری حضور کی ہوتی ہے تو اس سے ہمارے دل میں بے صبری پیدا ہوتی
ہے ہم اپنی خوشی سے حضور کی مراجعت کو گرم الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ ہماری یہ آرزو ہمیشہ رہے کہ
حضور یہاں ہمارے سر پر موجود رہیں اور ملک میں ایسی ضرورت آنگریز پڑے کہ حضور ہم سے جدا ہوں ہو
بیشک سرکاری ضرورت لارڈ ایلن برا کو ایسی نہ پڑی کہ وہ کلکتہ سے جدا ہوتے مگر ایسی صورت
واقع ہوئی کہ وہ ہمیشہ کے لئے کلکتہ سے جدا ہو گئے۔ ۱۵۔ جولائی سنہ ۱۸۴۴ء کو یہ مشہور ہوا کہ ایسٹ انڈیا کے کمپنی
کے کورٹ ڈائرکٹرز کے حکم سے وہ اپنے عہدہ سے جدا کئے گئے۔ کورٹ اوف ڈائرکٹرز نے جو اپنا یہ غیر معمولی اختیار
ظاہر کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ایلن برا اور اُن کے درمیان جن باتوں میں اختلاف تھا وہ خفیف

اور تھوڑی نہ تھیں۔ جس وجوہ سے وہ ولایت طلب کئے گئے تھے اس کا اعلان نہیں کیا گیا اس لئے بلائے جانے کے سبب کا ان کے افعال پر غور کرنے سے استنباط کر سکتے ہیں ؎

اس میں شک نہیں کہ لارڈ ایلن برا نے ہندوستان میں جو انتظام کیا اُس سے اُن کے دوست بھی مایوس ہوئے۔ جس وقت وہ یورپ سے رخصت ہوئے تھے تو اپنے جلسۂ وداعی میں انہوں نے جو بیان کیا تھا کہ رائے لگائے تو وہ خود بھی مایوس ہوئے وہ ہندوستان میں صلح و عافیت کے مرد میدان ہو کر گئے تھے۔ مگر انہوں نے اپنا سارا زمانہ جنگ و پیکار میں بسر کیا۔ جنگ افغانستان کی جواب دہی ان کے ذمے نہیں ہے اس میں اپنی اس پولیسی سے جو انگلینڈ میں انہوں نے بیان کی تھی انحراف نہیں کیا۔ افغانستان میں جن جرنیلوں کی ہمت استقلال اور جوانمردی سے فتوحات حاصل ہوئیں انہوں نے لارڈ ایلن برا کے خیالات کو بدل دیا۔ اگر وہ جنگ افغانستان سے کنارہ کشی کرتا تو اُس کے ملک میں اکثر آدمی اپنی بے عزتی سمجھتے مگر وہ جنگ سندھ اور جنگ گوالیار سے بغیر کسی بے عزتی کے پہلو تہی کر سکتا تھا۔ لیکن یہ اس نے نہیں کیا۔ ہندوستان کی اندرونی ترقی کے لئے اس نے کچھ نہیں کیا۔ اُس کو فرصت ہی نہیں تھی کہ وہ یہ کام کرتا۔ جنگ میں یا جنگ کی تیاریوں میں یا ہاتھی امبر کے سے تماشے دکھانے میں اور طفلانہ شان و شوکت کی نمائش میں اسکے وقت کا زیادہ تر حصہ صرف ہوتا تھا۔ وہ اپنی رائے پر اسقدر ایسا اڑا رہتا تھا کہ اُن معاملات میں جن کو اُس نے کبھی مطالعہ نہیں کیا تھا کبھی استقلال اور ثابت قدمی کے حصہ کو کام میں نہیں لایا۔ وہ اپنے مقاصد کا منصوبہ باندھتا اور اُس کو خفیف سبب سے چھوڑ دیتا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں کوئی مستقل و مناسب پولیسی نہیں اختیار کی گئی۔ اس کا رعب و داب اثر مشرق میں شہاب ثاقب کی طرح اپنی روشنی دکھا گیا۔ سندھ کے معاملہ میں فتح کے ساتھ جس شرمندگی کو ہمراہ لے گیا تھا۔ اُس کی روشنی بھی اس شہاب ثاقب کے چھپنے کے ساتھ جاتی رہی ؎

لارڈ ایلن برا کے عہد حکومت کے بعض انتظامات

لوگ یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ گورنمنٹ اُس کلکٹر کے حال پر بہت توجہ کرتی ہے جو اس کے خزانہ کو معمور کرتا ہے اور مجسٹریٹ اور پولیس کے حال پر وہ التفات نہیں کرتے جو تمام رعایا کی جان و مال کا محافظ ہوتا ہے لارڈ ایلن برا کی غیر حاضری میں ولبرفورس برڈ صاحب کونسل کے وائس پریذیڈنٹ ہوئے تھے انہوں نے ان دو کاموں کی طرف توجہ کی۔ مجسٹریٹ کے کاموں کو ہلکا کرنے کے لئے ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر کیا جس پر

ہر قسم کے آدمی مقرر ہو سکتے تھے اور پولیس کے داروغاؤں کے چار درجے مقرر کئے اور اول درجہ کی تنخواہ سو روپے مقرر کی۔ جس کے سبب سے بنگال میں پولیس کے پاجیانہ کاموں میں کمی ہوئی۔ انگلستان کے نمونہ پر ہندوستان میں لوٹری بنائی گئی تھی جس میں ایک انعام مقرر ہوتا ہے اور اس کے واسطے چٹھیاں ڈالی جاتی ہیں جس کے نام کی چٹھی نکلتی ہے وہ انعام لے لیتا ہے اور اس کا کوئی حصہ لوٹری کا مہتمم بھی لے لیتا ہے اُن لوٹریوں کی آمدنیوں سے پریسیڈنسی کے شہروں میں بڑی عالیشان عمارتیں بنائی جاتی تھیں اور اُن کی آرایش ہوتی تھی لارڈ ایلن برانے اس کو اپنے حکم سے بالکل موقوف کر دیا۔ انگلستان میں بھی لوٹری موقوف ہو چکی تھی۔ لارڈ آگ لینڈ کے زمانہ میں قانون بردہ فروشی نافذ ہوا تھا اس کے انسداد کو بعض لوگ خلاف مصلحت سمجھتے تھے۔ مگر برڈ صاحب نے ایسی کوشش و سعی کی کہ اُس کا نفاذ خاطر خواہ ہو گیا۔ لارڈ ایلن برا کو یہ قانون ایسا پسند تھا کہ سندھ کے فتح ہوتے ہی اس ملک میں یہ قانون جاری کر دیا۔ اُنہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ہندوستانی ریاستوں میں والی ملک کی نابالغی کی حالت میں ایک کونسل مقرر ہو۔ جس پر یہ واجب ہو کہ ضرورت کی صورت میں برٹش رزیڈنٹ کے مشورے کے موافق کام کرے۔ نابالغ راجہ اٹھارہ برس کی عمر میں بالغ سمجھا جائے۔ اُنہوں نے سپاہ کی سرکشیوں کے باب میں بھی انتظام کیا جس کی تفصیل نیچے لکھی ہے ؀

سپاہ کی سرکشیاں

گورنر جنرل کلکتہ میں آئے ہی تھے کہ اُن کو یہ فکر پیش آیا کہ بنگال سپاہ کی جو رجمنٹیں ملک سندھ میں گئی تھیں اُن میں آثار بغاوت نمایاں ہوئے۔ جس سے بالائے ہند میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اس کا کچھ سبب یہ تھا کہ سپاہ کو دریائے سندھ کے پار اُترنا بالطبع ناگوار خاطر تھا۔ کچھ یہ وجہ تھی کہ اُن کو جنگ کا پورا بھتا نہیں ملتا تھا۔ جب سندھ انگریزی گورنمنٹ میں شامل ہو گیا۔ تو ان رجمنٹوں میں سے کئی ایک نے مارچ کرنے سے بالکل انکار کر دیا اور بعض نے کہیں بغاوت ظاہر کی۔ سواروں کے ساتویں رسالہ نے اور پیدلوں کی ۴ و ۴۸ و ۶۹ رجمنٹوں نے تو بہت جلد سرکشی کو چھوڑ کر اطاعت اختیار کر لی اور ۳۴ ویں رجمنٹ نے بغاوت اختیار کی جس کو ۴ مارچ کو سر ہیوگوف کمانڈر انچیف نے برطرف کر دیا کہ وہ اس قابل نہیں رہی کہ ملازم رکھی جائے۔ مگر سندھ میں جو سپاہ لڑنے گئی تھی اسکو پورا بھتا ملنے کا حکم دیدیا ؀

۶۴ ویں رجمنٹ جو شکارپور میں آئی تھی اُس نے جون کے مہینے میں اپنی بغاوت کے آثار دکھائے

ور تنخواہ لینے سے اس سبب سے انکار کیا کہ وہ اس تنخواہ سے کم تھی۔ جس کا وعدہ کرنیل نے کیا تھا۔ سپاہیوں نے اپنے افسروں کو گالیاں دیں اور اُن کو پتھر مارے اور جنرل ہنٹر جو بالائے سندھ میں کمانڈر تھا ڈھیلے پھینکے۔ دوسرے دن اس بوڑھے جوانمرد جنرل نے سپاہیوں کے روبرو پیچ دیا۔ مگر اُس سے کم مطلب برآری ہوئی۔ اکثر سپاہیوں نے تنخواہ لے لی۔ جب اُن کو حکم ہوا کہ ہتھیاروں کو لیں تو کوئی سپاہی سوائے تین کے اپنی جگہ سے نہیں سرکا۔ دوسرے دن اگرچہ باغی چپ چاپ اپنی پلٹنوں کو چلے گئے۔ دو دن میں رجمنٹ نے پھر اُلٹا سفر سکھر میں کیا ہنٹر صاحب اُن کا سپہ سالار تھا وہاں اُن کی پریٹ ہوئی تیرھویں پیدل پلٹن اور توپ خانہ حکم منتظر تھا کہ اس رجمنٹ پر فیر کرے۔ یہ خوشی کی بات تھی کہ فیر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اُن کا قصور اس وعدہ پر معاف کیا گیا کہ بغاوت کے سرغنوں کو حوالہ کردیں۔ اُنھوں نے ۳۹ سرغنوں کو حوالہ کیا اُن سے ہتھیار لے لئے گئے اور اُن کے ساتھیوں نے اُن کو جیل خانہ میں پہونچا دیا۔ اُن میں سے ۲۰ کو پھانسی کا حکم ہوا لیکن کورٹ مارشل نے کمانڈر انچیف سے اُن پر رحم کی درخواست کی تو سب کی سزائیں سوائے چھ کے تخفیف کی گئی ؛

بنگال ہی کی سپاہ میں بغاوت نہیں ہوئی۔ بلکہ جبل پور میں سواروں کے چھٹے رسالہ نے زیادہ تنخواہ مانگنے میں سرکشی کی۔ سینتالیسویں پیدل مدراس کی پلٹن بمبئی کو اس لئے بھیجی گئی تھی کہ وہ سندھ کو لڑنے کے لئے جائے۔ گورنر مدراس نے اُن سے وعدہ کیا کہ تنخواہ اُن کو وہی دی جائے گی جو معمول ہین کی خدمات میں دیگئی تھی۔ لیکن جب سپاہیوں کو معلوم ہوا کہ یہ تنخواہ اُن کو سندھ میں نہیں دیجائے گی تو انھوں نے پریڈ پھر کشی کی بعض اُن کے سرغنہ گرفتار ہوئے اور باقی سب کو بنگالی تنخواہ دے کر خاطر جمع کی گئی۔ اُن کے آقا اُن کے سزا دینے کے لئے ایسے معقول وجوہ نہیں رکھتے تھے جیسے کہ سپاہی اپنی شکایتوں کے معقول وجوہ رکھتے تھے۔ ان میں سے یہ امر صاف ظاہر ہوگیا کہ نہ بنگال کی نہ مدراس کی سپاہ پر اعتبار و بھروسہ ہوسکتا ہے کہ وہ سندھ کی حفاظت کیلئے اس لئے اب سے آیندہ صرف بمبئی کی سپاہ پر یہ اعتبار کیا گیا ؛

باب اوّل

لارڈ ہارڈنگ کا عہد حکومت

لارڈ ہارڈنگ کا تقرر ۱۸۴۴ء

لارڈ الن برا تو کورٹ ڈائرکٹرز کے بورڈ کنٹرول رہ چکے تھے وہ کورٹ پر حکمرانی کے عادی تھے۔ جب گورنر جنرل ہند مقرر ہوئے تو عادت کے موافق اس پر حکمرانی کرنے لگے یہ نہ سمجھے کہ میں وہاں کا حاکم تھا یہاں محکوم ہوں۔ کورٹ ڈائرکٹرز نے ناراض ہو کر ہندوستان سے برخلاف وزارت سلطنت کی مرضی کے ان کو بلا لیا اس لیئے ان دونوں میں آپس میں بے لطفی و رنجش ہو گئی۔ مگر دونوں نے متفق ہو کر سر ہنری ہارڈنگ کو جو لارڈ الن برا کے قریب رشتہ دار تھے گورنر جنرل ہند مقرر کیا۔ یہ نیک نہاد و پاک نفس بڑا شجاع سپاہی تھا جزیرہ نما سپین وغیرہ کی لڑائیوں میں چار زخم جسم پر کھائے تھے اور چار گھوڑے اُسکے ران کے نیچے مرے تھے اور میڈل انعام پائے تھے ؎

البوریا کی لڑائی میں بڑی فتح نمایاں حاصل کی تھیں جسمیں آپکے ہاتھ کا ساتواں حصہ دشمنوں کے بیدست و پا کرنے میں ضائع ہوا تھا۔ پہلے سے انکی نسبت کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ ہندوستان میں عہدہ گورنر جنرل کے کام کو کسی طرح انجام دینگے۔ لیکن وہ پارلیمنٹ کے مدتوں تک ممبر رہے تھے اور دو دفعہ سکرٹری اوف وار کے عہدہ کو بہت خوبی سے انجام دے چکے تھے اور کچھ تھوڑے دنوں کے لئے آئرلینڈ کے سکرٹری رہ چکے تھے۔ اور لارڈ ایلن برا ہمیشہ انڈیا ہوس سے لڑتا رہا اور ابھی اسکے مظفر و منصور ہونے کا عہد منقطع نہ ہوا تھا۔ اُس کی جگہ ایسے آزمودہ کار اور لایق کارگزار بزرگ منش کا مقرر ہونا انسب تھا کہ سلامت رو ہو اور حکام بالا کی اطاعت کرے کفایت کے انتظام پر غور کرے۔ سول سروس کا حق واجب ملحوظ خاطر رکھے اور جنگی ناموری کا بھوکا نہ ہو۔ کورٹ ڈائرکٹرز نے جو اسکی دعوت وداع کی تو اُسکو یہ حکم دیا کہ وہ کمیٹی کے اعلے ملازموں کے لئے کورٹ ڈائرکٹرز کے احکام کی اطاعت کرنے کا نمونہ بنے۔ ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ

اشرافانہ سلوک کرے اور امن و عافیت اور اندرونی اصلاح کی پولیسی کا پیرو بنے۔ اس نے بھی یہ کہا کہ میں کشتی اور آرزم جوئی سے نیک نامی حاصل کرونگا۔ جنگ و رزم میں ہنرمندی دکھا کر ناموری حاصل کرنے میں سعی نہیں کرونگا ؏

عدن میں لارڈ ہارڈنگ کا جانا

۲۳۔ جولائی ۱۸۴۴ء کو گورنر جنرل نے کلکتہ میں قدم رکھا وہ ایسے راستہ سے آئے کہ عدن رستہ میں پڑا۔ ۱۸۳۹ء میں یہ شہر جزیرہ نمائے عدن بمبئی سے تھوڑی سی سپاہ لے جا کر قبضہ کر لیا تھا۔ جسکو سلطان یمن نے ایک برس کا عرصہ گذرا کر روپیہ لے کر انگریزوں کے حوالہ کیا تھا۔ اب یہاں ایک حصن حصین بنگیا تھا۔ اور نیشنل کمپنی کے دخانی جہازوں میں یہیں سے کوئلہ بھرا جاتا تھا۔ سر ہنری ہارڈنگ نے اس قلعہ میں توپوں کی چمک دمک اور اور سامان محافظت کو دیکھ کر فرمایا کہ میری رائے میں اگر اہل عرب یا کوئی اور دشمن اس پر حملہ کریں تو اُس کے ہزیمت دینے کے لئے یہ کافی ہے ؏

گورنر جنرل کے روبرو اودھ کی بدانتظامی و ابتری کا معاملہ پیش ہونا

ابھی لارڈ ہارڈنگ نے اپنے عہدہ کا حلف اٹھایا تھا کہ دو ہفتے کے بعد ان کے سامنے اودھ کی بدنظمی اور ابتری کے روز بروز بڑھنے کا معاملہ پیش ہوا۔ نئے پادشاہ محمد امجد علی نے اپنے باپ کے وزیر کو موقوف کر کے اُس کی جگہ ایک نیا نالایق وزیر مقرر کیا اور اس وزیر نے اپنے ایک پاجی رفیق کو اپنا کام سپرد کر دیا۔ پادشاہ خود عیش و عشرت و کاہلی میں ڈوب گیا۔ سلطنت کے کاموں پر ذرا دل نہ لگایا رزیڈنٹ کے صلاح و مشورہ کو نہ سنا۔ اس کے دربار کے رفیقوں نے سلطنت کے ہر عہدہ کو بیچنا شروع کیا۔ تعلقہ داروں نے اپنے گڈھیوں و کوٹوں میں جن کے گرد جنگل تھے گورنمنٹ کی قوت سے لڑنا اختیار کیا اور جب ان کے دلیں آتی تو آپس میں ہنگامہ جنگ برپا کرتے راہ گیر تاجروں اور ہمسایہ کے گاؤوں سے خون ریز بلوے کر کے تحصیل زر کرتے۔ ہر جگہ زیر دستوں کا زبردست شکار کرتے۔ مجرموں کے جرم ایسے دب دیا جاتے کہ وہ سزا نہ پاتے۔ سپاہ کے زور سے یا طاقتور تعلقہ داروں کی ثالثی سے زر مالگذاری وصول ہوتا۔ قانون و عدالت ایسے ملک میں عنقا تھا۔ جہاں بڑے سے بڑا مجرم اپنی بد معاشی کے کمائی میں سے ایک حصہ عدالت کو رشوت دیکر

بری ہو جاتا۔ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یا لک صاحب نے جو نائٹ صاحب کی جگہ عہدہ رزیڈنٹی آودھ پر مقرر ہوئے تھے گورنر جنرل سے التماس کیا کہ پہلے عہدناموں کی شرائط کے موافق اس ملک کی گورنمنٹ کو وہ اپنے ہاتھوں میں لے لے جو عام تباہی کے کنارہ پر آگیا ہے لیکن سر ہنری ہارڈنگ نے اپنی ابتدا حکومت میں ایسی سخت تدبیروں کے اختیار کرنے سے پرہیز کیا۔ خالص دوست اور نیک خواہ بن کر شاہ اودھ کو سنجیدگی و متانت کے ساتھ متنبہ کیا۔ کہ وہ جو رزیڈنٹ کی صلاحوں و فہمائشوں پر کچھ لحاظ نہیں کرتا۔ اُن کا لازمی خمیازہ اُسکو بھگتنا پڑے گا۔ تین برس کے بعد گورنر جنرل خود لکھنؤ میں گیا۔ جہاں واجد علی شاہ ایک نالایق باپ کا زیادہ نالایق بیٹا نیا پادشاہ ہوا تھا۔ اس مدت میں ملک کی حالت بد سے بدتر ہو گئی تھی۔ اب اس پادشاہ سے صاف کہا گیا کہ وہ اپنی سلطنت کا انتظام کرے ورنہ اس کے ہاتھ میں عنان سلطنت اس لئے نہیں چھوڑ دیجائے گی کہ وہ رعایا کو اپنی حکومت میں زیادہ تکلیف پہونچائے۔ اگر دو سال کے عرصہ میں انتظام کے نیک آثار نمودار نہ ہوں گے تو انڈین گورنمنٹ بندگان خدا پر ترس کھا کر اودھ کو ضبط کر کے اُس کی رعایا کو آسودہ حال کریگی۔ اور انتظام و بندوبست کے بحال کرنے میں کوشش کرے گی۔ اس نوجوان پادشاہ کے روبرو ضروری اصلاحوں کا مسودہ رکھا گیا جو اُسے دیکھ کر ایسا خوف زدہ ہوا کہ کچھ منہ سے نہ کہہ سکا۔ کاغذ پر لکھ کر گورنر جنرل کا شکریہ ادا کیا۔ اور لکھا کہ اسکو صلاح و مشورہ ایسی ہی خوش اخلاقی سے دیا گیا ہے جیسے کہ باپ بیٹے کو دیتا ہے۔ اب آیندہ پڑھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ اس نے گورنر جنرل کے ارشادات پر کہانتک عمل کیا ❊

سر ہنری نے اپنی برداشت اور دوستانہ ثابت قدمی جو شاہ اودھ کے ساتھ برتتا تھا اور ہندوستانی اور سرحدی ریاستوں کے ساتھ بھی برتتا۔ نظام کی ریاست میں آودھ کی طرح بڑے بڑے تعلقدار مسلح عربوں اور رہیلوں کو ہمراہ لے کر ملک میں بدنظمی پھیلاتے تھے۔ خود نظام کی سپاہ تنخواہ کے چڑھنے پر بغاوت پر آمادہ ہوتی تھی ۱۸۴۷ء میں برٹش کنٹنجنٹ کو ایک بڑے خوفناک بلوے کو دبانا پڑا۔ دوسرے برس خود حیدر آباد میں جو فساد برپا ہوا اُسکو رزیڈنٹ نے سنگینوں کے زور سے فرو کیا ❊

بھوپال کا فساد

اس اثناء میں دکن کے رہیلوں نے اپنی تلواروں کو مبر محمد خاں کے نذر کیا جو بھوپال کی بیگم سے

سرکشی کر رہا تھا۔ وہ نوجوان بیگم کا ولیل رشتہ دار تھا۔ ۱۸۴۶ء میں وہ دارالسلطنت کے قریب بقدر طاقتور سپاہ کے ساتھ خیمہ زن ہوا کہ ایجنٹ بھوپال بیگم کی کمک کے لئے سپاہ لے گیا۔ تھوڑی دیر تیزی کے ساتھ لڑائی رہی۔ جس میں باغی سپاہ کو شکست ہوئی اور بیگم کو فتح۔ اور میر محمد خاں نے اپنے تئیں بیگم کے حوالہ کیا مگر اس کا قایم مقام ایک بہادر رسیلہ کریم خاں ہوا جس نے اپنی لڑائی کے اندر جان دیدی۔ اس شکست سے بغاوت کے شعلے زیادہ دیے نہ اٹھنے پائے اور ساگر میں نہ پھیلے جسکو ۱۸۱۸ء میں برار کے راجہ بھوسلا نے سرکار انگریزی کو دیدیا تھا ؛

کولہاپور اور ساونت واری کے فسادات

کولہاپور کی مرتفع زمینوں میں ایک چھوٹی سی ریاست مرہٹوں کی تھی جسمیں ابھی تک خاندان سیواجی کا وارث راجہ چلا جاتا تھا۔ راجہ لڑکا تھا۔ داجی کرشنا پنڈت مدار المہام ریاست تھا جو برٹش ریجنٹ کی صلاح سے کام کرتا تھا۔ سرداروں نے پہاڑی قلعوں اور گڑھیوں پر قبضہ کر لیا تھا پنڈت جو صلاحیں کرنی چاہتا تھا اسکے وہ دشمن تھے اور انتقام لینا چاہتے تھے۔ پنڈت تو سرداروں کی ان درخواستوں کو منظور کر لیتا تھا جو قابل سزا ہوتی تھیں مگر جو آدمی ہاتھوں میں ہتھیار لے کر بر سر فساد کھڑے ہوتے۔ ان کے ساتھ برٹش ریجنٹ کوئی رعایت نہیں کرتا تھا ؛

ستمبر ۱۸۴۴ء میں انگریزی سپاہ نے بدنظمی کے مقامات پر سفر کرنا شروع کیا۔ اکتوبر میں سامن گڑھ کے قلعہ کو حملہ کر کے فتح کر لیا اور پہلی دسمبر کو پنہالہ کا قلعہ اسی طرح لے لیا۔ سال ختم نہ ہونے پایا تھا کہ ملک کا ہر قلعہ انگریزوں کے ہاتھوں میں آگیا۔ اور باغی سرحد سے بڑے پہاڑوں میں بھاگ گئے ؛

لیکن اس اثناء میں ساونت واڑی کے جنگلوں اور پہاڑوں میں سرکشی کے شعلے بھڑکنے لگے۔ یہ ایک چھوٹی سی ریاست مرہٹوں کی گوا اور کولہاپور کے درمیان ہرکان کے اس جنوبی کونے میں ہے جسمیں خاندان بھوسلا کی نسل سے تھا راجہ تھا جس نے ۱۸۳۰ء سرکار کمپنی سے صلح کر لی تھی۔ سمندر کے کنارہ کا قطعہ جو اس سے علاقہ رکھتا تھا وہ اب انگریزوں کے ہاتھوں میں تھا۔ ۱۸۳۸ء سے اس ملک میں انگریزی عملداری اس سبب سے تھی کہ وہاں کے راجہ میں یہ لیاقت نہیں تھی کہ اپنی سرکش رعایا کو اپنی اطاعت میں رکھ سکتا۔ لیکن رعایا ان نئے انگریز حاکموں سے محبت نہیں رکھتی تھی ۱۸۴۴ء کے آخر

ہیں یہاں کے سارے سردار مسلح ہوکر انگریزوں سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ انہوں نے جنگلوں میں چارسو سپاہیوں کو پکڑ کر مار ڈالا اور ونگولا میں ایک تھلکہ پڑ گیا۔ یہ خوش نصیبی تھی کہ کرنیل اوٹرم صاحب ولایت سے بمبئی میں آگئے تھے وہ سپاہ لے کر میدان میں آئے۔ ان کے آتے ہی اور رنگ ہوگیا۔ گو بہت سی مزاحمتیں پیش آئیں مگر کرنیل صاحب برابر قلعوں اور دہات اور کوٹوں کے بلا مزاحمت نامعلوم ملک میں برابر فتح کرتے چلے گئے۔ اور باغی پرتگیزوں کے ملک میں مفرور ہوئے۔ کولہاپور میں انگریزی ایجنٹ کی جگہ ہندوستانی ایجنٹ مقرر ہوا اور ساونت واڑی کے معاملات کرنیل جیکب کے حوالہ ہوئے اور کرنیل اوٹرم ستارہ میں رزیڈنٹ رہے جہاں سیواجی کے خاندان کی ایک شاخ کو راجہ پرتاب سنگھ نے پھر سرسبز کیا ہے۔

سکھوں کی اول لڑائی کی تمہید

۱۸۴۵ء معلوم ہوتا تھا کہ امن و عافیت سے گذریگا کہ شمالی مغربی سرحد پر ایک طوفان جنگ اٹھا۔ جو سرہنری ہارڈنگ کے آشتی طلبی اور صلح جوئی کے خیالات کو اڑا کر لے گیا۔ پنجاب میں سکھوں کی سلطنت کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے درست کیا اور ایک سپاہ جرار جس کو خالصہ کی سپاہ کہتے ہیں تیار کی۔ اس دیدہ ور دور بین میں ایک استعداد خداداد معاملہ فہمی کی ایسی تھی کہ ایک نظر میں معاملات کو تول لیتا تھا اور اس کی برائی بھلائی جانچ لیتا تھا جس کے سبب سے اس نے کبھی برٹش گورنمنٹ سے مخالفت و عداوت کا خیال نہیں کیا۔ ہمیشہ رشتہ اتحاد کو اسکے ساتھ مستحکم رکھا۔ اور ہمیشہ ستلج کے پار اپنے ہمسایہ کو اپنے سے زیادہ طاقتور جانتا تھا مگر جب ۱۸۳۹ء میں اس کی آنکھ بند ہوئی تو چھ برس کے عرصہ میں جلد جلد انقلاب پر انقلاب ایسے واقع ہوئے اور راجہ پر راجہ ایسے دغا و فریب سے قتل کئے گئے کہ ان کی نظیر تاریخ میں کمتر ملتی ہے۔ سارے ملک میں بدعملی و بے انتظامی و ابتری پھیل گئی۔ ۱۸۴۵ء میں سلطنت کی صورت یہ تھی کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ ایک طفل خردسال راجہ تھا۔ اس کی ماں رانی جنداں نائب السلطنت تھی اکثر دربار میں اجلاس کرتی تھی اور معاملات سلطنت میں دیوان دینا ناتھ و بھائی رام سنگھ و مصر لال سنگھ سے صلاح و مشورہ لیتی تھی۔ لیکن اصل اقتدار اور اختیار سپاہ خالصہ کے پنچوں کے ہاتھ میں تھا۔ جو وہ چاہتے سو کرتے وہ گلاب سنگھ کو وزیر بنانا چاہتے تھے مگر یہ گرگ باران دیدہ کب اس عہدہ کو قبول کرتا تھا جس میں جان جانیکا اندیشہ تھا۔ تیج سنگھ پشاور کا حاکم لاہور میں آیا۔ اس سے بھی عہدہ وزارت کے قبول کرنے کی درخواست کی گئی۔ مگر اس نے بھی اسکو نامنظور کیا پھر وزارت کے عہدہ کے لئے پانچ چٹھیاں ڈالی گئیں۔ جنکو مہاراجہ دلیپ سنگھ

نے نکالا۔ اتفاق سے یا کسی حکمت سے لال سنگھ کے نام کی چٹھی نکلی مگر اُس کی وزارت کو سپاہ خالصہ نے نہیں مانا۔ سلطنت کا کاروبار رانی ہی کے نام سے ہوتا رہا۔ جس کے معاون لال سنگھ و تیج سنگھ تھے۔

اب سپاہ خالصہ کے اقتدار و اختیار کا پایہ اپنی بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ اُس سے اعلےٰ سے اعلےٰ عہدہ دار ڈرتے تھے کہ وہ ایک لحہ میں اُن کو خاک میں ملا سکتی ہے۔ رانی اپنے منصب کو بڑا خطرناک جانتی تھی اور ملک کی آمدنی کے ماخذ خالی ہو گئے تھے۔ خزانہ میں روپیہ نہ تھا۔ فسادی سپاہ کا غارتگری سے کسی طرح پیٹ نہیں بھرتا تھا تیار بیٹھی تھی کہ شیر سنگھ کے بیٹے کو جو ابھی بچہ تھا پنجاب کا مہاراجہ بنائیں۔ سپاہ کسی کی مطیع و فرمانبردار نہ تھی۔ دربار نے اپنی مصلحت یہ سمجھی کہ سپاہ کو کوئی اور کام بتلا دیں کہ وہ اس میں مصروف ہو جائے۔ اور سلطنت اُس کے ہاتھ سے خلاصی پائے سپاہ کو یہ صلاح دی گئی کہ وہ جموں پر چڑھائی کرے اور راجہ گلاب سنگھ سے روپیہ وصول کرے۔ چنانچہ وہ اس پر چڑھ کر گئی اور گلاب سنگھ کو لاہور میں لائی اور اُس سے ایک کروڑ روپیہ وصول کیا پھر سلطنت کو اس کی دست یازی سے بچانے کے لئے مولراج پر حملہ کرنے کی صلاح دی وہ ابھی اپنے باپ کی ریاست پر نیا مسند نشین ہوا تھا اس سے بھی اٹھارہ لاکھ روپے اینٹھ کر لائی غرض رانی ایسی تجویز کرتی تھی جس سے سپاہ کا اقتدار اور اس کا اتحاد جاتا رہے اُسکو یہ تجویز بتائی کہ ستلج کے پار ہو کر وہ برٹش گورنمنٹ پر حملہ آور ہو۔ جب سپاہ نے یہ بات سنی تو حرب و ضرب کے سامان کی طلب کے لئے غل شور مچایا جب وہ اُن کو نہ دیا گیا تو کچھ مدت کے لئے ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا گیا۔ اس اثناء میں دربار امرتسر میں چلا گیا اور نومبر کی شروع میں لاہور میں پھر واپس آیا۔ اب لال سنگھ نے علانیہ وزارت کا کام سلطنت میں رانی کے ماتحت شروع کیا۔ تیج سنگھ کمانڈر انچیف تھا ٭

جھوٹی رپورٹیں کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب پر انگریزی سپاہ چڑھی چلی آتی ہے

نزاکت کے ساتھ یہ افواہیں اُڑ رہی تھیں کہ ستلج کے جنوب و مشرق کی طرف سے انگریزی سپاہ چڑھی چلی آتی ہے۔ اور ستلج پار سکھ سرداروں کے خطوط دکھائے جاتے تھے جنیں یہ لکھا تھا کہ انگریزی افسر حقیقت میں سکھوں کی رعایا کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں اور اُن کو سب طرح کی تکلیفیں اور رنج پہنچاتے ہیں اور دق کرتے ہیں ان افواہوں نے اپنا یہ کام کیا کہ سپاہ کو چونکایا اور بھڑکایا اور شہر لاہور میں ایک تھلکہ ڈال دیا۔ نومبر کے شروع میں سرداروں اور سپاہ کے پنچوں اور سلطنت کے ارکین کو راجہ لال سنگھ

نے شالامار کے باغ میں بلایا جب وہ سب جمع ہو گئے تو دیوان دینا ناتھ نے ایک خط پڑھا جو ستلج کے پار
کے سکھ افسروں نے اس باب میں لکھا تھا کہ سرکار انگریزی دربار کی رعایا سے مدارات ایسی کرتی ہے کہ گویا
وہ اسی کی رعایا ہے اور اُن سے خراج مانگتی ہے دیوان نے مطلع کیا کہ کشمیر اور پشاور میں کوئی گورنمنٹ کا
انتظام نہیں ہے وہ سرکاری مالگذاری کا ایک روپیہ بھی نہیں دیتے ہیں اور سارے ملک میں بے انتظامی اور
ابتری اور بدعملی ہو رہی ہے ان کو یہ خیال دلایا کہ اُن کا راجہ ایک بچہ ہے اگر کل سکھ کی قوم یا اُس کی خیرخواہ
رعایا ہے تو اُس کا یہ فرض ہے کہ اسکے حقوق کو محفوظ رکھے۔ اگر سکھوں کی سلطنت و اقتدار کے قائم رکھنے
کے لئے جلد انتظامات نہیں کئے جاوینگے تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سلطنت بالکل برباد ہو جائے گی اور دیوان
نے مہارانی کی طرف سے مجلس میں بیان کیا کہ وہ راجہ لال سنگھ کو وزیر اور تیج سنگھ کو کمانڈر انچیف مقرر کرتی ہیں
اس مجلس میں اس فصیح تقریر نے سپاہ خالصہ کے پنچوں اور سرداروں اور افسروں پر ایسا اثر کیا کہ سبنے بالاتفاق
پکار کر کہا کہ لڑائی ہو۔ اور رانی نے جن کو عہدوں پر مقرر کیا تھا سبنے بڑی خوشی سے منظور کیا ہے

لاہور میں سب قسم کے گروہوں میں آپس میں جو گفتگوئیں ہوئی تھیں ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان
پر چڑھائی کی جائے اور اکثر سپاہ اپنے لوٹ کی تفصیل و تشریح کرتی تھی کہ متھرا اور بنارس و دہلی سے خوب دولت
وہاں ہاتھ آئے گا۔ اور ڈینگیں مارتی تھی کہ ہم کل ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ راجہ لال سنگھ اور تیج سنگھ
کو اپنے عہدے کا تلک مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھ میں لگایا گیا اور سردار اور سپاہ کے پنچ کورنش بجالانیکے لئے
جمع ہوئے کہ اُن کو ستلج کے پار جانے کے احکام دے جائیں۔ گرنتھ کے بعض فقرے پڑھے گئے اور گرجا پرشاد تقسیم
ہوا جو شکر اور کشمش سے بنی ہوئی ایک مٹھائی ہوتی ہے۔ پنچوں اور سرداروں نے گرنتھ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ ہم
مہاراجہ دلیپ سنگھ کی خیرخواہی میں وفادار رہیں گے اور راجہ لال سنگھ وزیر اور تیج سنگھ کمانڈر انچیف کے حکموں
کی اطاعت کرینگے۔ بعد ان رسوم کے ادا ہونے کے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا گیا۔ سپاہ
خالصہ کو حکم دیا گیا کہ وہ ستلج کے پار جائے۔ دربار نے اس جنگ کے لئے چار وجوہ بیان کیں۔ اول برٹش گورنمنٹ
کا ستلج کی طرف افواج انگریزی کا آگے بڑھانا اور اپنی محافظت کے لئے ایسی تدبیروں کا کرنا جس سے معلوم ہوتا تھا
کہ پنجاب کی لڑائی کو وہ پہلے سے سوچے ہوئی تھی اور اسپر وہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ دوم راجہ رنجیت سنگھ
کا اٹھارہ لاکھ روپیہ فیروزپور کے انگریزی خزانہ میں جمع تھا اس روپیہ کا دعویٰ جو سکھوں کی گورنمنٹ نے کیا
تو اُس کے دینے سے انکار کیا۔ سوم گاؤں موردان کو راجہ نابھ کو دینا جو سکھوں کی ملکیت سے تھا۔ چہارم

ستلج کے جنوب میں جو خالصہ کا ملک ہے اُس میں سپاہ سکھ کو آزادانہ اجازت کا نہ دینا یہ بھی یقین کیا گیا تھا کہ بمبئی میں کشتیاں اس لئے تیار ہورہی ہیں کہ ستلج پر پل بنایا جائے اور سندھ میں لشکر اس لئے تیار ہو رہا ہے کہ ملتان پر چڑھائی کی جائے ۔ اب ان سب باتوں کی اصل حقیقت آگے بیان کی جائے گی ۔

انگریزوں کی حفظ ماتقدم کی تدبیر

پنجاب میں اور انگریزی عملداری میں یہ یقین کیا جاتا تھا کہ دیر سویر لڑائی ضرور ہوگی۔ لیکن اسکا سان گمان کسی انگریز کو نہ تھا کہ دفعتاً سپاہ خالصہ انگریزی عملداری پر ٹوٹ پڑیگی۔ سکھوں کی سپاہ کو انگریز بڑا حقیر جانتے تھے سنہوں کی عظمت انگریزی نگاہ میں اس سبب سے بھی نہ تھی کہ وہ بے سری تھے اور لوٹتے مارتے پھرتے تھے ان کے اخلاق و عادات بگڑے ہوئے تھے ۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب راجہ رنجیت سنگھ کا سا عاقل انگریزوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے سے اپنے تئیں بچاتا رہا تو اُس کی سپاہ خالصہ کو ایسی ہمت و جرأت کہاں سے ہوگی کہ وہ برٹش گورنمنٹ پر بے سبب لڑائی پر چھاپ پڑیگی۔ غرض سوائے ہنری لارنس کے کسی اور انگریز کو یہ خیال نہ تھا کہ ایسی حالت میں کہ برٹش گورنمنٹ کی اور کسی سے لڑائی نہیں اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا اُس کی اپنی عملداری میں ہے سکھوں کی سپاہ ستلج سے پار اُتر کر جنگ شروع کر دیگی ۔

جب سر ہنری ہارڈنگ ہندوستان میں آیا تو اُس نے خیال کیا کہ **لارڈ ایلن برا** نے جو سرحد کی محافظت کا انتظام کیا ہے وہ ناقص ہے اور وہ کافی نہیں کہ دشمنوں کے حملہ کو روک سکے ۔ پس حفظ ماتقدم ناگاہ خوفوں کے لئے ضرور ہے ۔ ایک مہینہ بھی ان کے آنے پر نہ گذرا تھا کہ انہوں نے بہت جلد ان مقامات کو جہاں حملہ ہونے کا خوف تھا خوب مستحکم کیا تو نومبر ۱۸۴۵ء سے پہلے فیروز پور۔ لدھیانہ ۔ انبالہ میں ستر ہزار سپاہ اور ۶۸ توپوں کو جمع کیا **لارڈ ایلن برا** نے جو سپاہ ان مقامات پر متعین کی تھی ۔ اس سے یہ سپاہ دو چند تھی ۔ میرٹھ میں دس ہزار سپاہ و ۲۸ توپیں موجود تھیں کہ ضرورت کی صورت میں فوراً روانہ ہو جائیں فیروز پور میں انگریزی سپاہ کے لئے بارکیں بنانے کا حکم ہو گیا تھا ۔ لارڈ ہارڈنگ کے آنے کے بعد نو مہینے میں تیار ہو گئی تھیں گورنر جنرل کے احکام سے چھپن کشتیاں جو سندھ میں **لارڈ ایلن برا** نے تیار کرائی تھیں وہ بر وقت فیروز پور میں آ گئی تھیں۔ گیارہ سو گھوڑے توپوں کے واسطے گورنر بمبئی اور مدراس سے مستعار لئے گئے اور بمبئی سے ایک رجمنٹ ڈریگونس کی آ گئی تھی ۔ دہلی کے میگ زین میں رات دن کام

تھا۔ ممالک مغربی میں نئے لفٹنٹ گورنر کلارک صاحب سپاہ کے لئے سامان و رسد بڑی چستی و چالاکی سے تیار کرتے تھے۔ میجر براڈفٹ جنہوں نے جلال آباد میں بڑی شہرت پائی تھی وہ شمالی مغربی سرحد میں برٹش ایجنٹ تھے۔ اُن سے بہتر کوئی شخص اس خدمت کے لئے نہیں مقرر ہوسکتا تھا وہ بڑے بڑے کام کرتے تھے۔

ان تمام علامتوں سے ستلج کے پار سکھوں کے دلوں میں برٹش گورنمنٹ سے نفرت پیدا ہو رہی تھی۔ اور وہ اس کی دوستی پر اعتبار نہیں کرتے تھے اور اس کو جو فتوحات جدید حاصل ہوئی تھیں انکو یہ سپاہ خالصہ اپنے حق میں مضر جانتی تھی اور وہ یہ سمجھتی تھی کہ انگریزی ہم کو کسی اور طرف فتح نہیں حاصل کرنے دینگے سرکش گورنمنٹ برابر ملک پر ملک فتح کرتی چلی آتی ہے۔ پنجاب کو کب چھوڑیگی وہ یاد رکھتی تھی کہ کل سپاہ جو ہمارے پیچھے شمالی مغربی سرحد پر چھوڑی گئی ہے وہ سات ہزار سے کم تھی ۱۸۴۲ء میں کابل سے مراجعت کے بعد ملک سندھ کو اُس نے فتح کرکے اپنے ملک میں ملا لیا۔ اور گوالیار کی سپاہ کو شکست دیدی پہلے گورنر جنرل نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک سکھ راجہ کی امداد کرے کہ وہ اپنی خالصہ سپاہ کو تہ و بالا کردے۔ اب جو انگریزوں نے اپنے حفظ ماتقدم کی تدبیریں کیں وہ یہ سمجھے کہ ہم کو وہ دھمکاتے ہیں اور اپنی آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اگر اُن کے دل میں کوئی بدی نہ ہو تو پھر کیوں نیپیر صاحب سپاہ جرار کو ملتان کی سرحد پر تیار کر رہے ہیں اور فیروز پور کی حفاظت دس ہزار سپاہ کر رہی ہے۔ کس مطلب کے لئے بریڈ فوٹ سندھ سے آئی ہوئی کشتیوں کا پل بنانے میں کوشش کر رہے ہیں۔ اگر برٹش گورنمنٹ آشتی طلب ہے تو پھر کیوں نیا ایجنٹ ان روے ستلج کی ریاستوں کا جن میں سے حقیقت میں بعض لاہور سے متعلق ہیں دعوے کرتا ہے۔ انند پور لکھووال کے معاملات میں دست درازی کی۔ جس کا لاہور کی قلمرو میں ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ غرض ان باتوں سے سکھوں کے دلوں میں غلط یا صحیح اشتعال ہوا انہوں نے براڈفوٹ صاحب کو اپنا دشمن جانا۔

۸ دسمبر ۱۸۴۵ء کو سکھوں کی سپاہ ستلج کے داہنے کنارہ پر نمودار ہوئی اور ۱۱ دسمبر کو فیروز پور کے سامنے ہری کے پتن میں سکھوں کے سوار آئے۔ فیروز پور میں انگریزوں کی سپاہ دس ہزار اور توپیں تیس تھیں اور اس کے سپہ سالار سرجان لٹلر تھے جنہوں نے مہاراج پور کی لڑائی میں بڑا نام پیدا کیا تھا انہوں نے اپنی آدھی سپاہ کو غیر محفوظ لشکرگاہ کی محافظت کے لئے چھوڑا اور آدھی سپاہ لیکر وہ دشمن سے جس کی سپاہ ان سے دس گنے تھی لڑنے کے لئے تیار ہوئے مگر ان کے بہادرانہ مقابلہ کے سامنے سکھ نہیں آئے یا تو وہ انگریزی سپاہ سے آزمایش کے لئے تیار نہ تھے یا اُس کے دغاباز سرداروں لال سنگھ و تیج سنگھ نے یہ کہہ کر لڑنے سے باز رکھا

ضعیف دشمن کے مقابلہ میں اپنا وقت وہ کیوں ضایع کریں محقق یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ سپاہ لارڈ گلٹ ٹلر صاحب کے کچلا لگانے میں کوشش کرتی۔ فیروزپور سے دس میل کے فاصلہ پر مدکی میں بیس ہزار سپاہ اس امید میں چلی گئی کہ گوف صاحب کی سپاہ جو آگے بڑھتی چلی آتی ہے اُسے روکے۔ ۸ دسمبر تک برٹش سپاہ نے آگے حرکت نہیں کی برٹش گورنمنٹ کی مصالحت کی پولیسی ابتک چلی جاتی تھی کہ جب سکھوں کی سپاہ نے ستلج سے پار سفر کیا ہے تو سرہنری ہارڈنگ نے اسلئے ظاہر کیا کہ اگر سرحد حقیقت میں شکستہ نہ ہو تو انصاف نہیں ہے کہ لڑائی شروع کی جائے۔ مگر لاہور گورنمنٹ نے اس انگریزی مدبر سے کہا کہ برٹش گورنمنٹ کو ستلج کے کنارہ کے محفوظ کرنے کا اختیار ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم کو اپنے کنارہ کے محفوظ رکھنے کا اختیار ہے۔ غرض گورنر جنرل کی اس مصالحت کی تحریک سے سکھوں کی سپاہ نے ستلج سے پار اترنا موقوف نہیں کیا ×

برٹش گورنمنٹ کی طرف سے اشتہار جنگ

گورنر جنرل نے جب ۸۔ دسمبر کو سنا کہ لڑائی پر سکھوں کی سپاہ تیار ہے تو اُس نے فوراً حملہ آور سپاہ کے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ ۱۳۔ دسمبر ۱۸۴۵ء کو گورنمنٹ نے اشتہار دیا جس میں اس نے اپنی پولیسی اور مقاصد اور خیالات کو ظاہر کیا۔ اس اشتہار میں لکھا گیا کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب کے ساتھ ہمیشہ مصالحت کے شرایط کو بجالاتی رہی اور ۱۸۰۹ء میں جو مہاراجہ رنجیت سنگھ سے عہد نامہ ہوا تھا اسکے عہدوں کو پورا کرتی رہی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جانشینوں کے ساتھ وہ اپنے تعلقات دوستی رکھتی رہی۔ مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات سے گورنر جنرل پر یہ فرض ہوا کہ وہ برٹش گورنمنٹ کا حفظ ماتقدم اس خیال سے کرے کہ لاہور گورنمنٹ پراگندہ وابتر ہوگئی ہے باوجودیکہ لاہور کے دربار نے ان دو سالوں میں بہت سے معاملات خلاف دوستی کئے مگر برٹش گورنمنٹ نے نہایت تحمل سے اُن کی برداشت کی۔ اور اپنے سچے دل سے یہ آرزو کی کہ پنجاب میں سکھوں کی ایک مستحکم گورنمنٹ قایم ہو جائے حال میں دربار کے حکم سے سپاہ خالصہ نے لاہور سے اس ارادہ سے کوچ کیا ہے کہ انگریزی عملداری پر حملہ کرے۔ باوجودیکہ اس کی وجہ بار بار استفسار ہوئی مگر کچھ جواب نہیں ملا اور اب سپاہ سکھ نے انگریزی عملداری پر بلا عذر اسکے کہ کوئی ہماری طرف سے ذرا سا بھی اشتعال دیا گیا ہو حملہ کیا ہے اسواسطے گورنر جنرل کو چاہئے کہ اپنے ملک کی محافظت کرنے کی تدابیر اختیار کرے کہ جس سے برٹش گورنمنٹ کی حکومت کی حمایت ہو اور عہد شکنوں اور رفاہ عام میں خلل اندازوں کو سزا دیجائے اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کا جو ملک

روے ستلج تھا وہ انگریزی عملداری میں داخل کیا گیا ❖

انگریزی سپاہ کا لڑائی کے لئے جانا

۱۱۔ دسمبر کو سرہیوگاف انبالہ میں اپنے لشکر گاہ میں مال کی تیاریاں کر رہے تھے کہ ان کے پاس خبر آئی کہ سکھوں کی سپاہ ستلج پار اُتر آئی وہ بال کو چھوڑ چھاڑ جس قدر سپاہ کو جمع کر سکے اپنے ساتھ لے کر جنگ گاہ کی طرف چلے۔ سات دن میں گیارہ ہزار سپاہ اور بیالیس توپوں سے ۱۵۰ میل کے قریب سفر کیا۔ ۱۸۔ دسمبر کو دوپہر کے بعد موضع مدکی میں جو فیروز پور سے ۲۰ میل اور لدھیانہ سے ۵۰ میل تھا۔ سپاہ اُتری وہ ریگستانی سڑکوں میں دھوپ کے اندر سفر کرنے سے تھکی ہوئی تھی۔ نہ سونے اور کھانے پینے کے نہ ملنے سے ضعیف ہو رہی تھی اسکو امید تھی کہ چند گھنٹے ٹھہر کر اور کھا پی کر تازہ دم ہو گی۔ دوپہر کے بعد دوانہ محنت شروع ہو گی مگر وہ چند منٹ ہی ٹھہری کہ براڈفٹ صاحب کے پاس خبر آئی کہ دشمن سر پر آپہنچا ہے۔ سپاہ کی صف بندی ہوئی کہ چار بجے دوپہر کے بعد سپاہ کے روبرو دشمنوں کے آجانے سے خاک کے مگولے اُٹھنے شروع ہوئے ❖

مدکی کی لڑائی

یہ پہلی لڑائی تھی جو ۱۸۴۵ء کو انگریزی سپاہ اور خالصہ سپاہ کے درمیان ہوئی۔ انگریزوں کی سپاہ گیارہ ہزار کے قریب تھی اور سکھوں کی سپاہ لال سنگھ کے زیر حکم میں ہزار کے قریب تھی اور چالیس توپیں اُس کے ساتھ تھیں۔ ایک شخص چشم دیدہ حال لکھتا ہے کہ اس تاریخ کو برٹش کیمپ میں کوئی خبر دشمن کی سوائے اس کے نہ تھی کہ وہ قریب آگیا ہے دفعتہً ۳ بجے دوپہر کے بعد توپوں کی بہت سی آوازیں سنائی دیں۔ گورنر جنرل گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً میدان جنگ میں پہونچے برٹش ہاری تھکی اپنے کھانا پکانے کی تیاری کر رہی تھی کہ فوراً جنگ کے لئے تیار ہوئی۔ کمانڈر انچیف سرہیو گاف سواروں اور گھوڑچڑھی توپوں کو لے کر گئے ان کے پیچھے پیدل سپاہ اور میدانی توپ خانہ گیا۔ دشمن کا مقام جنگل کے اور جھاڑیوں اور ریت کے ٹیلوں کے پیچھے تھا۔ انگریزی لشکر سے دو میل تھا۔ ان چیزوں کو سکھوں نے اپنے پیدلوں اور توپ خانوں کی آڑ بنا رکھا تھا جو وقت انگریزی لشکر گاہ کے روبرو آیا تو سکھوں کے توپخانہ نے ایسی بڑی بھاری آتش باری اس پر کی کہ وہ اس طرف آگے نہ بڑھ سکا۔ لیکن انگریزی سواروں نے سکھوں کے بائیں بازو کو چکرا دیا۔ اور پیادوں اور توپوں سے

کے پیچھے ہٹے اور انگریزی توپخانہ نے سکھوں کے توپخانہ کا منہہ بند کر دیا۔ سرجان ایم کیسل اور میجر جنرل سر ایچ سمتھ و گلبرٹ نے انگریزی پیدل سپاہ سے سکھوں کی پیدل سپاہ پر حملہ کیا۔ جب کہ طرفین سے لڑائی بڑی سرگرمی اور تیزی سے گھمسان ہو رہی تھی تو لال سنگھ دفعتہً میدان جنگ سے چلا گیا اور سکھوں کو چھوڑ گیا کہ وہ اپنی لڑائی آپ لڑیں۔ سکھوں نے اپنے سردار کی دغابازی کا ذرا خیال نہیں کیا اور بڑی بہادری سے بدستور لڑتے رہے۔ بعض سکھ سوار گھوڑوں پر سے اُترے اور دونوں ہاتھ سے تلوار کو پکڑ کر انگریزوں کی صفوں میں تیغ زنی کرتے ہوئے گھس گئے مگر بہت قتل ہو گئے باقی پس پا ہوئے۔ سر ہنری سپاہ کے ایک حصہ کو خود لڑا رہے تھے۔ جب سرگرے صاحب نے اُن کو منع کیا کہ آپ خود اپنے تئیں ایسے جوکھوں میں نہ ڈالئے تو اُنہوں نے ذرا بھی اُس کا کہا نہ سنا۔ دو ہزار برس ہوئے کہ سکندر اعظم کو بھی اسطرح ایک ناصح نے منع کیا تھا مگر اُس نے نہ سنا تھا۔ گورنر جنرل کے موجود ہونے سے سپاہیوں کی ہمت بڑھی اور وہ دلاوری اور دلیری سے لڑتے تھے۔ آخر کار انگریزی سپاہ کی شجاعت کے سامنے سکھوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور سنگینوں کے ایک مقام سے دوسرے مقام میں ہٹائے گئے۔ رات کی تاریکی اور خاک کے اُڑنے نے انگریزی سپاہ کو اُنکا تعاقب دریا کی اس سمت میں نہیں کرنے دیا جس طرف وہ بھاگتے جاتے تھے۔ رات سے پہلے سترہ بھاری توپیں انگریزوں نے چھین لیں۔ لڑائی ڈیڑھ گھنٹہ تک ستاروں کی ضعیف روشنی اور خاک کے بگولوں میں جو ریگستان سے اُٹھتے تھے جاری رہی۔ اس لڑائی سے سپاہ خالصہ کی بہادری کی حقیقت کھلی فتح بڑی گراں بہا خریدی گئی سپاہی ۲۱۵ مقتول اور ۶۵۷ مجروح ہوئے اور سیل صاحب جلال آباد کے جلیل القدر افسر اور میجر جنرل کیمل اس جنگ میں اجل کے ہاتھ میں آگئے۔ ساٹھ برس سے ہوم گورنمنٹ کا یہ دستور تھا کہ جب گورنر جنرل سپاہی ہوتا تو وہ لڑائی میں کمانڈر انچیف بھی مقرر ہوتا۔ جیسا کہ لارڈ کورنوالس کو اور لارڈ ہیسٹنگز مقرر ہوئے تھے مگر معلوم نہیں کہ سر ہنری ہارڈنگ کیوں کمانڈر انچیف نہیں مقرر ہوئے۔ جب اُنہوں نے مدکی میں سپاہ کی صف آرائی میں بے ترتیبی دیکھی تو اُنہوں نے اپنے منصب عالی پر کچھ نظر نہ کی اور کمانڈر انچیف کے ماتحت ایک جنرل کا عہدہ اختیار کر لیا ان میں عجیب انکسار نفس تھا کہ ان تمام لڑائیوں میں وہ کھلے میدان میں درخت کے نیچے دفتر کے صندوقوں کو کام کرنے کے لئے بیٹھتے تھے اور خیمے ڈیرے کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے ؏

پھیرو یا فیروز شہر کی لڑائی ۲۱ دسمبر ۱۸۴۵ء

سپاہ انگریزی نے مدکی میں آرام کے لئے دو روز قیام کیا اور مردوں کو دفن کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ سکھوں کی سپاہ عظیم پر اُن کے مقام فیروز شہر میں حملہ کیا جائے۔ شب گذشتہ کو سرجان لٹ ٹلر کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فیروزپور سے پانچ ہزار سپاہ اور چار میدانی توپ خانے لیکر اس لشکر سے آن ملے تاکہ دونوں لشکر ملکر دشمن پر حملہ کریں صاحب ممدوح نے تیج سنگھ کو سپاہ لئے اُن کے نزدیک کھڑا تھا یہ بہلا وا دیا کہ اُس کو اپنے نقل و حرکت سے خبر نہ ہونے دی اپنے خیمے بدستور کھڑے رہنے دئے اور بازار کا جھنڈا قایم رکھا اور سوار بدستور پکٹ پر کھڑے رہے۔ ۲۱ دسمبر کو سرجان کی سپاہ دوپہر کو لشکر سے آنکر ملی ہے۔

مدکی اور فیروزپور سے دس میل کے فاصلہ پر فیروز شہر کے گرد سکھوں نے تھوڑے دنوں سے اپنا مورچہ بنانا شروع کیا تھا وہ ایک قسم کا مستطیل مربع کی شکل کا تھا۔ جس کا طول ایک میل اور عرض آدھا میل تھا۔ ایک سو توپوں سے زیادہ اس پر لگی ہوئی تھیں۔ سپاہ کی تعداد پینتیس ہزار کے قریب تھی۔ جس میں دسہزار سوار تھے۔ ان میں سے تہائی کے قریب قواعددان تھی۔ جن کو اہل فرانس اور اہل اٹلی نے قواعد سکھائی تھی۔ سپاہی بڑے تجربہ کار بہادر اور نہایت پرجوش تھے اور سکھ توپچی تو ایسے تھے کہ ہندوستانی سپاہ میں وہ کسی سے درجہ دوم پر نہ تھے۔ انگریزی سپاہ ۱۷۰۰۰ آدمی اور ۶۹ میدانی توپیں تھیں۔ دو رجمنٹیں سواروں کی فیروزپور سے آگئی تھیں۔ اس سپاہ کو دشمن کے مورچے کے پچھلے رخ کی طرف ایک قطعہ کھلے میدان میں جانا پڑا جس میں کہیں کہیں جنگل تھا۔ دن کے چار بجے لڑائی شروع ہوئی۔ اول تو جاڑے کے دن چھوٹے ہوتے ہیں یہ آج کا دن تو چھوٹوں سے بھی چھوٹا تھا۔ اسی وقت میں لڑائی کا شروع کرنا بغیر اس کے کہ تاریکی میں لڑائی ہو کسی طرح لڑائی کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میں لڑنے کی اشد ضرورت ہے کہ گورنر جنرل کا حکم تھا کہ لڑائی ابھی ہو اگر یہ حملہ کل پر موقوف رکھا جائے گا تو تیج سنگھ جو فیروزپور میں تھا اپنے لشکر کو لے کر میدان جنگ میں آجائے گا اور گاف صاحب کی سپاہ کو جاڑے کی بڑی رات بھوک پیاس میں کاٹ کر صبح کو دشمن سے لڑنا پڑیگا۔ غرض اسوقت حملہ کرنا ضرور تھا سپاہ انگریزی کے میمنہ کے کمانڈر انچیف اور میسرہ اور قلب کے گورنر جنرل میر لشکر تھے۔ انگریزی لشکر کے توپخانہ نے سکھوں کے مورچہ پر سخت آگ برسانی شروع کی اس کے جواب میں دشمن کے توپخانہ نے بھی گولہ پر گولہ مارنا شروع کیا۔ انگریزی توپخانہ نے ہرچند کوشش کی کہ دشمن کے توپخانہ کو بند کرے مگر وہ بند نہ ہوا۔ گولے

گویاں سنا سن جا رہے تھے انگریزی پیدل سپاہ نے کپتان پرنگل اوبین لین کے ماتحت دشمن کے مورچے میں قدم رکھے اور کچھ توپیں بھی دشمن سے چھین لیں مگر سکھوں نے توپوں کے پیچھے جا کر انگریزی سپاہ پر وہ آگ برسائی کہ وہ بہت خستہ حال ہو کر واپس آئی۔ انگریزی سپاہ نے پھر از سر نو حملہ شروع کیا اور آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے دشمنوں کے مورچہ کا ایک حصہ فتح کر لیا۔ سر ہنری سمتھ کے بریگیڈ نے فیروز شہر کا گاؤں دشمنوں سے لے لیا۔ مگر رات کو اس پر قبضہ نہ رکھ سکا۔ اسلئے اسکو چھوڑ دیا۔ ملکہ معظمہ کی تیسری ڈریگون رجمنٹ نے بڑی بہادری کر کے دشمنوں سے بعض خوفناک توپ خانے چھین لئے مگر پھر بھی دشمنوں نے اپنے مقام پر پاؤں جمائے رکھے۔ رات ہو گئی مگر لڑائی بڑے زور شور سے ہر جگہ ہوتی رہی اور انگریزی سپاہ کو اس نے پریشان و پراگندہ کیا۔ اس رات کا نام خوف کی رات رکھا گیا۔ پیاس۔ سردی۔ تکان زیادہ محنت کرنے نے تھکی ہوئی سپاہ کو بیدم کر دیا اور اس کی تعداد کو بھی کم کر دیا۔ لیکن آفرین ہے انگریزی سپاہ کی بہادری پر کہ اس خستہ حالی میں بھی اپنی ہمت نہیں ہاری۔ اس رات کا حال سر ہنری ہارڈنگ نے سر رابرٹ پیل کو لکھا ہے جو بڑی گرمجوشی سے کامنس ہوس میں پڑھا گیا کہ ۲۱ دسمبر کی رات بھی میری زندگی کی ایک عجیب و غریب رات تھی میں اس سپاہ کے ساتھ خیمے میں تھا کہ نہ جس کے پاس خوراک تھی نہ اوپر اوڑھنے کے کپڑے تھے شدت سے سردی پڑتی تھی۔ سامنے ہمارے ایک آتشناک کیمپ تھا۔ ہمارے بہادر سپاہی سکڑے ہوئے پڑے تھے جن پر ساری رات توپوں کی بڑی مار رہی تھی۔ اس کے ساتھ سکھوں کا غل شور اور انگریزی سپاہ کے ہمراہ کے نعرے اور سپاہیوں کے چلنے کی آوازیں مرنے والوں کا نالہ فغان تھا اسی حالت میں ان تھوڑے سے سپاہیوں کے ساتھ صبح تک رہا۔ جو پہلی رات کو توپخانہ لے گئے تھے۔ کچھ تھوڑا سا آرام لے کر مختلف رجمنٹوں میں متواتر ان کے حوصلے اور جرات کے تحقیق کرنے کے لئے ٹھہر گیا اور ان کے حوصلوں اور ہمتوں کو بڑھایا۔ مجھے میرے پرانے دوست ۲۹ ویں و ۳۱ ویں و ۵۰ ویں و ۹ ویں رجمنٹوں کے ملے۔ جن کو میں نے بڑا ہی قوی دل پایا میں نے ان میں سے ہر ایک سے یہی کہا کہ صبح کو ہمیں سویرے ہی دشمنوں پر حملہ کر کے ان کو مارنا چاہیئے یا میدان جنگ میں عزت کے ساتھ مرنا چاہیئے۔ بڑا شجاع جرنیل (ہیو گاف) رحم دل دلیر و دلاور میرے ساتھ متفق الرائے ہوا۔ بعض افسروں نے یہ تجویز پیش کی کہ رات کو الٹے فیروز پور چلے جائیں لیکن لارڈ گاف اور سر ہنری ہارڈنگ نے اپنی ہمت مردانہ اور جرات دلیرانہ کے سبب سے اس تجویز کو پسند نہیں کیا ان مشکلات کے اندر گورنر جنرل کا حسن خلاق اور عالی ہمتی سپاہیوں پہ

جادو کا اثر کرتی تھی۔ وہ سپاہیوں سے کچھ ایسی نہایت اخلاق سے باتیں کرتے تھے کہ ان [illegible]
تھی سکھوں نے بہت سی لکڑیاں جمع کر لی تھیں ان کو جلا کے اپنے اعضا کو گرم کرتے تھے۔ مگر انگریزی سپاہیں
جو لکڑیاں جلائی جاتیں تو وہ دشمنوں کی نشانہ گاہ بن جاتی۔ سکھ اس آگ پر آگ [illegible]
کرتی تھی۔ رات پر سکھ انگریزی لشکر پر توپیں چلاتے رہے ان کا مقام بڑا خطرناک تھا [illegible]
میں رات ختم ہوئی۔ جب دن نکلا تو دونوں جرنیلوں نے اپنے خستہ [illegible] سپاہ کو اس کام کے لئے تیار کیا جو
اس کم آگے آنے والا تھا۔ سمتھ اور لٹ ٹلر کی سپاہیں جو لشکرگاہ کے عقب میں تھی بہت جلد بلائی گئیں سورج
نکلنے سے پہلے یہ رجمنٹیں آگے بڑھیں دشمنوں کی توپوں نے بہت سی انگریزی توپوں کو پیچھے گرا دیا مگر انگریزی
سپاہ نے فیروز شہر سے دشمن کو نکال دیا اور پھر سارے مورچے کو چھین لیا۔ اور بہت سے خالصہ سپاہیوں
کے علموں کو لے لیا۔ اور ستر توپیں لے لیں۔ دشمنوں کے مورچہ میں سپاہ انگریزی اس طرح کھڑی ہو گئی۔
جیسی کہ اپنے پریڈ کے میدان میں کھڑی ہوتی ہے اور اپنے جرنیلوں کو فتح کی مبارکبادیں خوش ہو ہو کر دیتی تھیں
اب سکھوں کی سپاہ ستلج کو بھاگی جاتی تھی مگر ابھی انگریزوں کا خوف بالکل نہیں گیا تھا وہ فتح کی خوشیاں
منا رہے تھے کہ سامنے خاک کے تودے اڑتے ہوئے نظر آئے جس سے معلوم ہوا کہ کوئی دشمن آ پہنچا ہے۔ یہ
تیج سنگھ کا لشکر تھا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ سر جان لٹ ٹلر کا لشکر اس کو دھوکا دے کر چلا گیا ہے تو وہ
۲۲۔ دسمبر کو بیس ہزار پیادے اور پانچ ہزار سوار اور ساٹھ توپیں لے کر چلا مگر یہاں آنکر دیکھا تو سارا کام تمام ہو چکا
تھا۔ جو مورچے سکھوں نے قایم کئے تھے وہ دشمن کے ہاتھ میں تھے۔ سکھوں کا لشکر ستلج پار اتر چکا تھا۔ وہ انگریزوں
کا حال دریافت کر کے اٹھا چلا گیا اسکو حال نہ کھلا کہ انگریزی سپاہ میں کچھ دم باقی نہ رہا تھا وہ بھوک پیاس کے
مارے مر رہی تھی ہندوستانی سپاہ پکار رہی تھی کہ ہم بھوک کے پیاسے مرے جاتے ہیں چھتیس گھنٹے بے کھائے پئے
ان پر گذر چکے تھے گولہ بارود کچھ پاس نہ تھا۔ اگر ایسے وقت میں ان پر حملہ ہوتا تو گاف صاحب اور ہارڈنگ
صاحب اس کے روکنے لئے بہادرانہ تدابیر کرتے مگر پھر بھی انگریزی سپاہ پر بری بنتی۔ ہندوستان میں کبھی اس کے
سامنے ایسا زبردست دشمن لڑنے نہیں آیا۔ غرض خدا کا فضل ہوا کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

طرفین کی سپاہوں کا نقصان

فتح بڑی مشکل سے حاصل ہوئی گاف صاحب خود لکھتے ہیں کہ اگرچہ دشمن پر بڑا دہشت ناک قتل ہوا مگر ہمارا نقصان

بھی ایسا بھاری ہوا کہ پہلے کبھی ہندوستان میں کسی لڑائی میں نہیں ہوا۔ ۲۴۱۵ سپاہیوں کا نقصان ہوا جس میں ۶۹۴ قتل ہوئے اس لڑائی میں سب سے زیادہ گوروں کی جانیں تلف ہوئیں وہ بہت جان توڑ کر اس معرکہ میں لڑے۔ اور ان ہی کے سر پر فتح کا سہرا رہا۔ یہ لڑائی ایسی سخت تھی کہ سر ہنری ہارڈنگ نے ۲۱ دسمبر کی رات کو ہیو لوک سے کہا کہ اگر ایسی دوسری لڑائی ہوئی تو سلطنت متزلزل ہو جائے گی اس کہنے کی گونج اور انگریزوں کے دلوں تک پہنچی۔ اوران پر اثر کیا اس لڑائی میں سپاہ کا ساتواں حصہ بیکار ہو گیا میجر براڈفٹ جو پولیٹکل افسر اور ٹوڈ صاحب ہرات کے نامور اور بریگیڈیر وال لیس کام آئے۔ سکھوں کے نقصان کا آٹھ ہزار کا تخمینہ کیا گیا۔ فیروز شہر کی فیروزمندی بڑی عظیم الشان تھی اس نے خالصہ سپاہ کو بالکل بیدل کر دیا اور تقریباً توپخانوں سے اس کو محروم کر دیا۔ ان معاملات کے بعد تیج سنگھ سکھوں کا کمانڈر انچیف گورنر جنرل کے پاس صلح کی گفتگو کرنے آیا تو گورنر جنرل نے فرمایا کہ صلح جب تک نہیں ہوگی کہ انگریزی سپاہ دارالسلطنت کے اندر داخل نہیں ہوگی ۔

گورنر جنرل کا اشتہار ۳۱ دسمبر ۱۸۴۵ء

۳۱ دسمبر ۱۸۴۵ء کو گورنر جنرل نے فیروز شہر (پھیرو شہر) سے یہ اشتہار دیا کہ برٹش گورنمنٹ نے لاہور کی گورنمنٹ کو کوئی اشتعال نہیں دلایا کوئی اسکے ساتھ اظہار جنگ نہیں کیا ان دونوں کے بغیر اس نے انگریزوں کے ساتھ جنگ بازی شروع کی۔ سکھوں کی سپاہ جرار جس نے انگریزی عملداری پر حملہ کیا تھا ستلج کے پار ہٹا دی گئی۔ اس لئے برٹش گورنمنٹ کو ضرور ہوا کہ ایسی تدابیر کرے کہ جس سے بغیر اشتعال کے حملہ کرنے والوں کو سزا ملے اور آئندہ پنجاب کی گورنمنٹ اور سپاہ میں اس قسم کی دغابازی کا انسداد ہو۔ تمام ہندوستان کے باشندوں سے جنھوں نے لاہور گورنمنٹ کی ملازمت اختیار کی ہے اطلاع دیجاتی ہے کہ وہ فوراً اپنی خدمت کو چھوڑ کر گورنر جنرل ہند کے زیر حکم آئیں ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ستلج کی اس طرف آ جائیں جو انگریزی عملداری میں ہے اور اپنے آنے کی اطلاع دیں اگر وہ اس حکم کی تعمیل نہیں کریں گے تو وہ برٹش گورنمنٹ کی حمایت سے محروم کر دئے جائیں گے اور اپنے ملک کے دغا دینے والے اور برٹش گورنمنٹ سے باغی سمجھے جائیں گے۔

رنجور سنگھ کا ستلج سے پار اترنا اور لدھیانہ کو دھمکانا

ستلج کی سپاہ انگریزی ایک مہینہ کے قریب بیکار اس انتظار میں بیٹھی رہی کہ سپاہ و ہتھیار و خوراک دہلی سے اس کے پاس آئیں۔ دشمن نے اس التواء جنگ کو انگریزوں کے ضعف پر حمل کیا اُس نے وسط جنوری میں بالائے ستلج کے فتح کرنے کا قصد کیا۔ سکھوں کی ایک فوج جرار کو رنجور سنگھ مجیٹھیہ (سردار لہنا سنگھ کا بھائی) ستلج کے پار پھلور سے اُترا اسکے پاس ستر توپوں کا توپخانہ تھا اور لدھیانہ کی سرحد کو دھمکایا جس میں انگریزی سپاہ کم تھی۔ لڈوا کا چھوٹا سا راجہ جو پہلے انگریزوں کا دوست تھا اُن سے دغا کر کے رنجور سنگھ کی سپاہ سے جا ملا۔ ۱۸۔ جنوری کو سر ہنری سمتھ نے قلعہ دھرم کوٹ کو لے لیا کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا لدھیانہ کی کمک کے لئے سواروں اور اٹھارہ توپوں کے ساتھ بھیجے گئے۔ قلعہ بدووال جس میں رنجور سنگھ نے تھوڑی سی سپاہ چھوڑی تھی ان کی راہ میں آتا تھا لیکن پہلے اس سے کہ یہ انگریزی افسر یہاں آئے دس ہزار سپاہ اس کی کمک کے لئے آگئی تھی سر ہنری سمتھ ایسی لڑائی سے جس میں سپاہ کی تعداد غیر متساوی تھی بچنا چاہتا تھا وہ لدھیانہ سکھوں کی سپاہ کے مقام سے دور کتراتا ہوا چلا جاتا تھا کہ سکھوں نے اس سے لڑنے کا قصد مصمم کیا۔ جو وقت انگریزی سپاہ نظر آئی اُسی وقت گولے مارنے شروع کئے بڑی تیزی کے ساتھ لڑائی ہوئی جس میں انگریزی سپاہ کو شکست ہوئی اور سکھوں کے ہاتھ اس کی خرچیاں اور بار برداری کے جانور ہاتھ آئے بریگیڈیر کیورٹن دھرم کوٹ سے سوار لے کر سپاہ کی کمک کو پہونچ گئے کہ وہ بالکل تباہ ہونے سے یا زیادہ نقصان اُٹھانے سے بچ گئی۔ وہ ۲۱۔ جنوری کو لدھیانے پہونچ گئے مگر لڑائی میں انکے تقریباً ۶۹ سپاہی مارے گئے ۶۰ زخمی ہوئے ۷۷ مفرور ہوئے۔ کئی انگریز قید ہوئے جنمیں مسٹر بیرن اسسٹنٹ سرجن بھی تھا جو لاہور بھیجا گیا ۔

علی وال کی لڑائی

ستلج کی دائیں طرف سے اسی وقت میں رنجور سنگھ کی کمک چار ہزار قواعددان سپاہ کی اور بارہ توپوں کی اور بہت سے سواروں کی آگئی وہ جگراؤں کی طرف اس ارادہ سے بڑھا کہ برٹش سپاہ کی آمد و رفت کی راہ کو بند کرے۔ بدووال کی فتح سے سکھ اترا رہے تھے اور ڈینگیں مار رہے تھے کہ ہم انگریزوں کو میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اسی زمانہ میں سر ہنری سمتھ کی سپاہ کی کمک کے لئے بریگیڈیر ویلر کا بریگیڈ آگیا اور وہ لدھیانہ کی سپاہ سے مل گیا اور کل سپاہ گیارہ ہزار ہوگئی اور اس کے ساتھ

۴۲ توپیں تھیں - ۲۸- تاریخ جنوری ۱۸۴۶ء کو دن میں اس سپاہ کے ساتھ وہ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا جو علی وال میں جمع تھے جس کا تخمینہ ۱۵۰۰۰ تھا اور ۵۶ توپیں تھیں۔ فوراً جب انگریزی سپاہ دشمن کو نظر آئی تو اس کی کل لین برابر اپنی توپوں سے گولے مارنے شروع کئے ایک بڑی لڑائی ہوئی جس میں سنگینوں اور تلواروں نے اپنی چمک دمک دکھائی خاک نہیں اڑتی تھی دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی۔ اس میں ہتھیاروں کی چمک بہار دکھاتی تھی۔ انگریزی سپاہ کو دشمن کی آتش باری میں جب تک جنڈ منڈ ٹھیرنا پڑا کہ برگیڈ اس کی کمک کو آن پہونچا پھر اُس نے حملہ کر کے علی وال کو لے لیا۔ لیکن میدان جنگ میں سکھ جمے رہے اور بڑی ثابت قدمی سے لڑتے رہے وہ کئی دفعہ انگریزی سواروں سے دست بدست لڑے - پیدلوں نے جو سولھویں لین سر پر حملہ کیا تو بندوقوں کو پھینکدیا اور تلوار اور سیر لے کر دشمنوں کے نیزوں سے لڑنا شروع کیا۔ سکھوں کا بڑا استقلال مضبوط مقابلہ کچھ کام نہ آیا۔ انگریز ایک مقام سے دوسرے مقام پر حملہ کرتے گئے اور ان کی توپیں چھینتے گئے آخر کار جنرل کورٹن کے سواروں نے تیسری دفعہ میں سکھوں کو بھگا دیا وہ دریا کے پار بھاگے اور سینکڑوں ڈوب گئے۔ سینکڑوں سے زیادہ جو کشتیوں میں سوار ہوئے اُن پر انگریزوں نے ایسے تاک تاک کر گولے لگائے کہ وہ بھی موت کی کشتی میں سوار ہوگئے دریا میں جو بہت سی لاشیں بہتی ہوئی جاتی تھیں اُن کے دیکھنے سے دہشت ہوتی تھی دشمنوں کی توپیں کیا چھین لی گئیں کیا انہیں منحن گاڑ دی گئیں یا وہ دریا میں ڈبو دی گئیں اسی طرح سکھوں کا کل توپخانہ برباد ہوگیا۔ ان کا اسباب حرب و خوراک اور ان کی ساری چیزیں جو وہ میدان جنگ میں لائے تھے فتحمندوں کے ہاتھ لگ گئیں۔ کمانڈر انچیف سرکاری مراسلہ میں اس فتح نمایاں کا حال جو یادگار روزگار رہے گا اسطرح لکھتے ہیں کہ میری عادت ہے کہ میں اس کی تعریف نہیں کرتا جو تعریف کے قابل نہ ہو۔ میں اپنی رائے متین اور یقین کو بیان کرتا ہوں کہ کبھی کسی سپاہ نے کسی لڑائی میں جو تحریر میں آئی ہو اس سے زیادہ عمدہ کام نہیں کیا۔ انگریزوں کا نقصان اس لڑائی میں یہ ہوا کہ ۱۵۱ مقتول اور ۴۱۳ مجروح اور ۲۵ مفرور ہوئے ؛

علی وال کی لڑائی کا اثر فوراً یہ ہوا کہ ستلج کی انگریزی عملداری کی طرف کے تمام قلعے خالی ہوگئے اور سارا ملک انگریزوں کے قبضہ میں آگیا ؛

گلاب سنگھ کی مصالحت کی گفتگو

علی وال کی شکست سے دربار لاہور کا جی چھوٹ گیا۔ ان نگ وزیر اعظم اپنے عہدہ سے معطل ہوا۔ گلاب سنگھ جموں سے ۲۷ جنوری ۱۸۴۶ء کو لاہور بلایا گیا آیا۔ اُس نے سپاہ کو سمجھایا کہ یہ اپنی حماقت ہے کہ اس نے ہندوستان کے فتح کرنے والوں پر فتح حاصل کرنی چاہی۔ پھر اُس نے سر ہنری ہارڈنگ سے مصالحت کے پیغام سلام کرنے شروع کئے۔ گورنر جنرل نے اسکو اطلاع دی کہ وہ صلح کرنے پر اس شرط پر راضی ہیں کہ سکھوں کی سلطنت پنجاب میں قایم رہے مگر سپاہ خالصہ بالکل موقوف کی جائے اس پر گلاب سنگھ نے گورنر جنرل کو اطلاع دی کہ ان جنگی سپاہ کے موقوف کرنے میں ہم بے اختیار ہیں سپاہ خالصہ سب پر غالب ہے وہ کسی کی مغلوب نہیں ❊

سبراؤں میں سکھوں کا مورچے بنانا

اس اثناء میں سکھ نئی لڑائی کے لئے بڑی مستعدی سے تیاریاں کر رہے تھے۔ ستلج کے دائیں کنارہ پر وہ اقامت رکھتے تھے اور بائیں کنارہ پر انگریزی سپاہ کے سامنے بڑے دہشت ناک مورچے جا رہے تھے ایک بڑا ہنرمند سپین کا افسر ہیورپا ان کے پاس تھا جسکے ذریعہ سے انہوں نے فیروزپور سے بیس میل کے فاصلہ پر سبراؤں میں اپنا دمدمہ ایک دایرہ کی شکل کا بنوایا تھا جس کا قاعدہ دریا تھا اور اس کے گرد ایک خندق تھی۔ اور دریا پر پل بنایا تھا ان بڑے بڑے کاموں کی انگریزوں نے خوب تفتیش کر لی تھی کہ وہ ڈھائی میل تک پھیلے ہوئے ہیں اور بڑے زبردست توپخانے لگے ہوئے ہیں کہ دریا پر حکمرانی کرتے ہیں سکھوں کی سپاہ میں ۳۵ ہزار سپاہی لڑنے والے تھے ۶۷ توپیں تھیں۔ دریا کے پار ایک اور سپاہ کمک کے لئے موجود تھی اور دریا پر توپیں انگریزی سپاہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ انگریزوں نے سکھوں کے دمدمہ پر حملہ کو اس لئے ملتوی کر رکھا تھا کہ دہلی سے میگزین اور قلعہ شکن بھاری توپوں کے آنے کا انتظار تھا یہ سامان ۷ فروری کو آ گیا بعد اس کے لدھیانہ کی کمک کے لئے جو بریگیڈ بھیجے گئے تھے وہ لشکر عظیم میں آ کر مل گئے اب کل انگریزی سپاہ ۱۵۰۰۰ ہو گئی جس میں ۵۰۰۰ گورے تھے ❊

جنگ سبراؤن

علی وال کی لڑائی سے سکھوں کی سپاہ کا دل شکستہ و افسردہ ہو رہا تھا۔ اور انگریزی سپاہ کا دل اپنی فتوح کے سبب سے شگفتہ تھا۔ اُن کو یقین تھا کہ ہم کو فتح حاصل ہوگی۔ سکھوں کے افسروں میں اتحاد رائے نہ تھا۔ ان کی نسبت کیننگہم صاحب نے یہ کہا ہے کہ سپاہی ہر ایک کام کرتے تھے اور افسر کوئی کام نہیں کرتے تھے بہت سے دل دلاوری کرنے کو اور بہت سے ہاتھ کام کرنے کو موجود تھے مگر کوئی دماغ نہ تھا جو ان کی رہنمائی کرتا کہ سپاہ میں جان ڈال دیتا۔ انگریزی سپاہ جب وقت ہاتھیوں کو دیکھتی تھی کہ وہ بھاری بھاری توپوں کو اُٹھا کے لئے لاتے ہیں اور حرب و ضرب و رسد کا سامان دہلی سے چلا آتا ہے تو وہ باغ باغ ہوتی تھی۔ اب پیش قدمی کرنے کے لئے کسی چیز کی کسر باقی نہ تھی۔ دسویں فروری کو علی وال کی لڑائی کے بارہ دن بعد سکھوں کے مستحکم دمدمہ پر حملہ کرنے کے لئے تجویزیں ہوئیں۔ اس تاریخ کی صبح کو کُہر بڑی پڑ رہی تھی اس کے اندر سپاہ کے بڑھنے کی ساری تیاریاں ہوگئیں اور دشمنوں کو خبر نہ ہوئی۔ دمدمے کے مضبوط مقاموں پر جو تیج سنگھ کے زیر اہتمام تھے بھاری توپیں لگائی گئیں تھیں۔ لال سنگھ اپنے سواروں کے ساتھ دریا کے سمت بالا میں مقیم تھا۔ سکھوں کے عزم مردہ میں اس سے جان آگئی تھی کہ ان کے ہاتھ انگریزوں کا وہ مقام لگ گیا تھا۔ جہاں سے وہ سکھوں کے لشکر کا مشاہدہ کیا کرتے تھے جسکو انہوں نے رات کو بلا کسی پہرہ چوکی کے چھوڑ دیا تھا۔ پیر دیرینہ سال و آزمودہ کار شام سنگھ اٹاری کا راجہ بوڑھا تھا۔ سکھوں نے اپنے دیوسار ہمسایہ سے لڑنا اختیار کیا۔ لیکن اس کی نصیحتوں کو کون سنتا تھا اس نے مایوس خالصہ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ لڑائی میں دشمن سے سب سے پہلے لڑ کر اپنے جنگ کو درست کردں اور مقدس جمہوری سلطنت پر اپنی جان قربان کروں ؛

میدان جنگ کی کیفیت اور لڑائی کا حال

سات بجے صبح کو تاریک کُہر جو سارے میدان جنگ کو گھیرے ہوئے تھی کئی انگریزی توپخانوں نے دشمنوں کے مورچوں پر گولے اولوں کی طرح متواتر برسانے شروع کئے جو ہر طرف موت کو دشمن کے پاس لیجاتے تھے سکھ بھی ان گولوں کا جواب دیتے تھے۔ کل میدان جنگ پر گندک کے دھنوئیں کی گھٹا چھا رہی تھی اور اس میں ہتھیاروں کے لوہے اور پیتل کی چمک بجلی کی طرح چمک رہی تھی ؛

طرفین کی ایک سو بیس توپوں کی دھواں دھوں ایک قیامت کا نعل شور مچا رہی تھی بیس ہیا پہ فیروز پور میں
ان کی آوازیں جا رہی تھیں - اب معلوم ہوا کہ لڑائی کا فیصلہ بندوقوں اور سنگینوں کے ہاتھ میں ہے - سر گلبرٹ ہیٹن لی
پیادے اور سواروں کو ساتھ لے کر حملہ کرنے کے لئے بالاستقلال آگے بڑھا اور دشمنوں کے توپخانوں کے مورچہ
سے تین سو گز کے فاصلہ پر جا پہونچا باوجودیکہ یہ پیش قدمی حملہ کے لئے سائنس کے موافق ہوئی تھی - لیکن سکھوں کی
بندوقوں اور توپوں اور زنبورکوں نے اس سپاہ کے بڑے حصہ کو پیچھے ہٹا دیا - لڑائی ایسے جوش و خروش
سے ہوئی جو خیال میں بھی نہیں آسکتی - لیکن آخر کو مستقل بہادر سپاہ انگریزی کو فتح ہوئی - ایک پیر بزرگ دلاور
سر رابرٹ ڈک صاحب فوج کو جو حملہ میں پیچھے رہتی تھی ساتھ لیکر ایسی دلیری سے حملہ آور ہوئے کہ وہ دمدمہ کی
خندق سے پار ہو کر فصیل پر چڑھ گئے اور فتح کے نعرے لگائے - بہادر سکھوں نے خوب مقابلہ کیا ایک
ایک انچ پر لڑے مگر تقدیر نے خالصہ کے ساتھ اپنا اخلاص چھوڑ دیا تھا - نہایت بہادرانہ تابیر بھی کچھ کام نہ آئیں
تباہی ہر طرف ان کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی - سکھوں کی آتش زنی پہلے سستی ہوئی پھر بالکل موقوف ہوئی
سبراؤں کا دمدمہ جس نے انگریزوں کا مقابلہ کیا وہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کسی طرح فتح ہی نہیں ہوگا - اب وہ
انگریزوں کے ہاتھ میں تھا - دغاباز تیج سنگھ جیسے پہلے میدان جنگ سے بھاگا تھا ایسا ہی اب بھی بھاگا اور شرارت
سے پل کی ایک کشتی کو بیچ میں سے نکلوا گیا - لیکن اُس کے طریقہ کے برخلاف شام سنگھ کا حال تھا جس کے سفید بال
تھے وہ خالصہ کا دوست بڑے خلوص کے ساتھ تھا اُسکو اپنا قول یاد تھا جو اُس نے اپنی قوم سے کہا تھا اُس نے
برف کی سی سفید ڈاڑھی کے مثل سفید لباس پہنا اور اپنے ہمراہیوں کی ہمت بڑھاتا ہوا اور اُن کو میدان جنگ سے
میں سرگ پانے کی امیدیں دلاتا ہوا رزم گاہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑتا ہوا گیا - اور بہادرانہ لڑکر اپنی قوم
پر جان فدا کی - اس کے شہید ہونے کو اسکی قوم بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یاد رکھتی ہے اس دن کا قتل بڑا
دہشت ناک تھا - خندقیں مردوں سے یا مرنے والوں سے بھری ہوئی تھیں اور فصیل ایک سرے سے دوسرے
سرے تک خون آلود ہو رہی تھی - گو فتحمندوں نے اُن کو ایسا دبایا مگر گرو کے ان چیلوں نے کبھی انگریزوں سے
پناہ نہیں مانگی ہر جگہ بہادرانہ مقابلہ کیا - رات کو ستلج میں پانی بہت آگیا تھا اور سکھوں نے اُس پر کشتیوں کا
پل بنایا تھا وہ بہہ گیا تھا شکست یافتوں نے ستلج کے دائیں کنارہ پر تیر کر اُترنا چاہا - لیکن انگریزی اسپی توپخانہ
دوڑ کر آیا اس مغرور سپاہ پر اُس نے گولوں کی ایسی بوچھاڑ لگادی کہ اس قدر آدمی مرے کہ اُن کے خون سے دریا
کا پانی سرخ ہو گیا اور لاشوں سے وہ پٹ گیا - لڑائی ۹ بجے شروع ہوئی اور گیارہ بجے ختم ہوئی - ان دو

گھنٹوں میں سکھ جو سپاہ میدان جنگ میں لائے تھے ۱/۳ کی ایک تہائی فنا ہو گئی۔ سینکڑوں گراپوں سے مرے
اور اُن سے زیادہ ستلج کی طغیانی میں ڈوب کر مرے دریا میں جابجا دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بڑی سپاہ کا جہاز
عمر یہاں شکستہ ہوا ہے۔ سکھوں کا قتل اور انتشار اور تباہ ہونا اسقدر تھا کہ کمانڈر انچیف نے کہا کہ اگر خالصہ
سپاہ نے جنگ کی ابتدا میں ہمارے زخمیوں کو قتل کر لے اور بزدلانہ اڑانے سے اپنی بہادری کو داغ نہ لگایا ہوتا جو لڑائی
کے اتفاقات سے سکھوں کے بس میں آ گئے تھے و اس کے فیاض فتح کرنے والوں کو بھی ان پر رحم آتا۔
اُنہوں نے کہا کہ دشمنوں کے کشتوں کے وہ پشتے لگے ہوئے ہیں کہ میں دریا کے دوسرے کنارہ پر ان پر
قدم رکھتا ہوا گیا ہو

فتح کا اثر فاتح اور مفتوح پر

سرسٹھ توپیں اور دو سو سے زاید شتری زنبورکیں اور بہت سے علم اور اسباب حرب و ضرب
افراط سے انگریزی فتحمندوں کے ہاتھ لگا خالصہ نے جو پل بنایا تھا اس کا ایک حصہ کمانڈر انچیف کے حکم سے
جلایا گیا۔ اگرچہ فتح نمایاں ہوئی مگر انگریزوں کا نقصان بھی بہت ہوا۔ ۳۲۰ انگلستی میدان جنگ میں قتل ہوئے
اُن میں میجر جنرل سر رابرٹ ڈک کو اس وقت زخم مہلک لگا کہ وہ مورچوں کے قریب اپنے بہادر سپاہیوں
کی دلیری بڑھا رہے تھے اور انگریزوں کے ۲۰۸۳ سپاہی مجروح ہوئے۔ سکھوں کا بڑا بھاری نقصان
ہوا۔ آٹھ ہزار سپاہی مجروح و مقتول ہوئے یا دریا میں ڈوبے۔ اس فتح سے سکھوں کی سپاہ بالکل
شکستہ و پراگندہ ہو گئی۔ اس میں یہ قابلیت نہیں رہی کہ پھر ہتھیاروں کو ہاتھ میں لے ہو

برٹش کا ستلج کے پار جانا

فتح کے دن کی رات کو برٹش بریگیڈ جو آگے بڑھے ہوئے تھے وہ ستلج کے پار فیروز پور کے مقابل اُترے
کوئی دشمن اُن کو نظر نہیں آیا کہ وہ ان کی راہ روکتا۔ میجر ایبٹ نے ان کشتیوں کا پل جو ایک سال پہلے
سے سندھ سے آئی تھیں ۱۲۔ فروری کو تیار کیا۔ ۱۳۔ فروری کو سارا انگریزی لشکر سوا بھاری توپوں
کے ستلج کے پار اُترا۔ ۱۱۔ فروری کو قصور جو ۳۲ میل لاہور سے اور دریا سے ۱۲ میل تھا انگریزوں کے قبضہ
میں آ گیا۔ یہیں سکھوں کے لاہور سے ایلچی آئے۔ دوسرے دن قلعہ قصور پر بھی بغیر کسی مقابلہ کے انگریزوں کا قبضہ

ہو گیا۔ ۱۳ - کو گورنر جنرل بھی کمانڈر انچیف کے کیمپ پر آ گئے۔ تحقیق معلوم ہوا کہ بہت ہزار سکھ قریب سکھ امرتسر میں جمع ہوئے ہیں مگر اُن کا ارادہ لڑنے کا فی الحال ہنوز ہے نہیں ہے ؎

گورنر جنرل کا اشتہار

اسی تاریخ گورنر جنرل نے اشتہار دیا کہ انگریزی سپاہ ستلج پار اتر گئی اور پنجاب میں داخل ہوئی یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب پر قبضہ رکھنے سے بہت تاب باز نہیں آئیگی کیونکہ ۱۸۰۹ء کے عہد نامہ کے شرائط کے توڑنے اور بغیر کسی اشتعال کے ممالک برٹش پر حملہ کرنے کا بڑا کفارہ اسکو دیا جائے گا اور جو کچھ جنگ میں اس کا خرچ ہوا ہے اُس کا تاوان لیا جائے گا اور آیندہ لاہور گورنمنٹ کے انتظامات ایسے کیے جائینگے کہ وہ برٹش گورنمنٹ کے نزدیک پورے کفالت اسکے ہونگے کہ اس قسم کی عہد شکنی و بے وفائی اور حملہ آوری کی زیادتی لاہور کی گورنمنٹ برٹش گورنمنٹ کے خلاف نہیں کرے گی۔ اور گورنمنٹ انڈیا نے لاہور کی سپاہ اور گورنمنٹ کے برخلاف جو جنگی کام اختیار کیے ہیں کچھ اس خواہش سے نہیں کئے کہ وہ اپنی عملداری کو وسیع کرے اگرچہ اس کو ضروری تدبیریں تحصیل تاوان جنگ کے اور امن و عافیت رکھنے کے لئے ایسی کرنی پڑیں گی کہ لاہور کی مملکت میں سے ایک حصہ برٹش گورنمنٹ لے لے۔ اور اس کے مقدار دربار کے انتظام پر موقوف ہے اور برٹش عملداری کے سرحدوں کی محافظت اور امن عافیت کے خیالات کے سبب سے بہر حال کوہستانی اور میدانی اضلاع جو لاہور کی مملکت میں بیاس و ستلج کے درمیان واقع ہیں برٹش گورنمنٹ اپنے ملک میں داخل کریگی۔ جس کی آمدنی تاوان جنگ میں محسوب ہوگی جو لاہور کی سلطنت پر واجب الادا ہے گورنمنٹ انڈیا نے بار بار اعلان کیا ہے کہ وہ ہرگز پنجاب میں لاہور کی گورنمنٹ کو تہ و بالا کرنا نہیں چاہتی اگرچہ دربار نے ایسا رویہ اختیار کیا ہے کہ یہ انصاف ہے کہ اسکے عوض لینے کے لئے سخت اور شدید تدابیر کی جائیں باوجود اس کے گورنر جنرل کی خوشی ہے کہ سرداروں و دربار کو ایک بھلا وقت دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کی حکومت کا تابع جانیں اور نیک ایمانداری اور دانشمندی کے صلاح و مشورہ کی طرف رجوع کریں اور گورنر جنرل کو برٹش گورنمنٹ کے خالص دوست اور بانی سلطنت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ایک بیٹے کے لئے سکھ گورنمنٹ کو مرتب کرنے دیں اسواسطے گورنر جنرل ان تمام سرداروں سے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے کے خیر خواہ ہیں۔ چاہتا ہے کہ اُسکے ساتھ اتفاق کر کے کام کریں۔ اور ایسے انتظامات کو کام میں لائیں کہ وہ سکھ گورنمنٹ کو لاہور میں بٹھالیں اور سپاہ کو اپنے قابو میں رکھیں

رعایا کی محافظت کریں کہ وہ سب اصول پر مبنی ہوں کہ وہ آئندہ سکھوں کی ریاستوں میں امن و عافیت پیدا کریں اور برٹش گورنمنٹ کے برخلاف اس کی سرحد پر فتنہ انگیزی اور علانیہ آوری پھر مکرر نہ ہونے دیں اور کل دنیا پر ہندوستان کی اعلیٰ و ادنیٰ کی گورنمنٹ کے اعتدال اور [illegible] ونابت کریں اور اشتہار کا خاتمہ اس اعلان پر ہوا کہ اگر اس وقت میں جو ان کو دیا گیا ہے دربار سکھوں کی قوم کو سپاہ کی بدنظمی و بدعملی سے بچانے میں غفلت کریگا اور انگریزی سپاہ سے از سر نو لڑائی شروع کریگا تو گورنمنٹ انڈیا پنجاب گورنمنٹ کے لئے ایسے انتظامات کرے گی کہ برٹش حکومت کے لئے عدالت اور ضرورت کے موافق ہونگے ﴿

لاہور کے دربار کی مصالحت ہوئی

رانی اور درباریوں نے اپنے پسند کئے ہوئے وزیر گلاب سنگھ کو کہا کہ وہ فوراً برٹش کیمپ میں جائے اور دربار کی طرف سے رحم اور کرم کے لئے گڑگڑائے اور مصالحت کے پیغام کی کوشش کرے۔ تمام امرا اور سردار اور سپاہ کے پنچوں نے راجہ سے سنجیدہ وعدہ کیا کہ وہ ان شرائط کو قبول کریں گے جو برٹش گورنمنٹ سے اس بنا پر کیا گیا کہ سکھوں کی گورنمنٹ لاہور میں قایم رہے گی۔ جس کا اعلان اشتہار میں دیا گیا ہے۔ قصور میں ۱۵ فروری کو گورنر جنرل نے راجہ گلاب سنگھ دیوان دینا ناتھ اور فقیر نور الدین اور بارکزئی سردار سلطان محمد خان سے اس طرح ملاقات کی جیسی کہ کسی ناراضمند گورنمنٹ کے قایم مقاموں سے ہوا کرتی ہے وہ رسمیں نہیں برتی گئیں جو ہندوستان ملاقات میں ہوتی ہیں اور بڑی بڑی نذریں پیش کی گئیں وہ قبول نہیں ہوئیں۔ گورنر جنرل نے ان سکھ ڈیپوٹیشن کے آگے بیان کیا کہ دربار اور سپاہ نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بغیر کسی اشتعال کے ناجایز رویہ اختیار کیا۔ اور برٹش گورنمنٹ نے کل کاموں میں تحمل اور اعتدال کا شیوہ برتا۔ راجہ گلاب سنگھ کی تعریف کی کہ وہ سکھ گورنمنٹ کی بیوفائی اور دشمنی کے کاموں سے جو اس نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ کئے علیحدہ بیٹھا رہا اور اس کے اس فعل کی قدر گورنر جنرل کے دل میں ہے وہ برٹش گورنمنٹ اور لاہور کے دربار کی مصالحت کے باب میں جو شرایط ٹھیرانی ہوں ان کی بابت فیصلہ چیف سکرٹری مسٹر کری اور ایجنٹ شمالی سرحد ہند میجر لارنس سے مل کر کرے۔ ان انگریزی افسروں کے ساتھ رات کو ان سرداروں کی مجلس مشورہ ہوئی اور اس میں جو شرایط مصالحت انگریزوں کی طرف سے سرداروں کے سامنے بیان ہوئیں ان پر انہوں نے دستخط کر دیئے۔ شرایط صلح کا آگے بیان آئیگا ﴿

مہاراجہ دلیپ سنگھ کی ملاقات گورنر جنرل سے

گورنر جنرل نے ۱۰۔ فروری ۱۸۴۶ء کو مقرر کی کہ ستلج و راوی کے درمیان للیانی میں مہاراجہ ملاقات کو لاہور سے آئیں۔ چنانچہ یہاں مہاراج مع گلاب سنگھ، دیوان دینا ناتھ و فقیر نور دین اور دس بارہ مصاحبوں کے آئے۔ گورنر جنرل سے دربار کے خیمے میں ملاقات ہوئی۔ مہاراجہ کی توپوں کی سلامی اُتری۔ مہاراجہ نے اپنے قصور کی معافی مانگی اور لطف و کرم و رحم کے لئے گڑگڑائے۔ گورنر جنرل نے ارشاد کیا کہ شرائط صلح پہلے طے ہو چکی ہیں ان کا ذکر اس وقت بے فائدہ ہے جب سے مہاراجہ برٹش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں آ گئے ہیں وہ اپنی مہربانی سے مہاراجہ کو یہ سمجھکر بحال کرتی ہے کہ وہ ایک قدیمی وفادار دوست کے بیٹے ہیں اور سکھوں کی قوم کا قایم مقام بناتی ہے جسکو امرا اور رعایا نے اپنی فرمانروائی کے لئے آپ کو انتخاب کیا ہے بشرطیکہ آپ سب شرائط عہدنامہ کی ایفا کریں جو کہ آپکے وزیروں کے سامنے بیان ہو چکی ہیں۔ پھر کچھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تعلقات برٹش گورنمنٹ سے ساتھ بیان کر کے یہ اپنی امید ظاہر کی کہ مہاراج اپنے باپ کے قدموں پر چلیں گے اس کے بعد دربار برخاست ہوا اور یہ فیصلہ ہوا کہ مہاراج گورنر جنرل کے ہمراہ لاہور میں جائیں۔

لاہور و امرتسر میں ہل چل کا پڑنا

زمانہ گزشتہ میں لوگ یہ قاعدہ سیکھ چکے تھے کہ جو شخص شہر کو فتح کرتا ہے اُس کو خوب لوٹتا ہے اُن کو خوف تھا کہ انگریز بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہ ہوں گے اس سبب سے گورنر جنرل نے ۱۸۔ فروری ۱۸۴۶ء کو یہ اشتہار جاری کیا کہ امیروں و تاجروں و اہل پیشہ اور رعایا امرتسر اور لاہور کے باشندوں پر اعلان کیا جاتا ہے کہ آج کی تاریخ گورنر جنرل کی خدمت میں مہاراجہ دلیپ سنگھ حاضر ہوا اور اُس نے اپنی اور سکھ گورنمنٹ کی برٹش گورنمنٹ سے لڑنے پر پشیمانی ظاہر کی گورنر جنرل کو ہر طرح سے امید ہے کہ دونو گورنمنٹوں کے درمیان رشتہ اتحاد مستحکم ہو جائے گا لاہور اور امرتسر کے باشندے کسی طرح کا خوف انگریزی سپاہ سے نہ رکھیں گورنر جنرل نے پنجاب کے باشندوں کو یقین دلایا کہ اگر لاہور کا دربار راست بازی سے کام کریگا اور سپاہ خالصہ نے کوئی برٹش گورنمنٹ کا دشمنانہ مقابلہ نہیں کیا تو ان کی جان و مال آبرو سب طرح سے محفوظ

. ہمت ہے اور انگریزی سپاہ سے اُس کو مال برابر کھٹکا نہیں ہے وہ بیخوف و خطر اپنے کاموں اور پیشوں میں مصروف رہے ۔

لاہور میں انگریزی سپاہ کے آنیکے لئے انتظام

اس اثناء میں راجہ گلاب سنگھ نے اپنے سخت احکام جاری کر دیئے کہ سبراؤن کی شکست کے بعد لاہور سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر سپاہ جو رائے ونڈ میں مقیم ہے وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اس سپاہ کے پیدلوں اور سواروں کی تعداد کا تخمینہ چودہ ہزار سے بیس ہزار تک کیا گیا تھا جس کے پاس ۳۵ توپیں تھیں ۔ اور اسکے سپہ سالار تیج سنگھ اور راجہ لال سنگھ تھے لاہور میں قلعہ اور شہر کے دروازوں پر انگریزی مسلمان نجیبوں کی پلٹنیں متعین کی گئی تھیں اور اُن کو حکم تھا کہ کسی مسلح سکھ سپاہی کو شہر میں نہ آنے دیں ۔

لاہور میں انگریزی سپاہ کا پہنچنا

۲۰ - فروری ۱۸۴۶ء کی صبح کو قدیمی شہر لاہور کے سامنے انگریزی سپاہ داخل ہوئی اور دوپہر کو میاں میر کے میدانوں میں اُس نے اپنے خیمے ڈیرے جمائے مہاراجہ کی جلو میں انگریزی سپاہ کو مسٹر کیورٹن صاحب کوٹ تک لے گئے اور محل کے دروازہ سے الگ ہوئے ۔ یہاں سے مہاراجہ کو راجہ گلاب سنگھ محل کے اندر لے گئے مسٹر کری صاحب نے مہاراج اور انکے وزراء سے یہ ارشاد فرمایا کہ گورنر جنرل کے حکم سے مہاراجہ کی جلو میں انگریزی سپاہ ان کو ان محلوں تک لائی ہے جہاں سے وہ اس خیال سے گورنر جنرل کی خدمت میں گئے تھے کہ برٹش گورنمنٹ کی اطاعت قبول کرنے کا اقرار کریں اور اپنے تئیں اور اپنی دارالسلطنت کو اور اپنے ملک کو گورنر جنرل کے سایہ عاطفت میں لائیں ۔ گورنر جنرل نے اُن کو بحال کر کے پھر محل میں بھیجا ہے تاکہ مہاراجہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کی دوستی کی ایک علامت دکھلائیں ۔ مہاراجہ محل میں داخل ہوئے اور اکیس توپیں سلامی کی سر ہوئیں ۔

گورنر جنرل کا اشتہار

جس محل میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کنبا رہتا تھا اُس کے دروازہ اور کوٹ پر انگریزی سپاہ کا پہرہ

چوکی تھا۔ کوئی سکھوں کی سپاہ نہیں مقرر تھی۔ اس خیال سے کہ شہر کے باشندوں کو اعتبار ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ انگریزوں کا ارادہ لوٹ مار کرنے کا اور ایذا پہونچانے کا نہیں ہے یہ سخت احکام جاری کیئے گئے کہ تا حکم ثانی کوئی یوروپین سوا اُن اہل کاروں کے جو سرکاری کام کے لیئے بھیجے جائیں شہر کے نزدیک آنے پائیں اور ۲۲ فروری کو گورنر جنرل نے یہ اشتہار دیا جس میں ان واقعات کو جو واقع ہوئے تھے اور ان فتوحات کو جو انگریزی سپاہ نے اپنے دشمنوں پر حاصل کیں تھیں بیان کیں۔ اور اس امر واقعی کو بڑے فخر و ناز سے بیان کیا کہ ساٹھ روز کے تھوڑے سے وقت میں چار لڑائیوں میں چیدہ چیدہ خالصہ سپاہ کو شکستیں دیں اور ان سے دو سو بیس توپیں چھینیں ان کی سپاہ عظیم میں سے ... ۱۴ سپاہی باقی رہے اور اب ایک عہدنامہ لکھا جا رہا ہے کہ جس کی شرایط کے موافق برٹش اضلاع پر پھر سکھ ایسے فتنہ و فساد و حملے بغیر کسی اشتعال کے نہیں کرینگے ٭

لاہور میں بڑا ڈنر

۵ تاریخ کو لاہور میں گورنر جنرل نے بڑا ڈنر دیا کہ تمام افسر اور کمانڈر انچیف اور سر چارلس نیپیر جو خود تھے ٹوسٹ کھائے گئے اور سپیچیں دی گئیں جن میں ایک دوسرے کی مدح سرائی اور بعد کو سپاہ کی ثناء خوانی کی گئی۔ ہر چہرہ ہشاش بشاش تھا۔ ہپ ہپ ہُرے کا غل ایسا مچا تھا کہ کان بہرے ہوئے جاتے تھے ٭

عہدنامہ پر دستخط

۸۔ مارچ ۱۸۴۶ء کو برٹش گورنمنٹ اور لاہور دربار کے درمیان جو عہدنامہ لکھا گیا اس پر انگریزوں کی طرف سے مسٹر کری صاحب اور میجر لارنس صاحب نے دستخط کیئے۔ اور مہاراجہ کی طرف سے راجہ لال سنگھ اور سردار تیج سنگھ بھائی رام سنگھ و دیوان دینا ناتھ و فقیر نور دین نے دستخط کیئے۔ اس موقع پر سکھ سرداروں نے میجر لارنس کے نام مہاراجہ کی طرف سے ایک خط پیش کیا جس کا مضمون یہ پڑھا گیا کہ گورنر جنرل نے لاہور دربار کو اپنی مہربانی اور فیاضی کا یقین دلایا ہماری بڑی آرزو یہ ہے کہ جب گورنمنٹ یہ کوشش کرتی ہے کہ تمام معاملات کا بندوبست خاطر خواہ کرے اور یہ ضرور ہے کہ موثر اور کارگر تدابیر ایسی کیجائیں کہ پھر دوبارہ کوئی فتنہ و فساد نہ کھڑا ہو۔ اس لئے بعض برٹش رجمنٹیں مع توپخانوں اور افسروں کے لاہور میں سٹیٹ اور مہاراجہ اور شہر کے باشندوں کی حفظ و امان کے لئے رہیں ٭

گورنر جنرل کا دربار عہدنامہ کی تصدیق کے لئے

۹- مارچ کو اس عہدنامہ مصالحت کو شاہی خیمہ میں گورنر جنرل نے تصدیق کیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اس کے ساتھ راجہ لال سنگھ و راجہ گلاب سنگھ و سردار تیج سنگھ اور سب کے قریب اور سردار موجود تھے۔ کمانڈر انچیف اور اس کا سٹاف اور سر چارلس نیپر گورنر سندھ اور اور کل جنرل اور برگیڈیر اور ہر ہندوستانی رجمنٹ کا ایک اعلیٰ افسر موجود تھا۔ گورنر جنرل ایک تخت پر اور مہاراجہ دلیپ سنگھ دوسرے تخت پر بیٹھے تھے عہدنامہ پر دستخط ہوئے اور اس کا نسخہ ایک دوسرے کو دیا گیا۔ گورنر جنرل نے سپیچ دیا جس کا ترجمہ مسٹر کرے صاحب نے اہل دربار کو سنایا۔ اس سپیچ میں سر ہنری نے بار بار اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ ان دونوں گورنمنٹوں کے درمیان مصالحت اور موانست کا خواہاں ہے وہ چاہتا ہے کہ سکھ گورنمنٹ پھر ایسی قایم ہو جائے کہ وہ اپنی سپاہ کو قابو میں رکھ سکے اور اپنی رعایا کو حفظ و امان میں رکھ سکے۔ اور اپنے ہمسایہ کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھ سکے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دوستانہ پولیسی جو برٹش گورنمنٹ کے ساتھ تھی اس کی تعریف کی اور آیندہ کے لئے اُس کے نمونے کی پیروی کرنے کی ہدایت کی۔ کونسل میں دانائی اور راست بازی سے عہدوں کے ایفا ہونیکی بڑے زور سے تمنا ظاہر کی اُنہوں نے بیان کیا کہ برٹش گورنمنٹ نہیں چاہتی کہ خصومت و عداوت لڑائی جھگڑوں سے اپنی عملداری کو وسعت دے اور کسی طرح سے یہ نہیں چاہتی کہ دربار کے اندرونی کاموں میں مداخلت کرے دربار نے جو نہایت شوق سے یہ درخواست کی ہے کہ جب تک سکھ سپاہ کا از سر نو نظام بندوبست بموجب عہدنامہ کے ہو انگریزی سپاہ لاہور میں چھوڑ دیجائے اسکو میں نے منظور کیا ہے لیکن بطیب خاطر نہیں یہ سپاہ کسی صورت میں سال کے ختم ہونے کے بعد لاہور میں نہیں رہے گی۔ پھر اُنہوں نے ارشاد کیا۔ کہ اگر دوستانہ امداد جو برٹش گورنمنٹ نے کی ہے دربار اُس کو دانشمندانہ اور سچی کوششوں کے ساتھ پیروی کرے گا۔ تو سٹیٹ مرفہ حال ہوگی اور میں بھی اس کے ساتھ کام کرنے میں دریغ نکرونگا لیکن اگر انہوں نے اس میں غفلت کی تو پھر سٹیٹ کو برٹش گورنمنٹ کی امداد نہیں دیجائے گی ☙

اس سپیچ کے آخر ہونے کے بعد سرداروں نے شکریہ ادا کیا کہ گورنر جنرل نے اس کم عمر مہاراج پر جو عنایت و احسان کئے اور قیمتی صلاح دی اس کا شکر ادا کرتے ہیں جس کی پیروی کرنے کے لئے ہم آمادہ ہیں

شرائط عہد نامہ

عہدنامہ جو ۹ - مارچ کو تصدیق ہوا اس کی شرائط صلح و صفات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں ؏

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ اور مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اُس کے وارثوں اور جانشینوں کے درمیان ہمیشہ مصالحت اور موانست رہے گی ؏

دفعہ دوم مہاراجہ دلیپ سنگھ اپنے اور اپنے وارثون اور جانشینوں کے تمام دعووں اور تعلقات سے دست بردار ہوتے ہیں جو اس کے اس ملک میں ہیں کہ دریا ستلج کے جنوب میں واقع ہے اور عہد کرتے ہیں کہ اس ملک سے اور اس کے باشندوں سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے ؏

دفعہ سوم مہاراجہ ہمیشہ کے لئے میدانی اور کوہستانی ملک کو جو دریا بیاس اور ستلج کے درمیان واقع ہے اور اس دوابہ کے تمام قلعوں اور ملکوں کی حکومت اور اپنے حقوق کو آونرابل کمپنی کو حوالہ کرتے ہیں ؏

دفعہ چہارم ان ملکوں کے حوالہ کرنے کے سوا برٹش گورنمنٹ لاہور کی سٹیٹ سے خرچ جنگ کا تاوان ڈیڑھ کروڑ روپیہ طلب کرتی ہے درصورتیکہ وہ ادا نہ کرے یا اس روپے کے ادا کرنے کی کوئی ایسی ضمانت نہ دے سکے جس پر برٹش گورنمنٹ کا اطمینان ہو تو مہاراجہ اُس کے عوض ایک کروڑ روپیہ ملک کی سلطنت ہمیشہ کے لیے آونرابل کمپنی کو دے گا اور یہ کوہستانی ملک دریا بیاس اور دریاء سندھ کے درمیان واقع ہوگا - جس میں کشمیر و ہزارہ داخل ہوگا اس کے کل قلعے و ملک و حقوق یہ سب حوالہ کئے جائینگے ؏

دفعہ پنجم اسوقت یا عہدنامہ کی تصدیق سے پہلے پچاس لاکھ روپیہ مہاراجہ ادا کرے ؏

دفعہ ششم مہاراج معاہدہ کرتا ہے کہ لاہور کی سرکش سپاہ سے ہتھیار لے کر موقوف کر دیگا اور مہاراج یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ مہاراجہ رنجیت کے زمانہ میں پیدلوں کی رجمنٹوں کا جو نظام تھا اور جو تنخواہیں اُن کو ملتی تھیں اور جو اور قواعد تھے اُن کا پابند ہوگا اور یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ جن سپاہیوں کو شرط مذکور کے موافق موقوف کریگا ان کی چڑھی ہوئی تنخواہ ادا کرے گا ؏

دفعہ ہفتم اب سے لاہور سٹیٹ کی اپنی سپاہ کی تعداد یہ ہوگی پیادوں کی ۲۵ پلٹنیں جن میں ہر ایک میں آٹھ سو سپاہی ہوں گے اور بارہ ہزار اس تعداد پر بغیر منظوری برٹش گورنمنٹ کے اضافہ نہ ہوگا - اگر اس سبب سے اس سپاہ کی افزایش کی ضرورت کسی وقت میں ہوگی تو اس صورت کی توجیہ برٹش گورنمنٹ کے

روبرو بیان کرنی پڑے گی اور جب خاص ضرورت رفع ہو جائے گی تو بھی اپنی سپاہ کو اس قدر گھٹانا پڑے گا جو اس دفعہ کے اوپر کے فقرہ میں بیان کی گئی ہے ۔

دفعہ ہشتم مہاراجہ برٹش گورنمنٹ کو چھتیس توپیں حوالہ کرے گا جو انگریزی سپاہ پر چلائی گئی ہیں۔ اور ستلج کے دہنے کنارہ پر لگائی گئیں تھیں اور وہ سبراؤں کی لڑائی میں جس زمانے سے باقی رہی تھیں ۔

دفعہ نہم جن دریاؤں پر برٹش گورنمنٹ کا قبضہ رہے گا ان کا وہی محصول دریائی لے گی ان کی تفصیل یہ ہے دریا بیاس اور دریا ستلج جو آگے بڑھ کر گراہ اور پنج نند کہلاتا ہے اور مٹھن کوٹ میں دریا سندھ سے ملتا ہے اور دریا سندھ مٹھن کوٹ سے بلوچستان کی حد تک اپنے دریاؤں میں ملتا ہے جو لاہور کی کشتیاں تجارت کی یا مسافروں کے لیجانے کی غرض سے چلیں گی۔ اس سے برٹش گورنمنٹ مزاحم نہیں ہوگی۔ دونوں ملکوں میں کشتیوں کے چلنے سے جو آمدنی ہوگی وہ بعد منہائی خرچوں کے آدھی آمدنی نقدا لاہور گورنمنٹ کو دیجائے گی اس دفعہ کی شرایط ان کشتیوں کی آمدنی سے متعلق نہیں جو دریائے ستلج کے اُس حصہ پر ہوگی جو بہاولپور اور لاہور کے درمیان واقع ہے ۔

دفعہ دہم اگر برٹش گورنمنٹ کسی وقت میں یہ چاہے گی کہ اپنی سپاہ کو مہاراجہ کی عملداری میں اپنی عملداری کی سرحد کی حفاظت کے واسطے یا کسی دوست کی حمایت کے لئے لے جائے تو اس کی خاص اطلاع دینے پر وہ لاہور کی عملداری میں گذرنے پائے گی اور ایسی صورت میں لاہور سٹیٹ کے افسروں کا یہ کام ہوگا کہ اس کے واسطے سامان رسد اور دریاؤں کے عبور کرنے کے لئے کشتیاں بہم پہونچائیں اور برٹش گورنمنٹ کشتیوں اور سامان کی قیمت ادا کرے گی اور جن لوگوں کا نقصان اس سپاہ کے گذرنے سے ہوگا اس کا معاوضہ دے گی اور جن قطعوں میں یہ سپاہ گذریگی وہ ان کے باشندوں کے مذہب کا ایسا پاس و لحاظ رکھیگی کہ ان کا دل نہ دکھے ۔

دفعہ یازدہم مہاراجہ وعدہ کرتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے بغیر کسی برٹش رعایا کو اور یوروپ و افریقہ و امریکہ کے باشندے کو نوکر نہیں رکھے گا ۔

دفعہ دوازدہم مہاراجہ گلاب سنگھ جموں نے لاہور کی سٹیٹ کی جس خدمات کی ہیں جس سے لاہور اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان پھر رشتہ اتحاد محکم ہوا ہے مہاراجہ دلیپ سنگھ قبول کرتا ہے کہ پہاڑوں سے ان ملکوں اور ضلعوں میں وہ اپنا آزاد راج رکھے جن کو برٹش گورنمنٹ نے جدا عہد نامہ کے موافق جو اس کے

اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہوا ہے دیا ہے یہ ملک راجہ کے قبضہ میں مہاراجہ کھڑک سنگھ کے عہد سے تھا اور برٹش گورنمنٹ بھی راجہ گلاب سنگھ کے حسن خدمات کے صلہ میں جو اُس نے برٹش گورنمنٹ کی کیں ہیں اُس ملک میں اُسکی آزادانہ راج کو منظور کرتی ہے اور اس کو ایک عہدنامہ سے جو برٹش گورنمنٹ سے ہوا ہے مستفید ہونے دیتی ہے ؁

دفعہ سیزدہم اگر لاہور سٹیٹ اور راجہ گلاب سنگھ کے درمیان کوئی فساد کھڑا ہو تو برٹش کی ثالثی سے فیصلہ کے لئے حوالہ کیا جائے وہ جو فیصلہ کرے اُسکے ماننے کا مہاراجہ اقرار کرتا ہے ؁

دفعہ چہاردہم برٹش گورنمنٹ کے بغیر اتفاق رائے لاہور کی عملداری کی سرحدیں تبدیل نہیں ہونگی

دفعہ پانزدہم لاہور سٹیٹ کے اندرونی انتظامات میں برٹش گورنمنٹ کوئی مداخلت نہیں کریگی لیکن ان تمام صورتوں اور حالتوں میں برٹش گورنمنٹ کی طرف رجوع کی جائیگی تو گورنر جنرل اپنی صلاح و مشورہ سے مدد کرے گا اور لاہور گورنمنٹ کے نفعوں کے بڑھانے میں نیک صلاح دے گا ؁

دفعہ شانزدہم ہر ایک سلطنت کی رعایا ایک دوسرے ملک میں اس طرح آئے جائے کہ وہ معلوم ہو کہ دوست قوموں کی رعایا ہے ؁

یہ عہدنامہ ۹- مارچ ۱۸۴۶ء مطابق ۱۰- ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ کو تصدیق ہوا-

۱۱- مارچ ۱۸۴۶ء کو لاہور گورنمنٹ نے گورنر جنرل سے درخواست کہ مہاراجہ کی ذات اور دارالسلطنت کی محافظت کے واسطے جب تک سپاہ کا دوسرا انتظام نہو انگریزی سپاہ کا متعین کرنا ضرور ہے اس کے عہدنامہ میں ۱۱- مارچ کو یہ آٹھ دفعہ اور بڑھائی گئیں ؁

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ لاہور میں ۱۸۴۶ء کے آخر تک اتنی انگریزی سپاہ متعین رکھیگی جتنی گورنر جنرل کے نزدیک مہاراجہ کی ذاتی اور شہر لاہور کے باشندوں کی حفاظت کے واسطے اس عرصہ کے لئے کافی ہوگی جبتک سکھ سپاہ کا از سر نو بند و بست لاہور کے عہدنامہ کے موافق ہو- اس سپاہ کا جو مطلب ہے اگر دربار کی رائے کے موافق پورا ہوگیا- تو سال کے ختم ہونے سے پہلے یہ سپاہ ایسے وقت میں واپس بلائی جائے گی جس میں اُس کو تکلیف نہ ہو- مگر وہ کسی صورت میں سال کے ختم ہونیکے بعد لاہور میں نہیں رہیگی ؁

دفعہ دوم لاہور گورنمنٹ نے اسے منظور کر لیا ہے کہ لاہور میں انگریزی سپاہ جوان مقاصد

کے لئے دفعہ مذکورہ بالا میں بیان ہوئے ہیں متعین ہوئی ہے وہ قلعہ اور شہر لاہور پر بالکل قابض ہو گی۔ اور شہر کے اندر سے لاہور کی سپاہ نکال دیجائے گی۔ لاہور گورنمنٹ وعدہ کرتی ہے کہ سپاہ مذکور کے سپاہیوں اور افسروں کے رہنے کے لئے مکانات آسایش و آرام کے تجویز کر دے گی۔ اور اگر یہ سپاہ اپنی چھاونیوں سے کہیں اور کام میں لائی جائے گی یا غیر ریاستوں میں بھیجی جاے گی او جو کچھ اس کا معمولی خرچ اس سبب سے برٹش گورنمنٹ کا ہو گا وہ اس کو ادا کر دیا جائیگا ❊

دفعہ سوم لاہور گورنمنٹ وعدہ کرتی ہے کہ وہ اپنی سپاہ کے از سر نو بند و بست کرنے میں بموجب شرائط عہدنامہ فوراً بڑے شوق سے مصروف ہوگی۔ اور اسمیں جو ترقی ہوتی جائے گی وہ سپاہ کے رہنے کے لئے جو مقامات تجویز ہونگے اس کی اطلاع ان حکام انگریزوں کو کرتی رہے گی جو لاہور میں متعین کئے گئے ہیں ❊

دفعہ چہارم اگر دفعہ گذشتہ کے شرائط کے ایفا کرنے میں لاہور گورنمنٹ ناکام رہے تو برٹش گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ اپنی سپاہ کو جس وقت چاہے لاہور سے بلالے بغیر اس کے کہ سال جو دفعہ اول میں مخصوص کیا گیا ہے پورا ہو ❊

دفعہ پنجم جو ملک بموجب دفعات ۳ و ۴ عہدنامہ لاہور مورخہ ۹ مارچ کو سرکار انگریزی کو دئے گئے ہیں۔ اُن میں جو مہاراجہ رنجیت سنگھ و کھڑک سنگھ و شیر سنگھ کے رشتہ دار جاگیردار رہتے ہیں۔ انکے اصلی حقوق کے پاس و لحاظ کرنے کو سرکار انگریزی قبول کرتی ہے اور وہ تاحین حیات اپنی اصلی جاگیروں پر قابض رہینگے ❊

دفعہ ششم دفعہ ۳ و ۴ عہدنامہ لاہور کے موافق جو ملک سرکار انگریزی کو دیا گیا ہے اُس میں جو لاہور گورنمنٹ کی مالگزاری کی باقیات کارداروں اور ناظموں کے ذمے ہے اُسکے وصول کرانے میں حکام سرکار انگریزی سال حال سنہ ۱۹۰۳ بکرماجیت کی فصل خریف تک امداد کریں گے ❊

دفعہ ہفتم لاہور گورنمنٹ ۔ ۔ ۔ کو اختیار ہے کہ ممالک مذکورہ بالا میں سے جن کی تخصیص دفعات بالا میں بیان کی گئی ہے تمام خزانے اور اسباب و مال سوار توپوں کے لیجائے اگر اسباب مذکور کے کسی حصہ کو سرکار انگریزی اپنے پاس رکھنا چاہے گی تو اُسکو اختیار ہے کہ وہ اس کو رکھ لے اور اس کی قیمت مناسب ادا کر دے اور سرکار انگریزی کے افسر لاہور گورنمنٹ کو اعانت اپنے اس حصہ کے فروخت کرنے میں

کرینگے۔ جسکو لاہور گورنمنٹ بیجا تا نہیں چاہتی اور سرکار انگریزی اسکو رکھنا نہیں چاہتی۔

دفعہ ہشتم عہدنامہ لاہور گورنمنٹ مورخہ ۹ مارچ کے بموجب سرکار انگریزی اور سرکار لاہور کی ملکوں کے درمیان حدود مقرر کرنے کے لئے دونوں گورنمنٹوں کی طرف سے کمشنر مقرر ہونگے ؛

گلاب سنگھ کے معاملات

امرتسر میں ۱۵ - مارچ ۱۸۴۶ء کو گورنر جنرل نے گلاب سنگھ کو حسب ضابطہ مہاراج کا خطاب عنایت کیا۔ اس کے شکریہ میں مہاراج نے ہاتھ جوڑ کر بڑی گرمجوشی سے کہا کہ حضور کی ان عنایات اور احسانات کے سبب سے میں حضور کا زرخرید غلام ہوگیا۔ اور ۱۶ - مارچ کو مہاراج گلاب سنگھ اور سرکار انگریزی کے درمیان یہ عہدنامہ ہوا

دفعہ اول مہاراجہ گلاب سنگھ کو اور اُسکے نرینہ وارثوں کو ہمیشہ کے لئے ازادانہ قبضہ اس تمام کوہستان ملک کا اسکے توابع کے برٹش گورنمنٹ حوالہ کرتی ہے جو دریا سندھ کے مشرق اور دریا راوی کے مغرب میں واقع ہے۔ اس میں چمبا داخل ہے مگر اس سے لاہول خارج ہے وہ اس ملک کا ایک حصہ ہے جو سرکار لاہور نے سرکار انگریزی کو بموجب دفعہ ۴ عہدنامہ لاہور مورخہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء دیا ہے ؛

دفعہ دوم مشرقی سرحد اس خطہ کی جو بموجب دفعہ گذشتہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیا گیا ہے وہ کمشنر مقرر کرینگے جو اس کام کے لئے سرکار انگریزی اور مہاراجہ گلاب سنگھ مقرر کرینگے اور پیمایش کے بعد اس کی نسبت جدا معاہدہ ہوگا ؛

دفعہ سوم مہاراجہ اور اُسکے وارثوں کو بموجب دفعہ گذشتہ جو ملک دیا گیا ہے اُس کے عوض میں مہاراجہ گلاب سنگھ سرکار انگریزی کو پچھتر لاکھ روپیہ نانک شاہی ادا کرینگے اور پچیس لاکھ روپیہ بعد اس عہدنامہ کی تصدیق کے پہلی اکتوبر ۱۸۴۶ء سے پہلے دینگے ؛

دفعہ چہارم کسی وقت میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے مملکت کی حدود بغیر سرکار انگریزی کی منظوری کے تبدیل نہیں ہوں گی ؛

دفعہ پنجم اگر گورنمنٹ لاہور اور مہاراجہ کے درمیان کوئی جھگڑا اٹھا ہو یا معاملہ پیش ہو یا کسی اور ہمسایہ کی ریاست سے لڑائی ہو تو اُس کا فیصلہ کرنا برٹش گورنمنٹ کے اختیار میں ہوگا ؛

دفعہ ششم مہاراجہ گلاب سنگھ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اور اس کے وارث اپنی کل جنگی سپاہ کو

انگریزی سپاہ کے ساتھ اس حالت میں شامل کرینگے کہ وہ پہاڑوں میں یا اُس کے ملک کے متصل کارزار میں مصروف ہو ٭

دفعہ ہفتم مہاراجہ گلاب سنگھ معاہدہ کرتا ہے کہ بغیر برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے وہ اپنی نوکری میں برٹش رعایا اور نہ یورپ اور امریکہ کی رعایا کو ملازم رکھے گا ٭

دفعہ ہشتم مہاراجہ گلاب سنگھ معاہدہ کرتا ہے کہ جو ملک اُسکو دیا گیا ہے اس میں وہ دفعات ۵ و ۶ و ۷ کو جو جدا ایک عہدنامہ میں لاہور دربار اور سرکار انگریزی کے درمیان لکھا گیا ہے ملحوظ خاطر رکھے گا ٭

دفعہ نہم اگر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ملک میں کوئی خارجی حملہ ہوگا تو سرکار انگریزی اُسکے ملک کی حفاظت میں مدد کرے گی ٭

دفعہ دہم مہاراجہ گلاب سنگھ نے برٹش گورنمنٹ کے اعلےٰ اور مرتفع ہونے کا اقرار کر لیا ہے پس اس اعتراف کے نشانی کے لئے وہ برٹش گورنمنٹ کو نذرانہ میں یہ چیزیں دیا کرے گا ایک گھوڑا اور ۱۲ نہایت عمدہ نسل کی شالی بھیڑیں جن میں چھ نر چھ مادہ ہوں اور تین جوڑے کشمیری شال کے ٭

توپوں کا کلکتہ بھیجنا

کل ہندوستان میں ہندوستانیوں کے دلوں میں اس یقین دلانے کے لئے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت نے بالکل اپنا سر انگریزوں کے قدموں پر رکھدیا ہے گورنر جنرل نے یہ حکم دیا کہ ڈھائی سو توپیں جو سکھوں کی ہم کو ہاتھ لگی ہیں وہ ایسی بڑی دھوم دھام اور کروفر سے کلکتہ کو لاہور سے جائیں کہ اُن سے فیروزمندی کی حشمت و شوکت ظاہر ہو فیروزپور سے کلکتہ تک جو چھاونی سڑک پر آئے وہاں سپاہ کی پریڈ ہو جب یہ توپیں کلکتہ میں آئیں تو وہ ڈپٹی گورنر جنرل کے ملاحظہ سے گذریں اور فورٹ ولیم سے بارک پور تک سپاہ کی صف بندی ہو ٭

خطابات کا عطا ہونا

جب انگلنڈ میں ان فتوح کا مژدہ پہونچا تو اس احسان مند ملک نے ان لڑائیوں میں جن افسروں

کاروبار نمایاں کئے اُن کا بڑا احترام کیا۔ سر روبرٹ پیل نے کامنس ہوس میں اپنی فصیح سپیچوں میں اس بہادر سپاہ کا جنہوں نے سر ہیوگاف اور سر ہنری ہارڈنگ و سر ہنری سمتھ کے ماتحت کاروبار عظیم خوفناک دشمن کے مقابلہ میں کئے تھے شکریہ ادا کیا اور ان کے ساتھ اور ممبر بھی شریک ہوئے۔ وزیر اعظم نے جو گورنر جنرل کی تعریف کی وہ اُسکے مستحق تھے۔ اپر ہوس میں لارڈ رپن کی سپیچوں کی ڈیوک ولنگٹن نے تائید کی اور گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف کو پیر کا اور ہنری سمتھ علی وال کو بیرونٹ کا اور جنرل گلبرٹ کا خطاب عطا ہوا۔ جتنے سپاہی لڑائی میں شریک تھے اُن میں سے ہر ایک کو میڈل ملا اور بارہ مہینہ کا پورا بھتہ دیا گیا ❊

انتظام لاہور

سر جان لٹلر لاہور کی سپاہ کے سپہ سالار مقرر ہوئے وہ بڑے بہادر تھے اس کام کے لئے سب طرح سے لایق تھے۔ لاہور میں رزیڈینٹ کرنیل ہنری لارنس کو گورنر جنرل نے مقرر کیا۔ کوئی دوسرا افسران سے بہتر اس عہدہ کے لئے نہیں تصور ہو سکتا تھا وہ بڑے شجاع سپاہی اور دانشمند و عالی دماغ دوربین مدبر تھے ڈپلومیٹک کاموں میں کامل اُستاد تھے۔ جنگ افغانستان اور نیپال کی رزیڈنٹی میں اپنے کارنمائے نمایاں دکھا چکے تھے۔ اور آیندہ اُنہوں نے اپنی قابلیت اور لیاقت وعقل و دانش کے جوہر پہلے سے زیادہ دکھائے تھے جب وہ پنجاب میں آئے تو اُنہوں نے عہدنامہ کے مرتب کرنے میں فرزانگی کے ساتھ بڑی جدوجہد کی وہ لارڈ ہارڈنگ کے ساتھ ہم خیال اور سکھوں کے سرداروں کے ساتھ ہمدرد تھے اس لئے وہ برٹش گورنمنٹ اور سکھ گورنمنٹ کے درمیان ثالث بالخیر بننے کے لئے نہایت مناسب و موزون تھے۔ رانی جنداں مہاراجہ کی والدہ نائب السلطنت تھی۔ اور وزیر اعظم لال سنگھ تھا جو بڑا وجیہ اور خوش وضع تھا مگر بالکل نالایق تھا۔ سکھوں کے ایسے سرپرستوں کے ہونے سے گورنر جنرل کے دل میں یہ امید باقی نہیں رہی تھی کہ دوستانہ مصالحت سکھوں کی گورنمنٹ کے ساتھ جاری رہیگی ❊

کشمیر کا فساد

شیخ امام الدین کو جو صوبہ کشمیر کا دربار کی طرف سے حاکم تھا یہ حکم بھیجا گیا تھا کہ اس صوبہ کا قبضہ و دخل راجہ گلاب سنگھ کو جب وہ اُس کو لینا چاہے حوالہ کرے لیکن اُس نے رانی اور لال سنگھ کی صلاح سے اول تو ہیں

کام میں التوا کیا اور پھر اُس کے کرنے سے انکار کر دیا۔ بہت سے کوہستانی سردار جو اپنے اس نئے حاکم کو ناپسند کرتے تھے اس سرکشی میں امام الدین کے ساتھ ہو گئے۔ اور راجہ گلاب سنگھ کے جوے کے تلے نہ آنے میں اپنا فائدہ سمجھتے تھے۔ غرض یہ سرکشی ایسی بڑھ گئی کہ اُس کے فرو کرنے میں برٹش امداد کی ضرورت پڑی لاہور کی سپاہ انگریزی جموں کی حفاظت کے لئے روانہ ہوئی چنانچہ ہفتے میں ہنری لارنس اس ناراض سپاہ کا سپہ سالار بن گیا۔ جو ابھی میدان جنگ میں انگریزوں کے ساتھ لڑ رہی تھی اور اس کو کشمیر اپنے ساتھ لے گیا چند ہی انگریزی افسر اسکے ساتھ تھے۔ لارنس صاحب بیان کرتے ہیں کہ نصف درجن انگریزی افسروں کو اپنی مطیع کی ہوئی سرکش سپاہ کو دنیا کے دشوار گذار ملک میں ایسے سردار کے لئے جو پہلے وہاں حاکم تھا اور اب وہاں اُس کو لوگ دل سے باغی جانتے ہیں۔ اس زمین کے قبضہ دلانے کے لئے جو ان کے ملک کا جوہر درخشان ہے لے جانا ایک عجیب و غریب تماشا ہے۔ جب امام الدین نے اپنے رقیب کی اس زبردست کمک کو دیکھا تو خوف کے مارے وہ خود لارنس صاحب کے پاس آگیا۔ جیسے لارڈ ہارڈنگ نے فرمایا کہ وہی سرداروں کی سپاہ جو کل ہمارے ملک پر حملہ کرتی تھی آج انگریزی افسروں کی ہدایت سے عہد نامہ کی اس شرط کو پورا کرنے میں تحسین کے قابل کام کر رہی ہے جو ان کو سب سے زیادہ ناگوار تھی سپاہیوں کی اٹھارہ مہینے کے اندر ہی ان سکھ سپاہیوں نے دو تین انگریزی افسروں کی ماتحتی میں اس سردار کو جس سے اُن کو دلی نفرت اور آزردگی تھی اپنے ملک کے سب سے زیادہ زرخیز صوبہ دلا دینے میں کام پورا کیا۔ گلاب سنگھ کا اپنے ملک پر پورا تسلط ہو گیا تو ہنری لارنس صاحب لاہور آئے اُن کو امام الدین نے تین اصل پروانے دئے تھے۔ جس میں لال سنگھ نے شیخ امام الدین کو ہدائتیں لکھی تھیں کہ وہ گلاب سنگھ کا مقابلہ کرے اور کشمیر کے افسروں اور سپاہیوں کو لکھا کہ شیخ امام الدین کے احکام کی تعمیل کریں ٭

لارڈ ہارڈنگ کے حکم سے لال سنگھ کے جرم کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن جس میں پانچ انگریزی افسر تھے۔ مسٹر فریڈرک کرے فورین سکرٹری اس کے صدر انجمن تھے اور تین سکھ افسر تھے اس کمیشن کے روبرو جو لال سنگھ پر الزامات لگائے گئے تھے وہ پوری طرح ثابت ہوئے وہ اپنے عہدہ وزارت سے معزول ہوا۔ اور دو ہزار روپیہ ماہوار پنشن پر مجبور دریا شیرین بنارس میں جلاوطن ہوا۔ اس سزا پر وزیر عورتوں کی طرح رویا پیٹا ٭

انتظام گورنمنٹ لاہور

اب ضروری سوال یہ پیش ہوا کہ پنجاب کی گورنمنٹ کا کام کس طرح جاری کیا جائے ایک بڑا ہو تجربہ کیا گیا تھا۔ اُسمیں چند مہینے بعد بد نما کامیابی ہوئی اب ایک دوسرے تجربہ کی آزمائش ہونی چاہیئے تھی لارڈ ہارڈنگ کی یہ امید باقی نہ رہی کہ پنجاب میں ہندوستانی حکومت کی کمزوری کو دور کر دیں۔ مہاراجہ کی عمر نو برس کی تھی۔ گورنر جنرل راج کو خود سر مہاراجوں اور خراب یا نالایق افسروں سے بچانا چاہتا تھا اس نے سکھوں کے سکھ سرداروں کو بلایا کہ وہ ان شرایط کو سوچیں کہ جن کے موافق برٹش سپاہ کی محافظت اور برٹش رزیڈنٹ کے اصلاح و مشورہ مستعار دیئے جائیں۔ ۱۶۔ دسمبر کو باون سردار سکھوں کی ایک سنجیدہ مجلس میں اس طلب کے لیئے جمع ہوئے کہ مسٹر فریڈرک کرے اور کرنیل لارنس سے اس نئے عہدنامہ کے مقاصد پر بحث کریں جو مارچ کے عہدنامہ سابق کے انتظامات پر فایق ہوگا۔ ایسا اتفاق آراء شاذونادر ہوتا ہے جو اس بات پر ہوا کہ کونسل اوف ریجنسی قایم کی جائے میر مجلس مدار المہامی اور اسکا رہنما اور ہادی برٹش رزیڈنٹ ہو اور وہ سب پر غالب ہو بجائے اس کے کہ نالایق رانی نایب السلطنت ہو اور اپنے پسند کے وزیر سے مدد لے۔ اس نئی کونسل میں آٹھ سردار ہوں جن کی موقوفی صرف گورنر جنرل کی منظوری سے ہو وہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی ایام نابالغی میں سلطنت کے کاموں کو رزیڈنٹ کی نگرانی میں انجام دیں اور رزیڈنٹ ہر کارخانے و ڈپارٹمنٹ اور سررشتے و معاملے و مقدمے میں وسیع الاختیار ہو اور یہ بھی سب ارباب مجلس نے منظور کیا کہ پنجاب میں جو انگریزی سپاہ متعین ہے اس کے خرچ کے لیئے بائیس لاکھ روپیہ سالانہ خزانہ لاہور سے ادا ہوا کرے اس انتظام میں سب سے زیادہ سکھ سرداروں نے اس بات کو پسند کیا کہ نایب السلطنت رانی کے کل اختیارات کرنیل لارنس کے ہاتھ میں منتقل ہو جائیں۔ اُنہوں نے خود درخواست کی کہ رانی اپنے عہدہ سے موقوف کی جائے اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ اُس کی پنشن مقرر کی جائے۔ اس پنشن کو وہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے گورنر جنرل کے حکم سے کرنیل لارنس صاحب بالکل پنجاب کا فرمانروا خودمختار ہو گیا جسکو ایسے وسیع اختیار دیئے گئے کہ وہ جو چاہے معاملات اندرونی و بیرونی میں کام کیا کرے۔ ۲۶۔ دسمبر کو بھروال میں اس نئے عہدنامہ کے ہونے پر جو مہاراجہ دلیپ سنگھ اور لارڈ ہارڈنگ کے درمیان ہوا۔ توپوں کی سلامی ہوئی بعض سننے والے یہ جانتے تھے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سلطنت کی وفات پر یہ ماتمی توپیں ایک ایک منٹ کے وقفہ سے چھوٹ رہی ہیں

شرائط عہد نامہ بھیروں وال مورخہ ۱۶ - دسمبر ۱۸۴۶ء

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ اور لاہور سٹیٹ کے درمیان جو ۹ - مارچ ۱۸۴۶ء کو عہد نامہ لکھا تھا وہ بدستور سابق برقرار اور قایم رہیگا اور دفعہ ۱۵ کا ایک فقرہ چند روز کے لئے تبدیل ہوگا ۔

دفعہ دوم ایک برٹش افسر کو اور اس کے اسسٹنٹوں کے گورنر جنرل مقرر کرے گا کہ وہ لاہور میں رہیں ان افسروں کو پورا اختیار ہوگا کہ سٹیٹ کے ہر کارخانہ اور سررشتہ کے کل معاملات میں اپنی حکومت اور غلبہ رکھیں ۔

دفعہ سوم سب طرح سے توجہ اسپر کی جاے گی کہ انتظام اس طرح کیا جائے کہ رعایا کے دل نہ دکھیں - قومی قوانین آئین و دستور رسوم اور سب جماعتوں کے حقوق قائم رہیں ۔

دفعہ چہارم انتظام کے طریقہ اور جزئیات میں تبدیلیاں نہیں کی جائینگی الا جب لاہور گورنمنٹ کے واجب الادا کاموں کے لئے ان کی ضرورت پڑے گی تو ہندوستانی افسر ان جزئیات کا انتظام کریں گے جو بالفعل کونسل ریجنسی مقرر کرے گی جس میں امرا و سردار ممبر ہیں اور وہ برٹش رزیڈنٹ کی کارفرمائی کے موافق فرمان بردار رہیں ۔

دفعہ پنجم کونسل ریجنسی کے اول یہ ممبر مقرر ہونگے - سردار تیج سنگھ سردار شیر سنگھ اٹاری والا دیوان دینا ناتھ فقیر نور دین و سردار رنجیت سنگھ کلو والا سردار رنجور سنگھ مجیٹھیہ بھائی بدھان سنگھ سردار عطر سنگھ - سردار شمشیر سنگھ سیندھیان والا - ان ممبروں کی تبدیلی برٹش رزیڈنٹ کے حکم کے بغیر نہیں ہوگی جو گورنر جنرل کے احکام کے موافق کام کریگا ۔

دفعہ ششم کونسل ریجنسی اس طرح سے انتظام ملکی کرے گی کہ وہ برٹش رزیڈنٹ سے صلاح مشورہ لے کر معاملات کو خود فیصلہ کرے رزیڈنٹ کو کل اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر کارخانے اور سررشتہ میں جو چاہے کارفرمائی کرے اور اپنا غلبہ رکھے ۔

دفعہ ہفتم مہاراج کی ذات کی محافظت اور ملک کے امن و عافیت کے لئے لاہور میں جس قدر حسب زور و تعداد کی سپاہ کو گورنر جنرل مناسب جانے وہ رکھی جاے ۔

دفعہ ہشتم گورنر جنرل کو یہ اختیار ہے کہ لاہور کی مملکت میں جس قلعہ و جنگی مقام میں چاہے

انگریزی فوج کو رکھے جس کے رکھنے کی ضرورت برٹش گورنمنٹ کو دارالسلطنت کی سلامتی اور ملک کی امن دعافیت کے لیۓ معلوم ہو ؛

دفعہ نہم برٹش گورنمنٹ کو لاہور سٹیٹ بائیں لاکھ نانک شاہی روپے کھرے سالانہ ادا کرے یہ روپیہ اس طرح دو قسطوں میں ہر سال ادا کیا جائے کہ ۱۳ - لاکھ بیس ہزار روپیہ مئی یا جون میں اور ۸ لاکھ اسی ہزار روپیہ نومبر یا دسمبر میں ؛

دفعہ دہم مہارانی والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو اپنے اور اپنے وابستوں کے خرچ کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ دیا جائے اُس کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے خرچ کرے ؛

دفعہ یازدہم اس معاہدہ کی تمام دفعات پر عملدرآمد مہاراج کی ایام نابالغی میں ہوگا اور جب اُن کی عمر ۱۶ - برس کی ستمبر ۱۸۵۴ء میں ہوجاے گی تو یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا اور دربار اور برٹش گورنمنٹ کو اطمینان ہو جائے گا کہ مہاراجہ کی گورنمنٹ کے سنبھالنے کی اُس کو ضرورت نہیں ہے ؛

جان لارنس صاحب

لال سنگھ کے جرم کی تحقیقات میں ہنری لارنس کا چھوٹا بھائی جان لارنس صاحب بھی شریک تھا وہ بنگال کے حکام متعہد میں بڑے نیک نام قابل وجفاکش افسر مشہور تھے - سکھوں کی لڑائی کے شروع ہونے سے چند ہفتے پہلے لارڈ ہارڈنگ دہلی میں تشریف لائے تھے تو اُن کی ملاقات جان لارنس سے ہوئی تھی وہ اسوقت دہلی کے مجسٹریٹ و کلکٹر تھے - جب لڑائی شروع ہوگئی ہے تو جان لارنس نے اس کے لئے باربرداری اور اسباب رسد کے بہم پہونچانے میں بڑی جدوجہد کی تھی - سب قسم کے آدمیوں پر اُنہوں نے اپنا اثر ایسا ڈالا تھا کہ گاف صاحب کے پاس سارا سامان رسد و حرب و ضرب پہونچ گیا جس کے سبب سے فتح نمایاں سیراؤں میں حاصل ہوئی - غرض لارڈ ہارڈنگ جان لارنس کی فراست و کیاست ولیاقت سے دہلی کی ملاقات سے اور ان کا روبار نمایاں کرنے سے واقف ہوگئے تھے اُنہوں نے جان لارنس صاحب کو پنجاب کا نیا ملک جو جالندہر کا دوابہ ہاتھ آیا تھا اُس کا کمشنر مقرر کردیا کہ وہ ان جنگ جو سکھوں پر جو شائستگی اور تہذیب سے دور ہیں حکمرانی کریں ؛

انتظام دوابہ جالندھر

یہ نیا کمشنر امرتسر میں لارڈ ہارڈنگ سے مل کر اپنے کام میں مصروف ہوا وہ بندوبست کا بڑا تجربہ اور کامل استعداد خداداد رکھتا تھا۔ اس نے چند انگریزی افسروں اور ہندوستانی اہل کاروں کی مدد سے اس نئے صوبے میں انتظام کو پہلے سے بہتر کیا۔ حقیت آراضی کی خوب تحقیقات کی۔ از سر نو جمع ایسی شرح سے تشخیص کی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ سے ہلکی تھی۔ زر مالگذاری نقد لیا جاتا تھا۔ اس کا جنس میں ادا کرنا موقوف کیا گیا اور مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے حقوق موجودہ بڑی کاوش اور تحقیق سے قلمبند کئے گئے۔ کمشنر صاحب نے منتظم پولس مقرر کیا۔ جس کا خرچ کم تھا۔ تجارت کے پاؤں میں جو پہلے بیڑیاں پڑی تھیں وہ کاٹ ڈالیں۔ سڑکیں اور پل اور مفید عمارت تعمیر کرانی شروع کیں۔ عدالتیں مقرر کیں اہل مقدمہ کا خرچ کم ہوتا تھا فوجداری کا ضابطہ ایسا بنا دیا کہ جس کا سمجھنا آسان تھا اور اسکے قاعدوں پر عمل کرنا سہل تھا۔ غرض اس طرح کا عام پسند انتظام کیا کہ گھر گھر میں جان لارنس صاحب کا نام ہر شخص کی زبان پر تھا ؎

انتظام ایں روئے ستلج

ایں روئے ستلج کے اضلاع کے پولیٹکل انتظامات میجر میک سن کو سپرد ہوئے وہ بڑے لایق افسر تھے۔ اُنھوں نے بڑے ایچ پیچ کے معاملات طے کئے اور سرداران محروسہ کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ برتا۔ پنجاب میں اسوقت گورنمنٹ کے بڑے لایق افسروں کا مجمع تھا۔ جس نے پنجاب کے مردہ انتظاموں کو زندہ کر دیا۔ پنجابیوں کے حقوق و دستور و رسم و رواج میں کوئی بے ضرورت مداخلت نہیں کی گئی۔ اور زبردستوں کو زبردستوں کے زور ظلم سے بچا لیا۔ قدیمی بندوبست اور مالگذاری اور عدالتوں کے انتظام کو درست کیا۔ کھیتوں میں بیگار کام کرنے کو موقوف کیا ؎ جمع آراضی کی تخفیف کر دی کاشتکاروں کو فصل کی پیداوار بڑھانے کے لیئے ہمت بندھوا دی۔ ستی و بچہ کشی و بچوں کی دزدی و بردہ فروشی پر سخت ضرب لگائی۔ سب قسم کے آدمیوں کے ساتھ لارنس اور اسکے انگریزی اسسٹنٹوں نے آزادانہ ملکر رعایا کے دلیں برٹش گورنمنٹ کا اعتماد اور احترام پیدا کیا۔ رعایا اپنے دکھ درد کو بے تکلف دوستوں کے طور پر انکے سامنے بیان کرنے لگی اور سمجھنے لگی کہ وہ آدمیوں کے درمیان بڑے انصاف کرنے والے ہیں ؎

برٹش گورنمنٹ کا اثر پنجاب پر

۱۸۴۷ء کے ختم ہونے سے پہلے لارنس صاحب نے رپورٹ بھیجی کہ سپاہ موقوف شدہ میں سے زیادہ تر سپاہی عافیت پیشہ ہوگئے ہیں اور زراعت پیشوں پر برٹش اثر بہت اچھی طرح اپنا کام کر رہے ہیں محل کے اندر سازشیں آسودگی عامہ کے برخلاف ہو رہی ہیں بہت سے آدمی یہ سوچ رہے ہیں کہ رزیڈنٹ کو ٹھکانے لگائیے۔ بے چین مہارانی کی عداوت و نفرت اُن لوگوں سے جنہوں نے اُس کے عاشق زار کو نکالا ہے اور اُسکو سلطانی اختیارات سے محروم کیا ہے کسی طرح سے نہیں جاتی اس نے تیج سنگھ پریسیڈنٹ کونسل مہاراج کو قربانی کا بکرا بنایا ہوا ہے۔ اگست تیج سنگھ کی راجہ ہونے کی تقریب میں سکھ سرداروں اور انگریزی افسروں کا مجمع ہوا۔ اُس کو ایک گھنٹہ تک اس رسم کے ادا ہونے کے لئے بیفائدہ انتظار کرنا پڑا۔ مہاراجہ کے آنے میں دانستہ التوا کیا گیا۔ نوجوان مہاراجہ نے اپنی ماں کے بہکانے سے تیج سنگھ کے ماتھے پر راجگی کا تلک لگانے کے لئے انکار کیا تو ایک گرو نے اُس کی پیشانی پر تلک لگایا۔ پس رانی نے جو راجہ کی یہ بڑی حقارت کی اُس نے رانی صاحبہ کی ساری سازشوں کا فاش کر دیا مہاراجہ کے پاس سے جو رانی کے ساختہ پرداختہ رفیق رہتے تھے وہ اور خود رانی صاحبہ جدا کیئے گئے اور لارڈ ہارڈنگ کے حکم سے قیدیوں کی طرح پر شیخوپورہ میں جو لاہور سے پچیس میل تھا بھیجی گئیں کام کی کثرت سے ہنری لارنس اپنی صحت کی درستی کے لئے شملہ تشریف لے گئے اور اپنے بھائی جان لارنس کو اپنی جگہ چند مہینے کے لئے کام کرنے کیواسطے مقرر کر گئے ہ

انگریزوں کے برخلاف سازشیں اور مذہبی بلوے

جو وقت بنگال کی سپاہ ستلج پر لڑ رہی تھی ۱۸۴۶ء کے شروع میں ایک بھاری سازش برٹش گورنمنٹ کے خلاف پٹنے اور دانا پور میں ہو رہی تھی اس سازش کا اصلی حال کہیں نہیں تحقیق ہوا صرف مختلف قیاسات ہی لڑائے کسی نے کہا کہ وہ دہلی کے بادشاہ کے اغوا سے ہوتی تھی کسی نے کہا کہ سکھوں نے خود کی تھی۔ دینا پور کی سپاہ کو رشوت دینے کے لئے روپیہ جمع کیا گیا تھا کہ وہ بغاوت اختیار کریں۔ مگر اس سپاہ نے اپنی فتحمندی کو پنجاب میں دیکھ کر یہ رشوت نہیں لی۔ کرنیل کروفٹ نے اس سازش کے سرغنوں کو گرفتار کر کے دو کو موت کی سزا دی ہ

ان مقدمات کی تحقیقات میں یہ معلوم ہوا کہ یہ کہانیاں بن رہی ہیں کہ گورنمنٹ ایسی تدبیریں

کر رہے ہیں کہ ہندو مسلمان کے مذہب اور رسم و رواج کو دور کرکے عیسائی بنالے۔ اس کا یقین احمق لوگوں کو اس سبب سے آتا تھا کہ گورنمنٹ نے ضروری تبدیلیاں قدیمی قانون وراثت میں کیں تھیں اور گورنمنٹ اسکولوں کے نوجوان تعلیم یافتوں کے لئے سرکاری نوکریوں کے ملنے کا حکم دیا تھا اور غلامی و بچہ کشی اور ستی ہونے کی موقوفی بڑی سرگرمی سے گورنمنٹ کر رہی تھی بنگال نے جیل خانوں میں کھانے کا انتظام بھی قیدیوں کے لئے نیا کیا تھا اور پٹنہ کا مجسٹریٹ ضلع میں ایک قسم کی مردم شماری کر رہا تھا جس میں ذاتوں اور مذہبوں پیشوں کی تفریق ہوتی تھی۔ مولوی و پنڈت جاہلوں اور سپاہیوں کو سمجھاتے تھے کہ یہ سب سامان ہندوستان میں ذات اور مذہب مٹانے کے لئے ہیں اس لئے کہ یہ خیالات واہیہ رعایا کے دل سے دور ہوں ڈپٹی گورنر بنگال نے یہ اشتہار دیا کہ جو حکایتیں مشہور ہو رہی ہیں اور رعایا کے دلوں کو بے چین کر رہی ہیں وہ بالکل جھوٹی ہیں۔ شریر آدمی جو گورنمنٹ انگریزی سے نفرت و عداوت رکھتے ہیں وہ ایسی جھوٹی افواہیں گورنمنٹ کی نسبت اڑا رہے ہیں جس کا ارادہ ہرگز ہی نہیں ہوگا کہ کسی فرقہ کی مذہبی رسوم و رسم و رواج میں مداخلت کرے ہر فرقہ کو یہ استحقاق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کے موافق اپنے خدا کی عبادت کرے۔ یہ اشتہار نہایت دانشمندانہ سچا تھا مگر رعایا اسکو بالکل صحیح نہیں جانتی تھی انگلش کسی مذہب میں کبھی مداخلت نہیں کرتے تھے وہ دیکھ چکے تھے کہ ان کے مذہبی رسم ستی ہونے کی موقوف ہوکر فوجداری کا جرم قرار پایا تھا۔ انسان کی قربانی چڑھانے کی رسم تلوار کے زور سے موقوف کی گئی تھی ؎

لاہور میں ۱۸۵۱ء میں اور دلی والی میں اسی سال میں اور جالندھر میں ۱۸۵۲ء میں مذہبی بلوے ہوئے تھے لاہور میں ایک توپخانے کے سپاہی نے جو احکام سرکار کا پابند زیادہ اس ملک کے رسم و رواج سے تھا چند گاؤں کو زخمی کیا جس پر ہندو ایسے برافروختہ خاطر ہوئے کہ انگریزوں پر اینٹ پتھر مار کر گاؤں کے زخمی ہونے کا عوض لینا چاہا۔ دکانوں کی ہڑتال کر دی۔ انگریز افسروں کے خاص کر کرنیل لارنس کے تحمل و بردباری نے ایک رات میں اس بلوہ کو مٹا دیا اور دکانیں پھر کھل گئیں۔ اس بلوہ کے سرغنوں میں سب سے زیادہ اغوا کرنیوالے ایک برہمن کو پھانسی دی گئی۔ جولائی ۱۸۵۲ء میں جالندھر میں بھی عیسائی و مسلمان گاؤخواروں کے برخلاف ہندوؤں نے ایک ہنگامہ برپا کیا۔ کمشنر صاحب نے شہر کے باہر مسلمانوں کے لئے الگ گائے قصابوں کی دکانیں کھلوا دی تھیں۔ جہاں کچھ ہندوؤں کے دلوں کو صدمہ نہیں پہونچتا تھا۔ بنیوں نے دھمکایا کہ ہم دکانیں بند کرتے ہیں ان کی اس دھمکی کی شنوائی نہیں ہوئی تو انہوں نے دکانیں بند کر دیں۔ بازاروں

ہیں۔ یہ ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سپاہی جو انتظام کے لئے بھیجے گئے اُن کے ساتھ بھی بُرا سلوک کیا گیا اور خود جان لارنس پر اینٹ پتھر پھینکے۔ اتنے میں سپاہ آگئی تو اُس نے بلوہ کرنے والوں کو پراگندہ کیا۔ ہندوؤں نے کبھی ہر روز تک ہڑتال رکھی۔ کمشنر نے جب اور جگہ سے اناج منگا کر ڈھیر لگائے تو بنیوں نے دکانیں کھولیں سنہ ۱۸۴۶ء میں مشنریوں کی کوشش سے تینی والی میں ہندو بہت عیسائی ہو گئے تھے ہندوؤں نے اُن عیسائیوں کے گھر لوٹ لئے جنکے مقدمات عدالت میں دایر ہو کر فیصل ہوئے تھے

مشرقی و مغربی تہذیب کی لڑائی

بارہ سال سے بیشک مشرقی و مغربی خیالات اخلاقی و مذہبی و پولیٹکل میں براہ راست یا بالواسطہ جنگ ہو رہی تھی۔ ہندوستانیوں کی حسد اور انگلش کی دانائی سے جو پرانی مزاحمتیں پیدا ہوئی تھیں وہ اصلاح کی حرکت کے طوفان سے ایک ایک کر کے اٹھی جاتی تھیں۔ مصلحین اعظم اور اُن کے دوستوں کی تعداد اس قدر بڑھتی جاتی تھی۔ کہ اُن کی ذات کے اچھے یا برے اثر سے اصلاحوں کا ایک طوفان برپا تھا۔ عدل سنج مدبران ملکی بنٹنگ اور ہارڈنگ اور بیرڈ اور لارنس نے ہندوستانیوں کی معاشرت کی ان رسوم پر بڑا صدمہ پہونچایا جو اُن کے اخلاق پر صدمہ پہونچاتی تھیں اُنہوں نے جہالت و اوہام باطلہ سے لڑائی اس طرح شروع کی کہ اسکول قایم ہو گئے۔ جہاں یوروپ کی سائنس کی تعلیم بذریعہ انگریزی زبان کے ہوئی تھی۔ اور انگریزی علم ادب سکھلایا جاتا تھا۔ گرم جوش مشنریوں نے جیسے کہ ڈاکٹر ڈف تھے اپنے اسکول قایم کئے جس میں عیسائی مذہب کی تعلیم ہوتی تھی اور اسکے ساتھ وہ علوم بھی سکھائے جاتے تھے جو مغرب سے نئے آئے تھے۔ یہاں وہاں بعض گورنمنٹ کے افسروں نے بازار اور چھاونیوں میں عیسائی بنانے کی کوشش کی جو دانائی سے بعید تھی

لایق اخبار نویسوں نے بھی ہر تدبیر جو اُن کی نظر میں ہندوستانیوں کو روشنضمیر بناتی تھی اپنی قلموں کو گھسنا شروع کیا اور اعلے درجہ کی تہذیب کی ترقیوں کی توضیح کرنے لگے۔ ہندوستان کے بہت سے حصوں میں ہندوستانیوں میں ایک عقلی تحریک ہو رہی تھی کہ وہ اپنے انگلش ہادیوں کی کوشش وسعی میں معاون ہوں انگریزی یا دیسی زبان کے اسکول بالکل بالجبر سے مذہب کی ہندوستانیونکے روپے سے قایم ہوتے تھے۔ نوجوان گورنمنٹ اسکولوں سے تازہ تعلیم پاکر نکلتے تھے وہ نئے اسکول قایم کرتے تھے۔ تاکہ اُن کے جاہل

ہموطنوں کو فائدہ پہونچے۔ بمبئی کی لائبریری کے لئے ایک ہندوستانی راجہ نے بڑا چندہ بھیجا۔ ہندوستانی خود اخبار لکھتے تھے۔ جنیں سے کم یا زیادہ لیاقت سے معاملات موجودہ پر آزادانہ بحث کرتے تھے۔ جس میں شاذ و نادر ہی کوئی مخش بات سرکار کی بدخواہی کی ہوتی تھی۔ کچھ ہندو بھی سمجھتے کہ اُن کی عورتوں میں جو جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسکو دور کرنا چاہتے تھے اور نیا علم جو اُن کو حاصل ہوا تھا وہ عورتوں کے دلوں میں بھی جانشین کرنا چاہتے تھے ؎

لارڈ ہارڈنگ کے رفاہ عام کے کام

جب سے لارڈ ہارڈنگ نے سرزمین ہند میں قدم رکھا اُنہوں نے اپنی اس سلطنت کی تمدنی بہبودی کے بڑھانے میں مختلف طرح سے کوشش کی۔ اُنہوں نے ۱۰ اکتوبر ۱۸۴۴ء کو یہ حکم جو قابل یادر کھنے کے ہے جاری کیا۔ کہ سرکاری اعلےٰ درجہ کی نوکریاں ان ہندوامیدواروں کو ملا کریں جو دیسی یا گورنمنٹ اسکولوں کے نوجوان ہندوستانی تعلیم یافتہ ہوں اور اپنی اخلاقی و عقلی تعلیم میں کامیاب ہوئے ہوں اور ادنےٰ درجہ کی نوکریوں کے امیدواروں میں ہندوستانی جو لکھ پڑھ سکیں۔ ان کو ان پڑھ امیدواروں پر ترجیح دیجائے وہ ہندوستانیوں کی تعلیم میں کوشش اس لئے کرتے تھے کہ وہ اپنے سچے دل سے یقین کر لیتے تھے کہ علم سے قومی ترقی ہوتی ہے۔ اُن کی یہ بڑی دانشمندانہ خواہش تھی کہ عوام تحصیل علم میں بقدر اپنی ضرورتوں کے سعی کریں۔ غالباً اُس سے سرکاری خدمات میں بھی فایدہ پہونچے گا۔ جب کوئی ہندو عیسائی ہو جاتا تھا تو اُس کو ہندو محروم الارث کر دیتے تھے۔ لارڈ ہارڈنگ نے قانون وراثت میں ایسی ترمیم کر دی کہ اگر کوئی ہندو یا مسلمان عیسائی ہو جائے تو وہ اپنے حقوق اور وراثت سے محروم نہ ہو۔

اسی زمانہ میں انگریزی اثر سے جو انسانیت پھیلی تھی وہ اپنے نیک ثمر ہندوستانی ریاستوں میں بھی لا رہی تھی۔ ۱۸۴۷ء میں نوجوان مہاراجہ سیندھیا کی علمداری میں ستی کا ہونا اور بردہ فروشی کا ہونا موقوف ہوا۔ نظام نے بھی احکام جاری کر دیے کہ کوئی عورت اُس کی علمداری میں ستی نہ ہو۔ جے پور کی کونسل نے بھی دختر کشی سے لڑائی کا اشتہار دیدیا۔ اس کے انسداد کے لئے بھاری نذرانہ لینا موقوف کر دیا جو شادی بیاہوں میں لیا جاتا تھا۔ اس سبب سے ہندوؤں میں دختر کشی کا جو رواج تھا وہ ترک کیا گیا اُن کو سکھایا گیا کہ لڑکیوں کو کنوارا رکھنا بے عزتی ہے بچوں کا چرانا اور

بیچنا غلامی کے لیئے یا کسی بنانے کے واسطے جے پور کی کونسل نے بالکل بند کر دیا۔ جھالاور میں زندہ آدمیوں کا جلانا یا زمین میں گاڑ دینا بالکل منع کیا گیا۔ لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ میں اور چھوٹی چھوٹی باتیں اصلاح کی ہوئیں ۱۸۴۶ء میں اُنہوں نے حکم جاری کر دیا کہ اتوار کو کوئی سرکاری کام نہ ہوا کرے اُس کی تقلید سکھوں کے دربار نے بھی کی کہ وہ کونسل اور دربار کا جلسہ اتوار کو نہیں کرتے تھے کشمیر میں گلاب سنگھ نے انگریزی خیالات کے موافق ایسے احکام جاری کئے کہ اُس کی رعایا بھی انگریزی رعایا کے مماثل ہو جائے۔ اُس نے اشتہار دیا کہ اس کی کل مملکت میں عبادت کرنے کی آزادی ہے۔ ستی ہونا و بردہ فروشی کا ہونا و بچہ کشی کا کرنا جرایم میں داخل ہیں۔ اس نے اپنے تئیں رحم دل اور دانشمند فرمانروا ثابت کیا۔ لیکن راجہ ترانکور انگریزوں کے سارے نیک کاموں کی تقلید میں سب پر سبقت لے گیا +

کھانڈ قوم میں انسان کی قربانی کا بند ہونا

ہم نے لارڈ آک لینڈ کے عہد حکومت میں کھانڈ قوم کی انسان کی قربانی کرنے کا ذکر بالاجمال کیا ہے اب یہاں بالتفصیل ذکر کرتے ہیں۔ ملک اڑیسہ میں ایک بڑا دریا مہاندی ہے اُس کے جنوب میں گھنے درختاں کی کوہ اور زرخیز وادی گوم سر اور بودھ ہیں۔ ان میں دس برس سے انسان کی قربانی کے بند کرنے کے لیئے کوشش ہو رہی تھی۔ ان دور افتادہ اضلاع میں کھانڈ کی اقوام آباد تھیں۔ ان کو یہ رسم بڑی عزیز تھی کہ وہ اپنے دیوتا پرتھوی پر انسان کی قربانیاں چڑھاتے تھے اس قربانی کو وہ میری آہ کہتے تھے وہ پرتھوی کو پوجتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب تک پرتھوی پر یہ قربانی ہم نہیں چڑھائیں گے وہ ہم پر دیا نہیں کرے گی۔ جس کے بغیر ہمارا کھیتی بونا اکارت جائیگا۔ یہ میری آہ نوجوان لڑکے لڑکیاں خریدے جاتے یا چرائے جاتے۔ اور ان کی پرورش بڑی احتیاط سے کھانڈ کے دیہات میں اس لیئے ہوتی تھی وہ روز معین پر ذبح کئے جائیں جو قربانی کا دن مقرر ہوتا تو آدمیوں کا مجمع ہوتا اور میری آہ ایک کھنبے سے باندھا جاتا اور اول گروجی اُسکو بسولے سے زخمی کرتے اور پھر اور آدمی چاقوؤں سے گوشت کے پارچے کاٹ کر لے جاتے اور ان پارچوں کی بوٹیاں ہو کر کنبوں میں تقسیم ہوتیں اور وہ اس بوٹی کو اپنے کھیت میں دباتے اور سمجھتے کہ ہم نے اپنی اچھی فصل کا بیج بویا ہے اس سے وہ بہت خوش ہوتے تھے

یہ تحقیق ہوا کہ بعض اوقات اس تقریب میں پچیس قربانیاں تک ہوئیں اور کئی سو آدمی ہمیشہ اس

انتظار میں رہتے کہ وہ قربان ہونگے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آدمی قربانیوں کے لئے بکتے ہوئے ہاتھ نہ آئے
تو ایک بوڑھے آدمی نے اپنی دو بیٹیاں قربانی کرنے والے کو قربانی کرنے کے لئے دیدیں۔ بعض اضلاع
میں جب اور آدمی قربانی کے لئے نہیں ہاتھ آتے ہیں تو لوگ اپنے بیکس بوڑھے ماں باپوں کو لاکر کھونٹے سے
قربانی ہونے کے لئے باندھ دیتے جس ملک میں انگریزی عملداری ہو اور اس کو صحیح صحیح یہ معلوم ہو جائے کہ یہ
ظلم وستم وہاں ہوتے ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اسکو اس سبب سے جایز رکھے کہ وہ مذہبی حکم ہیں۔ وحشی کھانڈ کی
اس رسم بد سے اول مدراس کے ایک افسر میجر کیمبل واقف ہوئے اور جب وہ بیمار ہو کر چلے گئے تو میجر میکفرسن
اُن کی جگہ چار برس تک کام کرتے رہے۔ ان دونوں افسروں نے کھانڈ کے بزرگوں اور بڑوں کو سمجھا کر یا ڈرا کر
سیکڑوں   مہریاہ کو چھڑائے لارڈ ہارڈنگ نے چھ انگریز اور اُن سے تگنے ہندوستانی اسسٹنٹ
بھیجے کہ وہ میجر میکفرسن کی مدد کرکے اس وحشیانہ رسم کو ان وحشیوں سے چھڑائیں جو چھ ہزار مربع میل
میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان افسروں نے گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل میں ایسا تشدد کیا کہ کھانڈ اقوام کے
بہادر نوجوان سرداروں میں اشتعال پیدا ہوا اور وہ مقابلہ کو کھڑے ہوگئے ۱۸۴۶ء کے موسم بہار میں میکفرسن
نے دفعتہً دیکھا کہ اُس کے خیمہ کو ایک مسلح گروہ نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ جن کی دھمکیوں سے
یا اقراروں سے ایک سو ستر مہریاہ انکو اس نے واپس کر دئے جو بودھ کے سرداروں نے ایک
ہفتہ ہوا اُسکے حوالہ کئے تھے۔ جب میجر صاحب نے گیوم سر کی طرف مراجعت کی تو باغی اُن کو رستہ سے
بھگا کر لے گئے۔ اور اُن کو مجبور کیا کہ اُن کے راجہ کو جو برٹش خیمہ گاہ میں تھا وہ اُن کو حوالہ کریں۔
اسی زمانہ میں ایک گروہ کھانڈ جس کے پاس توڑے دار بندوقیں تھیں مدراس کے سپاہیوں سے شکست
پاکر بھاگا۔ یہ سپاہ بعض سرکش سرداروں کی تفتیش کے لئے آئی تھی ہو
برسات گذرنے کے بعد بودھ میں سرکشی کے شعلے پھر بھڑکے۔ پہلے سے وہ مرتفع زمینوں گیوم سر
میں اُٹھ رہے تھے۔ جس کے باشندے سب سے اعلیٰ سردار بسوی کے بھتیجے چوکر بلوی کے لئے از سرنو
سپاہ تیار کر رہے تھے جو اس سازش کے الزام سے اپنے تیئں بری نہ کر سکا جو برٹش کے خلاف یہاں ہوئی تھی
آیندہ سارے سال لڑائی کی شرارے چمکتے رہے چوکرو کے پیرو اُن پہاڑوں میں امن سے جا بیٹھے جو
درختوں سے گھرے ہوئے تھے اس کو اس کی بہت تھوڑی پروا تھی کہ میدان میں اُن کے خالی دمات
جلائے جاتے ہیں وہ جانتے تھے کہ سپاہ جو اُس کے پاس جانے کی کوشش کرے گی اُس کی موت اس

سفر دور دراز میں جنگلی بخار سے مر جائیں گے۔ کرنیل ڈائس اور کرنیل کیمبل صاحب کے دوبارہ آجانے کے خوف سے آخر کو گیوم سر کے بڑے حصہ میں انتظام ہوگیا۔ سام بسوئی جلا وطنی سے دوبارہ بحال ہوگیا۔ نئے ایجنٹ کو ان خوفوں کے کم کرنے میں کچھ دقت نہیں پڑی جو رعایا میں پھیلے ہوئے تھے وہ گورنمنٹ کے ارادہ کو جانتے تھے کہ گیوم سر کے آس پاس وہ سپاہ کو نہیں بھیجے گی۔ گیوم سر کے سرکشوں نے اقرار کر لیا کہ آدمی کی قربانی نہیں کرینگے مگر انہوں نے یہ حجت کی کہ یہ بڑی سختی ہے کہ ہمارے ملک میں انسان کی قربانی موقوف ہو اور بودھ اور جی پور میں وہ جاری رہے۔

اگرچہ چوکرو بسوے کا چچا اپنے راج پر بحال ہوگیا مگر وہ اپنی بغاوت سے باز نہیں آیا اپنے دوست راجہ انگل سے جا ملا ۱۸۴۷ء کے اول دنوں میں کیمبل صاحب راجہ انگل سے لڑنے کے لئے ایک بریگیڈ اور چار توپیں لے گئے مگر اُن کی کامیابی کے مزاحمت کے لئے ملک کی قدرتی حالت موجود تھی دو مہینے میں سفر پورا ہوا۔ سرکشوں نے ایک گولی چھوڑنے پر اپنے سارے کوٹ حوالہ کر دئے سرکش راجہ گرفتار ہو کر کلکتہ بھیجا گیا۔ گورنمنٹ نے اس راجہ کی پنشن مقرر کر دی تھی گو اس نے اُس کے غصہ کو بہت بھڑکایا تھا اس عرصہ میں چوکرو بسئی سرکشی کو تازہ کر تا رہا کھانڈ کی اقوام سے اُس نے وعدہ کیا کہ وہ انسان کی قربانی کرنے دیگا۔ وہ اپنے آقاؤں سے سرتابی کریں۔ مگر انگریزی خوف اُن پر ایسا چھایا ہوا تھا کہ وہ اس کے کہنے میں نہیں آئے۔ کیمبل صاحب نے بودھ کے سرداروں کو یار بنا کے خوب سمجھا دیا تمام سرکش سردار اُس کے تیچھے پیچھے حاضر ہوئے۔ ایجنٹ صاحب سے اُن کی ملاقات کے جلسے بے تکلف رہتے۔ مئی سنہ سے پہلے چوکرو بسئی شکار کیا گیا۔ اور ہر ایک بودھ کے سردار نے انسان کی قربانی کے لئے توبہ کی دو سو پینتیس میری آہ برٹش ایجنٹ کے حوالہ کئے یوں اس ملک میں انسان کی قربانی کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔

بحری قزاقی کا دور کرنا

لارڈ ڈلہوزی کی عہد حکومت کا یہ کام بھی بڑا تھا کہ انہوں نے مشرقی بحروں اور دریاؤں سے بحری قزاقی کو نقش بر آب بنا دیا۔ مجمع الجزایر ہند میں بورنیو کی ڈائک اقوام بڑی خونریز بحری قزاقی کرتی تھی۔ ملکہ کے بحری سررشتہ کے کپتان کیپل نے ۱۸۴۳ء میں انگلستان کے کپتان سکوٹ نے اس کام میں فتحیابی حاصل کی اور ڈائک قوم کو بہت قتل کیا اور اُن کی جنگی کشتیاں چھین لیں۔ اس لئے سمندروں میں کئی

سال کے بعد پھر بحری قزاقوں کو اس طرح کی سزا دی گئی۔ غرض پھر انگریزی بحری قوت کا بحری قزاقوں کے دل میں وہ رعب بیٹھا کہ اُنہوں نے اپنے اس کام سے توبہ کی ؛

قلات کا ملک اور سر چارلس نیپیر

۱۸۴۵ء کے شروع میں سر چارلس نیپیر صاحب پانچ ہزار سپاہ لے کر اس کوہستانی ملک میں گئے جو خان قلات سے علاقہ رکھتا تھا اُس نے اپنے ملک میں سر چارلس کو جانے کی اجازت دیدی کہ وہ قزاق قوموں کو سزا دیں جو ملک سندھ میں بڑی لوٹ مار کرتی ہیں۔ بنر سے جی اور بگتی اونچے نیچے پہاڑوں میں سے گئے دو مہینے تک وہ جنگلوں میں پھرتے رہے اور دشمنوں کو جوان کے سامنے آتے تھے اُن کا شکار کھیلتے رہے کبھی کبھی سخت لڑائیاں بھی اُن سے ہوتیں۔ بہت سے دشمن گرفتار ہوئے بعض اوقات قیدی چارپائے ہوتے تھے۔ اونٹ۔ بیل۔ بھیڑ بکریاں اس قدر گرفتار ہوئے تھے جن کے سبب سے یہ فساد جلد فرو ہو گیا۔ روز بروز قزاقوں نے دیکھا کہ انگریزی سپاہ کے نرغہ میں آئے جاتے ہیں۔ بیجا خاں نے بڑی کوشش کی کہ سر چارلس نیپیر جیسے شکاری کے جال سے بچ جاؤں مگر جب انگریزی سپاہ اُس کے قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوئی تو اُس نے یہ دانشمندی کی کہ اپنے تئیں سر چالس کے حوالہ کر دیا۔ اس وقت تمام بلوچی سرغنوں نے سوا ایک کے اپنے تئیں اور اپنے کنبے کو اور سارے اسباب کو سر چالس نیپیر صاحب کے ہاتھوں میں حوالہ کیا۔ غرض قزاقوں کو سر چالس نے وہ سبق پڑھائے جن کو وہ مدت تک نہیں بھولینگے ؛

اس وقت سے سندھ میں صرف دو یا تین بلوے سرحد پر ہوئے جن کو سزا ملا و جب دیگئی ۱۸۴۷ء کے شروع میں میر پور کے امیر شیر محمد خاں نے آخر کار تھک کر اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کیا۔ اُس کی بھی مثل اور امیران سندھ کے گورنمنٹ نے پنشن مقرر کر دی۔ خیر پور کے امیر پیر سال میر رستم خاں نے ایک سال پہلے جلاء وطنی کی حالت میں دنیا سے رحلت کی آخر تک اس کو یہ امید رہی کہ انگریزوں نے جو ناحق میرے ساتھ بدسلوکی کی ہے اُس کی مکافات کریں گے۔ افسران سندھ تے اپنے وکیلوں کی معرفت کورٹ ڈایرکٹرس و انگلش گورنمنٹ کے روبرو اپیل دائر کی وہ اس سبب سے ناکام رہے کہ جو کچھ انگریزوں نے کرنا تھا اُس کو وہ پورا کر چکے تھے گورنمنٹ کے لئے

اپنے ان فائدوں کو جو بری طرح سے حاصل ہوئے ہوں جوا کردینا ایسا ہی سخت مشکل ہے جیسے کہ شکاری جانور کو اس شکار کا چھوڑ دینا جو آدھا نگل چکا ہو۔ انگلش میں ایمران سندھ پر جو ظلم کیا گیا تھا افسوس کرتے تھے مگر ان فائدوں کو جو اُن کو خود اور رعایا کو حاصل ہوئے تھے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ آنچہ گذشت گذشت۔ اب جو ملک انگریزی عملداری میں الحاق کیا گیا تھا وہ انگریزی ہاتھوں سے نہال ہو رہا تھا اسکے چھوڑنے سے کیا حاصل تھا۔ سر چارلس نے پیرنے تھوڑے عرصہ میں ملک سند کا انتظام اور رفاہ عام کا کام بہت کچھ کیا۔ غلامی اور ظلم و ستم اور عزیز رشتہ داروں کے قتل کو بالکل مسدود کر دیا۔ ہر دروانہ پر عدالت کو بٹھا دیا۔ وہ قزاق پیشہ جو اُن کو ناچ نچاتے تھے پولس میں بھرتی ہوتے تھے۔ غرض ان کے ہاتھ سے ہر کارخانہ کا از سرنو اچھا بند و بست و انتظام ہو گیا۔ جب وہ یہاں سے ولایت گئے ہیں تو سپاہیوں اور افسروں کو اُن کے جانے کا بہت افسوس ہوا۔ کرنیل اوٹرم سے ان کی ان بن رہی۔ ہنری لارنس کرنیل اوٹرم کی بڑی تعریف یہ کرتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ مفلس تھا مگر اُس نے اپنے تئیں اس ملک کی غنیمت سے مالدار نہیں بنایا۔ غنیمت کے اپنے حصّہ کو خیرات میں دیدیا۔ اس کے نزدیک یہ لڑائی ناواجب تھی اور سر چارلس نے پیرنے اپنے تئیں اس مہم سے دولت مند بنایا ؏

انتظام جدید و قدیم

اگر انگریزی عملداری میں یہ دیکھیں کہ قدیم انتظام کیا تھا اور لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ میں انتظام جدید کیا ہوا تو بڑا فرق معلوم ہوگا۔ بڑے بڑے انگریزی افسروں نے اس ملک کی بہبودی میں سعی کی۔ بمبئی کی سپاہ کے کرنیل ہنری روبرٹس صاحب نے مرہٹوں میں رہکر اُن کے اوضاع و اطوار کو درست کیا اور ہیضہ میں ۱۸۴۵ء کو اپنی جان دی۔ کرنیل سدرلینڈ پولٹکل ایجنٹ راجپوتانہ بڑے روشن دماغ فراخ حوصلہ دانشمند تھے اُنہوں نے راجپوتانہ میں انتظام کی پرانی بنیاد پر ایک نئی خوشنما عمارت بنادی۔ اس ملک میں سے ستی ہونے کو اور بردہ فروشی کو اور بچوں کو غلامی یا کسی اور مطلب کے لئے چرانے کو بالکل موقوف کرادیا وہ خیرات کرنے میں بڑے فیاض تھے اپنی فیاضی سے ایک میڈیکل کالج کی بنیاد ڈالی وہ بھرت پور میں ۱۸۴۸ء میں اپنی وفات سے کل راجپوتانہ کو افسردہ و ماتم زدہ کر گئے۔

ان سالوں میں انگریزی عملداری کے اکثر حصوں میں بالکل امن امان رہا۔ نیپال و افغانستان اور پنجاب میں خونریزی کارزار کے ہنگامے برپا رہے اودھ اور نظام کے ملکوں رعایا پر ظلم و ستم برپا رہے۔ انگریزی رعایا اکثر اپنی عادت کے موافق اپنے پیشوں اور حرفوں میں مصروف رہی اور اپنی عادت کے موافق اُنہوں نے باہر کے جھگڑوں سے کچھ سروکار نہیں رکھا۔ سرکار کمپنی کی عملداری میں رعایا کو ایسی آسائش اور آرایش جسمانی اور خانگی حاصل تھی کہ وہ اس آرزو میں بے چین تھی کہ عملداری بدل جائے جسکے سبب سے اُن کی گردن ہلکی جوے سے نکل کر بھاری جوے کے نیچے آتی متوسط درجہ کا زراعت پیشہ جس کی خواہشیں بہت تھوڑی سی ہوتی ہیں صرف وہ اپنے ہل چلانے اور کھیت کے بونے سے اور فصل کے اچھے ہونے سے جس سے اُس کو پیٹ بھر کے روٹی ملجائے اور گاؤں کے سود خواروں کو اپنے قرض کا سود ادا کردے بہت خوش رہتا تھا۔ اہل پیشہ و حرفہ و دکاندار اس عملداری سے خوش تھے کہ اُن سے سوا نمک کے کوئی اور محصول نہیں لیتی تھی۔ اس نے اس پر سے سب قسم کی چوری اور ظلم و تشدد کو دور کردیا تھا اور وہ اپنی مزدوری خاطر خواہ پاتے تھے۔ سوداگروں۔ تاجروں۔ ساہوکاروں کو تو کوئی سبب ہی نہ تھا کہ وہ اس عملداری کی شکایت کرتے جس نے اُن کو مالامال و نہال کردیا تھا اور دیانت اور تجارت کو بازار

کو چمکا دیا تھا۔ اور کچھ اُن سے لے کر اپنی آمدنی ملکی کو نہیں بڑھایا تھا۔

جب گورنمنٹ رعایا پر ٹیکس زیادہ کرتی تھی۔ تو وہ ہر جگہ سرکشی پر آمادہ ہوتی تھیں مثلاً ۱۸۴۴ء میں سورت میں جب نمک پر محصول زیادہ کیا گیا تو ایسا دنگا اور بلوہ مچا یا کہ سپاہ نے جا کر اُس کو کچھ دیر کے لیے فرو کیا اور مقامات سے سپاہ بلائی گئی۔ لیکن اس اثناء میں کلکٹر ضلع نے فساد کو مٹا کر بالکل امن امان کر دیا۔ جب سر جارج ارتھر گورنر بمبئی نے شہر کی ٹیکسوں کی بابت معاملہ کو سپریم گورنمنٹ میں پیش کیا تو لارڈ ہارڈنگ نے یہ فیصلہ کیا کہ نمک کا محصول جو زیادہ کیا گیا ہے وہ آدھا کیا جائے۔ اور پہلی اکتوبر سے تمام شہری محصول موقوف کئے جائیں۔ چند ہفتے کے بعد گورنر جنرل نے یہ اور عنایت کی کہ باہر سے جو نمک آتا تھا اور اس پر درآمد کا محصول لیا جاتا تھا۔ اس میں بہت تخفیف کر دی جس سے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ کی ملکی آمدنی کم ہو گئی مگر اس سے کروڑوں غریب آدمیوں کو فائدہ ہوا کہ وہ خالص نمک کو کھانے لگے سال آیندہ بمبئی کی گورنمنٹ نے جو ہر دکان پر ٹیکس لگایا تو دوکانداروں نے اس پر بڑے غصہ کے ساتھ داد فریاد کی جس کا جواب اُن کو یہ ملا کہ ٹیکس نہایت انصاف کے ساتھ لیا جائے گا جس سے اُن کی تشفی تسلی ہوئی۔

وقتاً فوقتاً اہل پیشہ و حرفہ نے لئے نئے نئے قسم کے کام نکلتے آتے تھے ۱۸۴۵ء میں مغربی ہند میں پہلی سٹیم کمپنی کے تین سال بعد ایک اور ہندوستانیوں کی کمپنی نے اپنا کام جاری کیا اور بمبئی سے گجرات ایک نئی لائن سٹیمروں (دخانی جہازوں) کی جاری کی۔ اسی زمانہ میں سورت میں اہل شہر نے انگریزی کلوں سے کاغذ بنانے کی کمپنی مقرر کی اسی طرح سے گجرات میں روئی کے صنعتوں کی ترقی کے لئے دو کمپنیاں مقرر ہوئیں۔ اُنہوں نے سوچا کہ یہاں کی خام روئی لین کیسٹر کپڑا بنانے کے لئے کیوں بھیجی جائے۔ یہیں ہم اپنے آپ اس کا کپڑا بنایا کریں۔

ایک سال بعد دو کمپنیاں گنگا میں سٹیمروں کے چلانے کے لئے مقرر ہوئیں یہ فایدہ مند رقابت گورنمنٹ کے ساتھ تھی جس نے چند سال پہلے سٹیمر چلائے تھے اس سے پہلے دخانی قوت دریاسندھ میں جہازوں کے چلانے میں کام میں آئی تھی لارڈ ہارڈنگ کے چار سالہ عہد حکومت میں متعدد سٹیم انجن کوئلہ و کاغذ و شکر کے کاموں میں پہلے سے سر چند کام میں آنے لگیں۔ بیربھوم کی کوئلوں کی کانوں اور ترہت میں نیل کے گودوں آسام میں چاء کے باغات نے۔ کانپور میں دباغت چرم کے کاموں نے شاہجہاں پور میں قند و شراب بنانے کے کاموں نے اور دہلی اور کشمیر میں بننے کی کلوں سے بمبئی مولمین ڈوک و جہازوں کے بننے کے کام نے

بہت سے ہندوستانی کاریگروں اور نوکروں اور سرویروں کے لئے پیشے اور کام پیدا کردئے۔
۱۸۴۴ء میں گورنمنٹ کے حکم سے دیرہ دون میں دہمالیہ کے پست ڈھلاؤں میں ہزاروں ایکڑ زمین میں چاہ کی کاشت ہونے لگی ہند۔ سال بعد یہاں کی چاہ جزائر برطانیہ میں اچھی قیمت پر فروخت ہونے لگی تھی۔

لارڈ ہارڈنگ بڑے منصف حاکم اور راست باز انگلش مین تھے وہ اپنی بہترین ذکاوت و حماقت کو ان کاموں میں استعمال کرتے تھے جو اُن کے ہاتھ تلے آتے تھے اور ان کو اپنی کونشنس فہم کے موافق انجام دیتے اور اپنے دل سے غور کرتے تھے۔ انہوں نے اول ہی ہفتے میں جس وقت ہندوستانی سپاہ کی نارضی میں جوش زن دیکھا تازیانہ زنی کے قانون کو جو کہ لارڈ ولیم بنٹنگ منسوخ کرگئے تھے پھر جاری کردیا۔ اُس پر ان کے ایڈجیوٹنٹ جنرل سر جیمس لی اور سپاہ کے بہت سے قدیمی افسروں نے اس حکم کے برخلاف سر ہلائے اور کہا کہ وہ بڑا وحشت ناک ہے۔ وہ دہشت ناک ہی نہیں بلکہ انسانیت سے بعید ہے۔ اب اس کے معذرت میں یہ معقول دلیل بیان کی جاتی تھی کہ ابتک تازیانہ زنی کی سزا کے بجائے کوئی اور معقول سزا نہیں مقرر ہوئی سال بھر میں ہندوستانی پہلے کی نسبت بہت سزایاب ہوگئے تھے۔
بنٹنگ کے قانون کے موافق گذشتہ دس سالوں میں سپاہ کی ڈسپلن میں تزلزل آیا اور سزائیں بہت زیادہ ہوگئیں۔ سب سے زیادہ مضبوط دلیل یہ تھی کہ یہ ظاہر ناانصافی ہے کہ ہندوستانیوں کی سپاہ میں تازیانہ زنی کی سزا موقوف ہو اور گوروں کی سپاہ میں وہ بدستور قایم رہے۔ جس سے وہ ہندوستانی سپاہ کی نظروں میں حقیر ہوں۔ لارڈ ہارڈنگ کے اختیار سے یہ باہر تھا کہ وہ تازیانہ زنی کی سزا کو بالکل موقوف کردیتے اس لئے اُنہوں نے ہندوستانیوں میں اسکو پھر جاری کردیا۔ یہ کام بڑی جراءت کا تھا مگر اُنہوں نے اس قانون کی تجدید ایسی احتیاط سے کی کہ اس بے رحمی کی صورت میں بہت سی مزاحمتیں ایسی مقرر کیں کہ تازیانہ کی سزا تقریباً تقویم پارینہ ہوگئی تھی۔

لارڈ ہارڈنگ سپاہ کی بڑی غور و پرداخت میں رہتے تھے اور اُس کے دکھ درد کو دل دیکر سنتے تھے ۱۸۴۵ء میں سندھ میں جو سپاہ لڑائی پر گئی تھی اُس کی تنخواہ کا اضافہ وہ کردیا جو ان کا ان کی لڑائی میں ہوا تھا۔ سال آیندہ میں بھی پنجاب کی سپاہ کو عطیہ دیا گیا سپاہ کے ساتھ روپیہ کے لحاظ سے اور رعایتیں بھی وہ کرتے تھے کہ سپاہیوں کو اجازت تھی کہ وہ نالش میں دیوانی عدالت میں اپنے مقدمات

عرضی دعوے بغیر اسٹامپ کے دائر کیا کریں۔ لڑائی میں جو سپاہی زخمی ہوئے۔ اُن کے بیکار ہو جانے سے اُنکی پنشن بڑھادی وہ اپنے ہموطنوں کی احتیاجوں کو بھولتے نہ تھے۔ اُنہوں نے ہی یہ اول حکم دیا کہ گوروں کے لیئے کٹ (ظروف جنہیں اسباب سفر رکھ سکیں) سرکار خرید کرے۔ اُنہوں نے لارڈ ایلن برا کی تقلید کر کے ایک کوہستانی سینی ٹیریم (ایسا مقام جہاں کی آب وہوا صحت بخش ہو) ڈگ شاہی میں گوروں کی سپاہ کے لیئے بنوایا۔ کرنیل لارنس بھی کسولی کی اسائیلم (گوروں کی سپاہ کے یتیموں کی تعلیم گاہ) کے بنانے میں مشکل سے کامیاب ہوتے اگر لارڈ ہارڈنگ انکی مدد نہ کرتے۔

جب سکھوں کی لڑائی ختم ہوئی تو لارڈ ہارڈنگ نے کفایت کے انتظام پر توجہ کی۔ گورنر جنرل کے روبرو یہ سوال پیش ہوا کہ کس طرح جنگی اخراجات میں تخفیف ہو جائے کہ سرکار کی جنگی قوت میں فرق نہ آئے۔ ۱۸۴۷ء کے شروع میں لارڈ ہارڈنگ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ ہندوستانی رجمنٹ میں گیارہ سو سپاہیوں کی جگہ آٹھ سو سپاہی رہیں۔ اسی قسم کا حکم سواروں کے باب میں بھی دیا۔ جو سپاہی خوشی سے اپنا نام کٹوانے آتا اُسکو اچھا انعام دیا جاتا اور کسی سپاہی کا نام بغیر اُس کی خوشی کے نہیں کاٹا جاتا۔ پولس کی بھی کئی پلٹنوں کی تخفیف ہوئی اور اُس کی جگہ غیر آئینی سپاہ بھرتی ہوئی۔ کوئی ہندوستانی وانگریزی افسر موقوف نہیں کیا گیا۔ سندھ کی محافظت بمبئی کی سپاہ کو سپرد کی گئی۔ گوروں کی پلٹنیں ولایت چلی گئیں۔ لارڈ ہارڈنگ نے اپنے تدبیروں سے پچاس ہزار لڑنے والے سپاہیوں کی تعداد فوج میں سے کم کر دی پھر بھی صلح کے زمانہ میں جتنی سپاہ رکھنی چاہی وہ اس قدر تھی کہ ۱۸۳۸ء کی سپاہ سے زاید تھی۔ باوجود اس تخفیف سپاہ کے بالائے ہند میں میرٹھ سے ستلج تک ملک کی حفاظت کے لیئے ۵۰۰۰۴ سپاہ اور ۶۰ ۲ توپیں ہلکی بھاری تھیں اور گوروں کی سپاہ نو ہزار اس سپاہ سے زیادہ تھی جو اس برس سے پہلے تھی۔ خزانہ شاہی کے لیئے اسی طرح ایک کروڑ روپیہ کی بچت نکال دی تھی۔

اس تخفیف سپاہ کی بچت سے اور اضلاع ستلج کی آمدنی کی افزایش سے رفاہ عام کے کام جن کی ہندوستان میں سخت ضرورت تھی شروع کیئے۔ ان ضرورتوں میں سب سے زیادہ ضرورت گنگا کی نہر کی تھی اول اُس کی بنیاد کی اُستاد لارڈ آکلینڈ نے ڈالی تھی۔ ۱۸۳۷ء میں ایسی قحط سالی ہوئی تھی کہ کسی کو یاد نہیں کہ پہلے بھی کبھی ایسی ہوئی تھی۔ اُنہوں نے شملہ جاتے ہوئے مقابلہ کیا کہ ایام قحط میں نہری اضلاع میں بہ نسبت غیر نہری اضلاع کے آدمی بہت کم مرتے ہیں۔ اب تک گورنمنٹ نے ان ہی نہروں کی مرمت

اور درستی کرائی تھی جو پہلے ادنیٰ ہوتا ہوا ہی تھیں جن سے تین لاکھ ایکڑ زمین میں آبپاشی زیادہ ہوگئی
تھی اور ڈھائی کروڑ روپیہ کا پیداوار زیادہ ہو گیا تھا۔ بنگال کے توپخانہ کے کپتان کاٹ لی نے ایک نئی
نہر کی تجویز کی جو شاداب وادی گنگ میں ہردوار سے لیا آلہ باد تک آبپاشی کرتی۔ لارڈ آک لینڈ نے اس
تجویز کو نظر مہربانی سے دیکھا اور ۱۸۳۹ء کے آخر میں کپتان کاٹ لی نے جو نہر کی پیمائش کی تھی اُس کا
نقشہ کورٹ ڈائرکٹرز میں پیش کیا۔ اُس نے اُسکو پسند کیا۔ لارڈ آک لینڈ نے حکم دیا کہ فوراً کپتان کاٹ لی
کے اہتمام سے نہر کی تعمیر شروع ہو اور اُس کا خرچ خزانہ ہند سے اُٹھانا چاہئے ؀

لارڈ آک لینڈ کے چلے جانے سے یہ کام بند ہوگیا۔ لارڈ ایلن برا کے عہد میں یہ سوال پیش
ہوا کہ نہروں کے بنانے سے فایدہ ہوتا ہے یا نقصان۔ دہلی اور کرنال کے اضلاع میں اس نہر کے
سبب سے وبائی بخار ایسا پھیلتا تھا کہ کرنال سے انبالہ میں چھاونی کو منتقل کرنا پڑا۔ طامس صاحب لفٹنٹ گورنر
ممالک مغربی نے کاٹ لی صاحب کے کام کے سرانجام ہونے میں دل لگایا اور اپنی عرضداشتیں ایسے آدمیوں کے
سامنے پیش کیں جن کے کانوں نے اُن کو سنا۔ لارڈ ہارڈنگ نے ایک کمیٹی مقرر کی کہ وہ کرنال اور دہلی کی
بخاروں کی تحقیقات کرے۔ اور یہ بتلائے کہ نہر گنگ کے جاری ہونے کا تو یہ غالباً نتیجہ نہیں ہوگا۔ اس
کمیٹی کی تحقیقات کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر پانی کی نکاسی کا مستوا اور نہر کے لیول کے پشتے صحیح صحیح درستی سے بنائے
جائیں گے تو اس نہر کا بننا باشندوں کی صحت کے لئے مضر نہیں ہوگا۔ آخر کو مارچ ۱۸۴۷ء میں لارڈ
ہارڈنگ نے نہر کے لئے سرسکھلانی کو خود دیکھ بھال کے اس بڑے منصوبے کے کام کو ڈھائی کروڑ روپیہ لاگت
خرچ کر مصمم ارادہ ٹھان لیا ؀

لارڈ ہارڈنگ کا ارادہ یہ بھی تھا کہ ہندوستان میں ریلوے تجارتی اور جنگی کاموں کے لئے
تیار کی جائے ۱۸۴۴ء میں بمبئی کے اہل شہر نے ایک کمپنی بنائی تھی کہ مغربی دارالسلطنت سے سالستی
کے پار تھل گھاٹ اور بھور گھاٹ تک سڑکیں بنائی جائیں۔ بالائی ملکوں سے روئی اور اور اسباب
کی تجارت خوب ہونے لگے۔ دوسرے سال کے اکتوبر میں مسٹر چیپمن نے ایک نئی کمپنی کے انجینیئر گریٹ
انڈین ریلوے لین کی پیمائش کی اور ان دشوار راستوں کی تحقیقات کی جو گھاٹوں سے نیچے
میدانوں میں جاتے ہیں۔ لارڈ ہارڈنگ کا شکرگذار ہونا چاہیئے۔ کہ اُس نے اس توجہ سے میک ڈونل
سٹیفن سن اور اسکے اسٹاف کے انجنیروں نے اس ریلوے کے لئے زمین کی پیمائش کی۔ جو ممالک مغربی کے

بڑے بڑے سول اور ملیٹری اسٹیشنوں کو دارالسلطنت بنگال سے ملا دیئے گئے گیا کہ ریلوے کمپنی کی امداد سرکار
فقط زمین دینے ہی سے کرتی ابتدا میں اس پر بہت سی گفتگوئیں ہوئیں اور مخالفانہ خیالات خوب پوست گئے تو پھر ۱۸۴۹ء
میں اسکے خط و خال نے اپنی نمائش علی صورت میں کی کہ اس کام میں سرکار اپنا حصہ کیا لے۔ گورنر جنرل نے اپنے
شریکوں سے زیادہ کام کیا۔ کہ اُنہوں نے تجویز کی کہ ریلوے کمپنی کو زمین ہی ریلوے کے لئے دینے کے
سوا اور مدد کرنی چاہئے۔ اور خیال کرنا چاہیئے کہ سرکار کو کس قدر فائدے کلکتہ اور دہلی کے درمیان روزانہ
آمد و رفت سے حاصل ہونگے۔ کورٹ ڈائرکٹرز نے بالکل اس کے ساتھ اتفاق رائے کیا اور اُنہوں نے اس
کام کی شرائط مقرر کیں جن کے موافق اس نئے کار عظیم میں مدد دی۔ جس وقت پانچ کروڑ روپیہ ہوس انڈیا میں
کمپنی کے حصہ دار داخل کردیں تو سرکار اُن کے روپیہ کے سود مقررہ دینے کی خاص سالوں کی تعداد
کے لئے کفیل ہوگی۔ ریلوے کے لئے جتنی زمین چاہیے ہوگی وہ دیگی اور کمپنی کو اجازت دیجائے گی کہ وہ مصالح
تعمیر ریلوے کو محصول کے ادا کرنے کے بغیر لیجاوے۔ اس شرط پر کہ جس لائن کی سیکشن [illegible] آمدنی زیادہ ہو اس
قدر کرایہ محصول گھٹایا جاوے۔ اور اس کے شروع سے تیس سال بعد گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کو خرید لے۔
اس کی گارنٹی بھی کمپنی کو دی گئی۔ بعض اور شرائط کی درستی آیندہ پر موقوف رکھی گئی۔ لارڈ ہارڈنگ کے قیام
کے دن ختم ہونے کو تھے۔ اُنہوں نے اپنی جانشین کے لئے ایک ٹٹیا بنا دی جس پر وہ خوب قدم جما کر چلے

یہ ریلوے کی تجویز تو درپیش تھی مگر لارڈ ہارڈنگ نے بنگال اور بالائے ہند میں سفر کرنے کی اور آسانیاں
پیدا کیں۔ پہلے اس سے کہ وہ ہندوستان تشریف لے جائیں کلکتہ سے میرٹھ تک ٹرنک روڈ شاہ راہ تقریباً تیار
ہوگئی تھی۔ صرف چند پل بننے باقی تھے۔ اور ایک ہزار میل کا سفر گاڑیوں میں بجائے ایک مہینے کے دو ہفتوں میں
ہونے لگا تھا۔ اُنہوں نے اخباروں اور خطوط کے محصول کم کرنے کی تجویز جو پوسٹ ماسٹر جنرل مسٹر ٹیلر نے پیش
کی اُسکو ۱۸۴۶ء میں ولایت میں انڈیا ہوس میں بھیجدیا۔ اور اُس کے احکام کا منتظر رہا۔ اسی سال میں اُنہوں
نے کلکتہ کے اہل شہر کو میونسپل گورنمنٹ کے سپرد کرنے کا بل کونسل میں پیش کیا۔ جس سے حفظ صحت کا انتظام اور
شہری اصلاحیں ہوں۔ ان کے عہد میں تجارت کو بھی تقریباً آزادی ہوگئی۔ شہری اور راہداری کے محصولات
بالکل موقوف ہوگئے۔ اور ممالک مغربی کی دو دہری کسٹم لائن ہونے کی جگہ ایک ہوگئی۔ اُنہوں نے ہندوستان
میں اول چاء کی کاشت کے لئے کوشش کی۔ ڈاکٹر جیمسن کو زیریں ہمالیہ میں چاء کاشت کرنے کے لئے سرد میدان
بنایا تھا۔ یہ بھی اُنکا کارنامہ کچھ کم نہیں تھا کہ اُنہوں نے گرینڈ ٹرگنومیٹریکل سروے کی ترقی میں کوشش کی۔

اُنہوں نے پٹھان اور مقبروں کی عمارتوں کے برقرار رکھنے میں اہتمام کیا ورنہ تاج گنج کی خوبصورت عمارت کھنڈر ہو جاتی۔ اس نے مسٹر طامسن صاحب کی امداد کی کہ وہ رڑکی میں ہندوستانی اور انگریزوں کی سول انجینرنگ کی تعلیم کے لئے کالج قایم کریں ؛

اُن کے رفاہ عام کے کاموں میں سب سے اخیر یہ کام تھا کہ وہ لکھنؤ میں آئے جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے اگر واجد علی شاہ جناب ممدوح کی نصیحتوں کے موافق اپنے ملک کی اصلاح کر لیتا تو برسوں وہ اپنی دارالسلطنت میں اپنی گویّوں اور سارنگیوں کی مجلس میں اپنی سرود سرائی کرتا رہتا۔ برہما میں سوا اس کے کچھ نہیں ہوا کہ دربار آوا کو دوستانہ مراسلہ بھیجا گیا۔ مگر اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ نیپال میں رانی نے ایک بڑا کشت و خون کا ہنگامہ برپا کیا جس کے سبب سے نوجوان لائق جنگ بہادر کا اقبال چمکا اُس نے قوت اور عقل و تدبیر سے پہلے اس سے کہ اس کے ہمسائے انگلش کوئی احسان کریں۔ اپنی عزت اور شان کو اپنی رعایا میں پیدا کر لیا۔ دوست محمد خاں نے افغانستان میں ایسا عمدہ انتظام کیا کہ ہندوستان کے مدبران ملکی کے خیالات میں کوئی اضطراب نہیں پیدا ہوا ؛

لارڈ ہارڈنگ اپنی ساٹھ برس کی عمر میں ہندوستان میں آئے تھے۔ ساڑھے تین برس تک وہ یہاں بحساب اوسط دس گھنٹے ہر روز کام کرتے رہے۔ ایسی سخت محنت اس عمر میں کمتر آدمی اُس ملک میں کر سکتے ہیں۔ جہاں کی آب و ہوا اُن کو بڑی موافق ہو۔ جب وہ دو برس بعد اپنی دارالسلطنت کلکتہ میں آئے تو اس وقت میں تجارت کی کساد بازاری تھی۔ مگر سب قسم کے لوگ بڑے جوش خروش سے اُنکے خیر مقدم کے لئے جمع ہوئے انہوں نے اپنی خوش اخلاقی و نیک دلی سے سب طرح کے آدمیوں کے دلوں کو خواہ وہ انگریز ہوں یا ہندوستانی ایسا تسخیر کر لیا تھا کہ اُن کے حسن انتظام کی شکرگذاری میں اہل کلکتہ نے ایک ایڈریس دیا جس پر پانچ سو شریفوں کے دستخط تھے اور ان کے سٹیچو کے بننے کے لئے دو ہزار روپے چندہ لارڈ بشپ کلکتہ نے دئے۔ سرہنری لارنس نے ان کی نسبت یہ کہا کہ کسی گورنر جنرل نے لارڈ ہارڈنگ کی برابر اپنی نئی راہ نہیں نکالی جس پر وہ خود چلا۔ ولایت میں کورٹ ڈائرکٹرز اُن کی استقامت رائے اور رفاہ عام میں گرم کوشی کی تعریف کرنے سے تھکے نہیں۔ ڈیوک ولنگٹن نے اُن کے بے غرض ہونے کی تعریف کی ؛

فہرست مضامین حصہ دوم

غلط نامہ حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۷	کرکے	کراکے	۳	۱۳	بڑہائی	بڑھائی
۶	۱۱	بناتی	بنائی	۶	۱۴	اسلیے یہ	+
۱۳	۱۷	تھے	جاتے تھے	۱۶	۰	کو	گو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷	۴	اکسار	اختیار	۲۲	۱۵	جوان	جون
۲۵	۱۴	شاہ	شاہ کا	۲۷		شگون	شگونی
۳۲	۱۰	امیرخان	اکبرخان	۳۴	۹	دی کہ	کر
۴۰	۲	سے	سے امیر	۴۱	۱۵	ان کو	اس کو
۴۴	۱۱	آتی تھی	آئی تھی	۴۵	۵	مین	مین لکھا
۵۰	۲	جاکر	جا	۵۷	۲۲	وہانون	وہاتون
۶۱	۱۱	بالفعل	بالفعل سپاہین	۶۴	۱۹	نے	نے کہا
۶۹	۱۸	کڑاکے	کڑاکے کا	۷۲	۱۱	کہتے	کہتی
۷۵	۱۰	کو	کے	۷۸	۱۶	بچے	بچے
۷۸	۲۱	پینی	ڈیپنی	۸۰	۲	ہول	ہون
۹۰	۱۵	اختلاف	استلاف	۹۲	۱۳	مشتری	مشنری
۹۹	۱۳	مین اور	مین	۱۰۲	۲۳	کرنے	کرنے سے
۱۱۳	۱۹	شکایتون	شکایتون کی	۱۱۴	۱۴	نہ کرین	کرین
۱۱۱	۵	کرا	کرایا	۱۱۷	۲۱	ریاست	ریاست سے
۱۱۸	۷	ساتھ	پاس	۱۲۲	۱۰	اترے	اترونگا
۱۳۰	۱۰	لکھاے	لکھے	۱۳۷	۹	لیگ	لیک
۱۳۸	۱۲	بڑا	میرا	۱۴۳	۱۹	دیوا	دیوان
۱۴۴	۱۰	عملداری	عملداری مین	۱۴۵	۱	متبنہ	متبنے
۱۵۰	۹	مین	مین ہی	۱۵۹	۳	حکم	حکم کا
۱۶۳	۹	ایجنٹ	ایجنٹ	۱۶۵	۱۸	کہ برٹش	کہ
۱۶۶	۵	قوم یا	قوم	۱۶۷	۵	بجاتا	بچاتا
۱۷۱	۱۷	کو اور	اور	۱۷۶	۱۰	کراتا	کتراتا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۹	۱۴	کون	کوکون	۱۸۶	۱۰	خود	خودراسے
۱۸۸	۲۲	ہزار	ہزارسوار	۱۹۲	۸	فیصلہ	قتبہ نعہ
۲۰۰	۵	کبہین	کبہی	۲۰۳	۲۲	بالخبر	یا بالخبر
۲۰۷	۲۰	اصتران	ایران	۲۱۱	۱۳	بن ٹنگ	بن ٹنک

فہرست کتب موجودہ مؤلفہ خان بہادر شمس العلماء محمد ذکاء اللہ صاحب

نام کتاب	قیمت	محصول	نام کتاب	قیمت	محصول
فلسفہ اشتال و منتخب الاشتال	۸ر	۱ر	عجائب الحساب	۸ر	۱ر
اکسیر دولت۔ دولت پیدا کرنیکے طریق میں ہے	۸ر	۱ر	رسالہ علم مساحت ٹوڈہنٹر	۱۲ر	۱ر
کیمیاے دولت	۸ر	۱ر	مبادی الانشا حصہ اول	۸ر	۱ر
فلسفہ سیاسیہ مالیہ	۹ر	۰ر	مبادی الانشا حصہ چہارم	۵ر	۱ر
شرقی طبیعیات کی الجبر	۴ر	۰ر	محاسن الاخلاق	عہ	۳ر
غربی طبیعیات کی الجبر	۴ر	۰ر	تہذیب الاخلاق	۶ر	۱ر
شرقی غربی طبیعیات پر محاکمات	۲ر	۰ر	تعلیم الاخلاق	۸ر	۱ر
اہل یونان کی طبیعیات کی تاریخ	۴ر	۰ر	صحیفہ فطرت	عمہ	۳ر
اہل اسلام کی طبیعیات کی تاریخ	۴ر	۰ر	مجالس مناظرہ	۳ر	۰ر
سائنس و مذہب کی رزم و بزم	عہ	۱ر	اہل عرب کا جبر مقابلہ	۴ر	۰ر
فرہنگ فرنگ	[illegible]	۱ر	جغرافیہ ریاضیہ	۸ر	۱ر
تقویم اللسان	۴ر	۱ر	تحریر اقلیدس مقالہ اول و دوم مع شرح و نتائج	۶ر	۱ر
رسالہ برنارڈو سمتھ حساب۔ ان دونوں کتابوں کی اکٹھی قیمت عہ ہے محصول ۳ر	۱۲ر	۳ر	شرح لول مخس مقالہ و مقالہ یازدہم و دوازدہم		
معاون الحساب	۸ر	۱ر	جو درس میں جاری ہے	۸ر	۱ر

کمیشن۔ پانچ روپیہ کے خریدار کو ایک آنہ فی روپیہ۔ چھ روپیہ سے دس روپیہ تک کے خریدار کو ڈیڑھ آنہ فی روپیہ گیارہ روپیہ سے انیس روپیہ تک کے خریدار کو دو آنے فی روپیہ بیس روپیہ اور اس سے زیادہ کے خریدار کو بیس روپیہ سیکڑہ کمیشن دیا جائیگا۔ محصول ہر حالت میں ذمہ خریدار ہوگا۔ اور سب نقد روپیہ لیا جائیگا۔ جو اخبار نویس عنایت فرماکر اپنے اخبار میں ان اشتہارات کو چھاپ دینگے کہ یہ کتابیں انکی معرفت ملسکتی ہیں اور جتنی درخواستیں انکے مطبع میں آئیں تو میرے پاس بھیجدیں میں انکو ان درخواستوں کے مطابق بیس روپیہ سیکڑہ کمیشن دونگا۔ ان کتابوں کے مفصل اشتہار بھی چھپے ہوئے ہیں جنکو مطلوب ہوں وہ منگالیں۔

محمد عطاء اللہ دہلی چیلوں کا کوچہ ۱۹۰۴ء

